

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ﷺ  
صَلَّى اللَّهُ

# آفتاب نبوت

## ضیاءِ پاشیان

... تالیف ...

عبدالقیوم حقانی

القاسم ایڈمی • جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# آفتابِ نبوت

## ضیاءِ پاشان

... تالیف ...

عبدمنزل العظیم حقانی

اقسام کیڈمی • جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان



# آدابِ نبوت ﷺ کی ضیائیاں

مولانا عبدلقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون و فیکس ! 630094 --- 630237 (0923)

# جملہ حقوق بحق ”القاسم اکیڈمی“ محفوظ ہیں

نام	:	آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	202 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی 2005ء
تعداد بار اول	:	1100
قیمت	:	روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

## ملنے کے پتے

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۲۵۸ گارڈن ایسٹ نزد بسیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمن راشدی، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

## تعارف

شرح شمائلِ ترمذی بڑی سائز کی تین جلدوں 1608 صفحات میں تکمیل پذیر ہوئی جو حدیث کے اساتذہ اور طلبہ دورہ حدیث کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی بے حد نافع ہے جس میں حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائلِ ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر آئے ہیں۔

مگر اس کے ضخیم و عظیم ہونے اور کثیر مصارف کے پیش نظر ہر ایک کی قوتِ خرید سے باہر ہونے کے سبب سب کے لئے اس کے حصول کی استطاعت اور دسترس ممکن نہ تھی اس لئے شرح شمائلِ ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

غالب خیال یہ ہے۔ یہ سلسلہ اشاعت آٹھ اجزاء پر تکمیل پذیر ہوگا۔ مقصد یہی ہے کہ شمائل و خصائلِ نبوی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر مسلمان کی دسترس میں ہو، ہر گھر میں پہنچے، پیغامِ عام ہو اور مشنِ تام ہو۔

البتہ شمائلِ ترمذی کے رواۃ کا تذکرہ جو بڑی سائز میں شرح شمائلِ ترمذی کے ساتھ تیسری جلد کی صورت میں چھپ چکا ہے وہ علیحدہ بھی کتابی صورت میں اسی سائز میں چھاپ دیا جائے گا کہ مستفیدینِ طلبہ حدیث اور فنِ رجال سے شغف رکھنے والے احباب کو اسے علیحدہ مستقل کتابی صورت میں حاصل کرنا آسان ہو چھوٹی سائز کے اب تک شائع شدہ اجزاء کا تعارف درج ذیل ہے۔



(۱) ”جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر“

جس میں محبوبِ دو عالم کا جلوہ جہاں آراء، چہرہ انور، جسم اطہر، تمام اعضاء و اندام کے تناسب و اعتدال، موزونیت، حسن و جمال، نورانیت اور اعجاز و کمال کا ایمان افروز تذکرہ شمائلِ ترمذی کی (۲۲) احادیث کی تشریح و توضیح کی روشنی میں جمالِ محمدؐ کا حسین و دلربا منظر بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ”روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں“

جس میں محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفیں، اقسام و احکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرے، لباسِ مسنون و اعتدال، لباسِ فقر و فاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر و غنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شمائلِ ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح کر دی گئی ہے۔

(۳) ”ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضو افشائیاں“

جس میں حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ خود، عمامہ و دستار، تہبند و ازار، قناع، نشست تکیہ و سہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل ۶۰ احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح و توضیح، دلفریب اور عشقِ رسولؐ سے لبریز تحریر۔

(۴) ”آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاءِ پاشیاں“

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائلِ ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح۔





صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۵	حضرت عائشہ صدیقہؓ کا رونا۔۔۔	۳۱	ایک اشکال کا جواب۔۔۔۔۔
۴۵	رونے کی وجوہات۔۔۔۔۔	۳۲	شیخ الحدیث مولانا زکریا کی توجیہات
۴۶	آپؐ کو فقر پسند تھا۔۔۔۔۔	۳۲	”الشعب“ کی مضرتیں۔۔۔۔۔
۴۷	مضمون حدیث کا خلاصہ۔۔۔۔۔	۳۳	حضورؐ کے دسترخوان پر کچھ بھی نہ رہتا
		۳۴	لفظ ”طاویاً“ کا معنی۔۔۔۔۔
		۳۵	لفظ ”اہل“ کی تشریح۔۔۔۔۔
		۳۵	اظہار فقر سے اجتناب۔۔۔۔۔
۴۸	باب ماجاء فی صفة ادام رسول اللہ (حضورؐ کے سالن کے بیان میں)	۳۶	روٹی اکثر بوی کی تناول فرماتے۔۔۔
		۳۷	لفظ ”النقی“ اور الحواری کی تشریح۔
		۳۸	حضورؐ نے میدہ کبھی دیکھا بھی نہیں
۴۸	لفظ ادام کی تشریح۔۔۔۔۔	۳۸	آٹا صاف کرنے کا طریقہ۔۔۔۔۔
۴۹	لحم ”ادام“ ہے یا نہیں۔۔۔۔۔	۳۹	حضورؐ نے ساری عمران چھنا آٹا استعمال فرمایا
۵۰	سرکہ بہترین سالن۔۔۔۔۔	۳۹	چھلنی کی بدعت۔۔۔۔۔
۵۰	فاتح عالم، روٹی کے خشک ٹکڑے۔۔۔۔۔	۴۰	لفظ ”خوان“ کی تشریح۔۔۔۔۔
۵۱	کیا سرکہ افضل الادام بھی ہے۔۔۔	۴۱	تپائی اور میز پر کھانا کھانے کا حکم۔۔۔
۵۳	اتباع رسول کی انگلیت۔۔۔۔۔	۴۱	چھوٹی پیالیوں اور چٹنی وغیرہ کے برتن
۵۴	باب سے مناسبت۔۔۔۔۔	۴۲	میدہ کی روٹی۔۔۔۔۔
۵۵	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔	۴۳	”السفرة“ کا معنی و تشریح اور استعمال
۵۵	اجتماع احباب یا صحبت صالح۔۔۔۔۔	۴۴	سیدہ عائشہؓ نے مسروق کی ضیافت کی



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۳	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔	۵۶	میزبان کا اخلاقی فرض۔۔۔۔۔
۷۴	مسلمان کدو سے محبت کریں۔۔۔۔۔	۵۷	اتباع رسول ہی اصل فطرت ہے۔۔۔
۷۴	دعوت قبول کرنی چاہئے۔۔۔۔۔	۵۷	شریعت، طبیعت پر مقدم ہے۔۔۔
۷۵	حضورؐ کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔۔۔۔۔	۵۸	مرغی کے گوشت کے فائدے۔۔۔۔۔
۷۷	گوشت آپ کی محبوب غذا تھی۔۔۔۔۔	۵۸	جلالہ کا مسئلہ۔۔۔۔۔
۷۸	مسجد میں بیٹھ کر رکھانے کا حکم۔۔۔۔۔	۶۰	جباری کا معنی و تعیین۔۔۔۔۔
۸۰	لفظ "ضفت" کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔	۶۰	جباری کی خصوصیات اور احادیث میں ذکر
۸۱	حضورؐ کی تواضع و خدمت۔۔۔۔۔	۶۱	عمدہ کھانا عین سنت ہے۔۔۔۔۔
۸۲	احادیث میں تعارض سے جواب۔۔۔۔۔	۶۳	حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔
۸۳	حضرت بلالؓ کو تنبیہ۔۔۔۔۔	۶۴	ترجمۃ الباب سے مناسبت۔۔۔۔۔
۸۳	موچھوں کا شرعی حکم۔۔۔۔۔	۶۵	زیتون مبارک درخت ہے۔۔۔۔۔
۸۵	اسبال کا حکم۔۔۔۔۔	۶۵	زیتون کے برکات۔۔۔۔۔
۸۶	گوشت دانٹوں سے نوچنا اور کھانا۔۔۔۔۔	۶۷	قال ابو عیسیٰ۔۔۔۔۔
۸۷	گوشت نے خبر دی کہ میں مسموم ہوں۔۔۔۔۔	۶۷	حدیث مضطرب کی تعریف۔۔۔۔۔
۸۸	یہودی عورت کا زہر کھلانا۔۔۔۔۔	۶۸	حضورؐ کو کدو پسند تھا۔۔۔۔۔
۹۰	حدیث سے ماخوذ فوائد۔۔۔۔۔	۶۹	کدو کیوں پسند تھا۔۔۔۔۔
۹۱	حضورؐ کے لئے ضیافت کا اہتمام۔۔۔۔۔	۷۰	طعام میں خدمت و ایثار۔۔۔۔۔
۹۲	ایک اعتراض کا جواب۔۔۔۔۔	۷۱	سالن زیادہ پکا کے رکھنا۔۔۔۔۔
		۷۲	امام ترمذیؒ کی وضاحت۔۔۔۔۔







صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۷	شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے۔		
۱۳۷	ایک اشکال کا جواب۔۔۔۔۔		باب ماجاء فی صفة
۱۳۹	جب تسمیہ بھول جائے۔۔۔۔۔		وضوء رسول اللہ
۱۴۰	اولہ و اخرہ کا تلفظ۔۔۔۔۔	۱۲۸	عندالطعام
۱۴۰	ایک اعتراض کا جواب۔۔۔۔۔		(حضور کے کھانے کے وقت وضو کا بیان)
۱۴۱	کھانا کھانے کے تین آداب۔۔۔۔۔		
۱۴۱	کھانا شروع کرتے وقت مسلمہ پڑھنا سنت ہے		
۱۴۲	دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید۔۔۔۔۔	۱۲۸	لفظ وضو کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔
۱۴۳	اپنے سامنے سے کھانا۔۔۔۔۔	۱۲۹	لفظ طعام کی وضاحت۔۔۔۔۔
۱۴۴	ایک اشکال سے جواب۔۔۔۔۔	۱۳۰	کھانے سے قبل وضوء عرفی مسنون ہے
۱۴۵	کھانے سے فارغ ہونے کی دعا۔۔۔۔۔	۱۳۱	وضو تو نماز کے لئے ضروری ہوتا ہے
۱۴۶	لفظ المائدة کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔	۱۳۲	برکت طعام ہاتھ دھونے میں ہے۔۔۔۔۔
۱۴۷	دسترخوان اٹھائے جانے کے وقت دعا		
۱۴۸	جب کسی دوسرے کے ہاں دعوت ہوتی		باب ماجاء فی
۱۴۹	عدم تسمیہ کی وجہ سے کثیر طعام میں بے برکتی	۱۳۵	قول رسول اللہ
۱۵۱	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔		(حضور کے کلمات کے بیان میں)
۱۵۱	کھانے کے بعد ترغیب حمد و شکر۔۔۔۔۔		
۱۵۱	خلاصہ باب۔۔۔۔۔		
۱۵۲	تکملة۔۔۔۔۔	۱۳۶	بسم اللہ کی برکتیں۔۔۔۔۔







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ  
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ



## مُقَدِّمَةٌ

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ کبیر ”البدایہ والنہایہ“ میں شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ابتدا میں ان کا مسلک دوسرا تھا، لیکن پھر دوسرا رنگ چڑھ گیا۔ ان کی نشوونما فقہائے متکلمین کی جماعت میں ہوئی تھی۔ اس لئے جدل و خلاف اور کلام و رائے کا اثر غالب تھا۔ مصر سے بغداد گئے، تو وہاں خیالات میں توسیع ہوئی۔ اپنی حالت کا محاسبہ کیا تو یقین و طمانیت سے قلب کو خالی پایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فقہائے متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ہو گئے۔ تصوف کی طرف توجہ ہوئی لیکن عامہ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا، اس سے طبیعت اور زیادہ مکرر ہو گئی۔ بالآخر دمشق آئے اور امام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں داخل ہوئے۔

خود شیخ عماد الدین واسطی کا بیان ہے کہ میں دمشق پہنچا تو امام ابن تیمیہؒ سے بھی ملا۔ کہتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ ان کی صحبت درس میں حاضر ہوا تو عجیب اتفاق ہے کہ علم کلام کی نسبت گفتگو تھی اور امام موصوف فرما رہے تھے، دنیا میں متکلمین و فلاسفہ سے بڑھ کر مضطرب و محروم اور اطمینان و سرور کی لذت سے یک قلم نا آشنا اور کوئی گروہ نہیں۔ پھر مشاہیر فلاسفہ قدما اور ارباب مقالات کے چند اقوال سنائے۔ جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیت و نامرادی اور بد حالی و بے بصیرتی کی شہادت دی تھی۔

غرض شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک ہی صحبت میں شکوک و اضطراب کے سارے پردے اٹھ گئے اور میرے دل نے حلاوت، ایقان و لذت اور طمانیت پالی، پھر جب امام موصوف میرے حالات سے آگاہ ہوئے تو وصیت فرمائی۔

”ساری چیزیں چھوڑ کر صرف سیرۃ نبویہ کے معاملے اور تدبر و فکر کو اپنے اوپر لازم ٹھہرا لو۔ یقین و ایمان کی تمام بیماریوں کے لئے یہی نسخہ شفا ہے۔“

چنانچہ میں نے اسی کو حرزِ جان بنا لیا اور جو کچھ پایا اسی کے وسیلے سے پایا۔ بہر حال اس واقعے میں قابلِ غور وہ عشق و شغف ہے جو امام موصوف (ابن تیمیہ) کو خصوصیت کے ساتھ سیرۃ نبویہ سے تھا۔ ایک سرسری نظر رکھنے والا تو اس واقعے کو معمولی سی بات سمجھ کر مُعرضانہ آگے بڑھ جائے گا، لیکن صاحبِ نظر و بصیرت اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کر سکتا ہے۔

انہوں نے ایک ایسے صاحبِ علم، مگر مریضِ شک و اضطراب کو جو مدعیانِ علم و حکمت کی دانش فروشیوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کر چکا تھا، یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف حیاتِ طیبہ نبوت کے مطالعہ و تفکر میں لگ جاؤ، گویا اس طرح بتلا دیا کہ علم و بصیرت کا اصل سرچشمہ صرف حیاتِ نبوت اور منہاجِ مقامِ رسالت ہے، جسے قرآن حکیم نے ”الحکمة“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (بقرہ: ۲۶۹)

(جسے حکمت مل گئی تو یقین کرو اس نے بڑی ہی بھلائی پالی)

کیونکہ دنیا میں حکمتِ صادقہ کا اس حکمت سے الگ کوئی وجود ہی نہیں۔ ”حکمت یا تو منہاجِ سنت نبوت ہے، یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اس سے ماخوذ اور صرف اسی پر مبنی ہو، یہی ”خیر کثیر“ مبداءِ جمیع خیرات و برکاتِ ارض و نوع ہے اور صرف اسی نسخہ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہو سکتی ہیں۔ خواہ شکوک و ارتباب کی بیماری ہو، خواہ اوہام و افکار کی، خواہ اذعاع سے ادريت کا ہیجان ہو، خواہ حیرانی و سرگردانی لا ادريت کا خمار! کوئی بیماری ہو دو صرف ایک ہی ہے، یحییٰ کاشی کہتے ہیں۔

دوا یکے است بہ دارالشفائے میکدہ ہا

زہر مرض کہ بنالد کسے، شراب دہند

(میکدے کے دارالشفاء سے ہر مرض کے لئے بس ایک ہی دوا تجویز کی جاتی ہے جو کہ شراب ہے) یا جس مرض سے بھی جو شخص فریاد کرے، میکدہ کے دارالشفاء سے اس کو بطور دوا شراب دی جاتی ہے)



غرض امام ابن تیمیہؒ نے ایسی حقیقت جو طبیعت کو جو اربابِ ظن و رائے کی صحبتوں سے وادیِ شک و اضطراب میں حیران کن و سرگرداں ہو گئی تھی، ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں کہی جو اور لوگ کہہ سکتے تھے، بلکہ صرف یہ وصیت کی کہ سیرتِ طیبہ نبویہ کا مطالعہ کرو، یہی نسخہٴ شفا شک و ریب کے سارے دکھوں کا واحد علاج ہے، پھر قولاً بھی اپنے تمام مصنفات میں اسی چیز کو بنیاد و منبع ہر گونہ علم و ایقان بتلاتے ہیں۔

شرح شمائل کا یہ چوتھا جزء ”آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں“ بھی اسی ہدف کے حصول اور بارگاہِ نبوت سے تعلق خاطر کا ارتباط ہے۔ جس میں حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح کر دی گئی ہے۔

موضوع کی اہمیت کے متعلق عربی جو کچھ کہہ گیا ہے، اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا

ہے۔

عربی مشابہ این رہ نعت است نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

(اے عربی! عجلت سے کام نہ لو، کیونکہ یہ نعت (نبیؐ) کا راستہ ہے کوئی صحرا نہیں آہستہ چلو کہ یہ تلوار کی نوک پر قدم رکھنا ہے)

صحرا کی وسعت و پہنائی میں انسان جہاں چاہے قدم رکھے، جس طرف چاہے نکل جائے، پوری عمر بھی نئے نئے راستے اختیار کرنے کی کوششوں میں گزار دے تو حیاتِ مستعار ختم ہو جائے گی اور دامنِ صحرا کی پہنائی بدستور بے پایاں رہے گی، پھر تلوار کی دھار پر کون چل سکتا ہے؟ دھار پر پاؤں دھرتے ہی اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے اور چلنے والا

معذور ہو کر بیٹھ جائے گا۔ عرفی اس حقیقت سے ناواقف نہ تھا، مگر اس نے راستے کی مشکلات کا زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر تصور پیدا کرنے کی کوشش میں یہ اسلوب اختیار کیا اور حق یہ ہے کہ مشکلات کا اس سے دل نشیں تر خاکہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

علم و عمل کی کوئی قابل ذکر متاع دامن میں ہے ہی نہیں کہ دعویٰ سے کچھ کہا جاسکے اور ہوتی بھی تو آیہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس کے آستانہ مبارکہ پر پہنچ کر کوئی دعویٰ زبان پر لانے یا دل میں رکھنے کا یا راکیسے ہو سکتا ہے؟ عشق و محبت سے روح و قلب سرشار سہی، لیکن جب اپنے غیر شایان اعمال پر نظر پڑتی ہے تو یہ سرشاری بھی سراسر بے حیثیت ہی رہ جاتی ہے۔

کتاب میں جو کچھ بھی ہے۔ احادیث ہی کا ترجمہ و تشریح ہے۔ تشریح و توضیح میں بھی اکابر محدثین اور مشائخ و اساتذہ کی نقل ہی نقل ہے۔ ترتیب و تالیف اپنی ہے اور اس میدان عشق و محبت میں اس کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں درد مند انہ التجا ہے کہ اگر میری تحریر کا کوئی بھی حصہ کسی دل میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کی لو کسی قدر بھی تیز کر سکے تو وہ صاحب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس روسیہ کی عاقبت بخیر ہو۔

جہاں جہاں لغزشیں اور خطائیں، خامیاں اور افتادگیاں نظر آئیں، ہاتھ اٹھائیں کہ خدائے عرش عظیم اپنے لطف عمیم اور فضل جسیم سے اس خطا کار کے گناہ بخش دے۔ ان میں قصد و نیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ انہ ہو بیدی و یعد و هو الغفور الودود ذوالعرش المجید، فعال لما یرید۔

عبدالقیوم حقانی

۲۰ جولائی ۲۰۰۵ء / ۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَكْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے

کے طریقے کے بیان میں

بعض نسخوں میں ”باب صفة أكل رسول الله صلى الله عليه وسلم“ (باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی صفت کے بیان میں) منقول ہے۔ مگر پہلی عبارت بہتر ہے ، لان المقصود بيان الأخبار الواردة في صفة اكله صلى الله عليه وسلم (مواہب ص ۱۱۲) (اس لئے کہ اصل مقصود ان احادیث کا بیان ہے جو حضور ﷺ کے کھانے تناول فرمانے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)

لفظ ”الاکل“ کی تشریح :

الاکل: کی دو تعریفیں کی گئیں ہیں :

(۱) ادخال شئى من الفم الى البطن بقصد الاغتذاء (کسی چیز کا بہ ارادہ غذا حاصل

کرنے منہ کے ذریعے پیٹ میں ڈالنا) مگر یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ میوہ جات وغیرہ کا کھانا اس تعریف سے نکل جاتا ہے کہ انکا کھانا تفکھا (لذت اور مزہ کے لئے) ہوتا ہے۔ اغتذاء (غذا کے لئے) نہیں۔

(۲) ادخال الطعام الجامد من الفم الى البطن سواء كان بقصد التغذية او غيره كالنفسكه. (مواہب ص ۱۱۲) (منجھد کھانے کو منہ کے ذریعے پیٹ میں ڈالنا خواہ بہ ارادہ غذا ہو یا غیر غذا یعنی تلذذ وغیرہ کے لئے۔) (مواہب ص ۱۱۲) لذت اور مزہ کے لئے لفظ جامد کی قید سے ”المائع“ نکل گیا، کیونکہ مائع چیز کا منہ میں ادخال، اکل نہیں بلکہ شرب ہے، کیونکہ شرب : ادخال المائع فی الفم (کسی بہنے والی چیز کو منہ میں ڈالنا) کو کہتے ہیں۔ اس میں پانی، چائے، دودھ، شربت اور اس قسم کی سب سیال اشیاء شامل ہیں۔

البتہ الاکل : (بالضم) فاسم لما یوکل (مواہب ص ۱۱۲) (الاکل (ہمزہ کے ساتھ) ہر کھائی جانے والی چیز کا نام ہے) والاکلة : للمرة واکيلة الاسد فریسة التی یا کلها. (مناوی ص ۲۳۱) (اور لفظ الاکلة ایک دفعہ کھانے کو اور اکیلة الاسد کے معنی شیر کا اپنے شکار کردہ چیز کو کھانا)

### حضور اقدس ﷺ کے کھانے کا طریقہ :

اس باب میں مصنف نے پانچ احادیث کی تخریج کی ہے، جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا بیان ہے۔ جس سے آپ ﷺ کے کھانے کے طریقہ پر واضح روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ کس طرح بیٹھ کر اور دائیں ہاتھ سے اور پھر اس کی کن انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے، پھر کھانا کھا کر انگلیوں کو صاف فرماتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے اور پھر کسی کپڑے سے ہاتھ صاف کر لیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے فلا یمسح یدہ حتی یلعقہا أو یلعقہا یعنی اپنا ہاتھ کھانا کھانے کے بعد نہ پونچھتے۔ جب تک اس کو چاٹ نہ لیتے یا کسی دوسرے کو چٹوانہ دیتے۔ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کھانے کے بعد تالیہ سے ہاتھ پونچھنا سنت ہے۔ (لغات الحدیث ج ۵ ص ۴۱)



(۱۳۲/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ لَكْعَبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ ثَلَاثًا قَالَ أَبُو عَيْسَى وَرَوَى غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں اس حدیث کو محمد بن بشار نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبدالرحمن بن مہدی نے سفیان کے حوالے سے بیان کی، انہوں نے یہ روایت سعد بن ابراہیم سے اخذ کی، اور انہوں نے یہ روایت کعب بن مالک کے فرزند سے حاصل کی، جو اپنے باپ کعب صحابی رسول سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ محمد بن بشار کے علاوہ جو اس حدیث کی روایت کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹتے تھے۔

راویان حدیث (۳۲۷) سعد بن ابراہیم (۳۲۸) ابن کعب بن مالک اور (۳۲۹) عن ابیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے میں تین انگلیوں کا استعمال اور چاٹنا :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعق اصابعہ ثلاثا، حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد تین مرتبہ اپنی انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے تاکہ انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانے کا معمولی سا حصہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ قال ابو عیسیٰ... الخ، سے امام ترمذی اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بعض نسخوں میں لفظ ثلاثا کے بجائے الثلاث نقل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ثلاثا امرات کی صفت نہیں بلکہ تین انگلیاں مراد ہیں، انگوٹھا، انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی، ای الابهام والمسبحة والوسطی (جمع ص ۲۳۳) کہ ان تینوں کے ساتھ آپ نوالہ کھایا کرتے تھے اور پھر ان کو چاٹ لیا کرتے تھے، جیسا کہ اسی باب کی حدیث نمبر ۴ میں اس کی

تصریح کر دی گئی ہے۔ فیہ اشارة خفية الى انه كان ياكل باصابعه الثلاث (جمع ص ۲۳۲) اس میں ایک مخفی اشارہ اس طرف ہے کہ آپ اپنے تین انگلیوں مبارک سے کھانا تناول فرماتے)

## انگلیوں کو چاٹنے کی کیفیت :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کی ابتداء وسطی انگلی سے، پھر سبابہ اور پھر ابہام کو چاٹتے تھے جیسے کہ ملا علی قاری نے حدیث نقل کر کے اس کی حکمت بیان فرمائی۔ کعب بن عجرؓ فرماتے ہیں: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ياكل باصابعه الثلاث الابهام والتي تليها والوسطى ثم رأيت يلعق اصابعه الثلاث قبل ان يمسحها الوسطى ثم التي تليها ثم الابهام وكان السرفيه ان الوسطى اكثر تلويثا لانها اطول..... اولان الذي يلعق الاصابع يكون بطن كفه الى جهة وجهه فاذا ابتداء بالوسطى انتقل الى السبابه الى جهة يمينه ثم الى الابهام. (جمع ص ۲۳۳) میں نے حضور کو دیکھا کہ اپنی تین انگلیوں انگوٹھے اور اسکے ساتھ والی (انگشت شہادت) اور درمیان والی انگلی سے کھاتے تھے۔ پھر آپ کو دیکھا کہ اپنی تینوں انگلیوں کو پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا کرتے پہلے درمیانی انگلی پھر اس کے ساتھ والی (انگشت شہادت) پھر انگوٹھے کو اور اس طریقے پر چاٹنے میں یہ راز ہے کہ درمیانی انگلی بوجہ لمبے ہونے کے زیادہ ملوث ہوتی ہے اور یا پھر اسلئے کہ جو شخص انگلیاں چاٹتا ہے تو اسکی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اسکے چہرے کی طرف ہوگا پس جب ابتدا درمیانی سے کریگا تو پھر اسے دوسری انگلی سبابہ کی طرف انتقال دائیں جانب ہوگا اور پھر انگوٹھے کے لئے بھی اسی طرح (تو گویا چاٹنے میں بھی دایاں جانب ملحوظ رہا)

## انگلیاں کب چاٹی جائیں :

یہ چاٹنا بھی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ کھانے کے دوران نہیں اور یہی سنت ہے ای بعد الفراغ لافى الاثناء قال ابن حجر فيسن قبل المسح او الغسل



اوبعد الفراغ من الاكل لعقها لرواية مسلم و يلعق يده قبل ان يمسحها محافظة على البركة وتنظيفاً لها (جمع ص ۲۳۲) یعنی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نہ کہ کھانے کے دوران علامہ ابن حجر فرماتے ہیں پس انگلیوں کا چاٹنا پونچھنے یا دھونے سے پہلے یا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سنت ہے مسلم شریف کی اس روایت کی بناء پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کھانے کے بعد) ہاتھوں کی انگلیوں کو پونچھنے سے پہلے اس لئے چاٹتے تھے تاکہ انکی صفائی اور برکت کا تحفظ ہو جائے) اصل بات یہ چل رہی تھی کہ تین انگلیاں چاٹنا سنت ہے یا تین مرتبہ؟ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ چاٹنا مستقل ادب ہے کہ اس سے مکمل صفائی حاصل ہو جاتی ہے اور تین انگلیاں چاٹنا مستقل ادب ہے، جیسا کہ اسی باب کی چوتھی روایت میں آرہا ہے۔ (خصائل)

ایک روایت کے مطابق چاٹنا بھی سنت ہے اور چٹوانا بھی، مگر چٹوانا وہاں مناسب ہے جہاں سامنے والا اسے بے تکلفی، محبت، شفقت، سنت اور برکت سمجھے۔ مثلاً مخلص خادم ہو، شاگرد رشید ہو، اپنی اولاد ہو، اہلیہ ہو، یحبون و یتلذذون بذلك منه (جمع ص ۲۳۲) کہ وہ چاٹنے والے بھی اسکے چٹوانے کو پسند اور اسمیں لذت محسوس کریں) مگر ایسے لوگ جو متکبر ہوں، جن کے دماغ میں تہذیب مغرب کی رعونت ہو، جو سرمایہ دار اور مترفین ہوں اور جنہیں خیر و برکت اور محبت و خلوص کے اس عمل سے کراہت ہو، وہاں نہیں چٹوانا چاہیے۔  
خلافاً لمن کره من المترفين لعق الاصابع استقذاراً (مواہب ص ۱۱۲) بخلاف متکبرین مالدار قسم کے لوگ جو انگلیوں کو چاٹنے سے نفرت اور گھن محسوس کریں۔

## انگلیاں چاٹنے کے برکات :

ایک روایت میں انگلیاں چاٹنے کی علت بھی بیان کی گئی ہے، وہ یہ کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کھانا کھالے، تو اسے کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں۔ فسانہ لایدری فی ایتھن البركة (مواہب ص ۱۱۲) (کیونکہ اسے کیا خبر کہ کھانے کے کونسے جزء میں خیر و برکت ہے)۔ اسی طرح برتن کا چاٹنا بھی سنت ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے کسی برتن میں کھایا، پھر اسے چاٹ لیا..... استغفرت له القصعة (مواہب ص ۱۱۲) تو وہ

برتن اس کے لئے استغفار پڑھتا ہے۔

احیاء العلوم میں ہے جس نے برتن چاٹ لیا، پھر اسے دھویا اور وہی پانی پی لیا، کان لہ کعتق رقبة (مواہب ص ۱۱۳) اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ نیز یہ بھی آیا ہے کہ جس نے دسترخوان پر گرے پڑے کھانے کے ٹکڑے کھائے یا جو پلیٹ سے گرا سے اٹھا کر کھا لیا۔ امن من الفقر والبرص والجذام و صرف عن ولده الحفق، تو وہ فقر، برص اور جذام سے مامون رہے اور اس کی اولاد جماعتوں سے محفوظ رہے گی۔ الدیلی میں ہے کہ جس نے دسترخوان پر گرنے والے ٹکڑے کھائے، خرج ولده صبیح الوجه و نفی عنه الفقر، اس کو اللہ پاک خوبصورت اولاد دے گا اور وہ فقر سے محفوظ رہے گا۔ اور جامع صغیر میں ہے، جس نے کھانے کے بعد پلیٹ چاٹ لی اور پھر انگلیاں چاٹ لیں، اشبعه الله فی الدنيا والآخرة (مواہب ص ۱۱۳) اس کو اللہ پاک دنیا و آخرت میں بھوک سے محفوظ رکھے گا اور پیٹ بھر کر رزق عنایت فرماوے گا۔

(۱۳۳/۱۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ. ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث حسن بن علی خلال نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت عفان اور ان کے پاس حماد بن سلمہ نے بیان کی۔ انہوں نے ثابت سے اور ثابت نے یہ حدیث صحابی اور خادم رسول حضرت انس بن مالک سے سماعت کی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے، تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۳۳۰) الحسن بن علی الخلال کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

83969

انگلیوں کے چاٹنے کو کراہت سے نہ دیکھا جائے :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... الخ، مضمون حدیث اور متعلقہ ضروری



بحث پچھلی حدیث میں عرض کر دی ہے۔ شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے، جو انگلیاں چاٹنے کو ”استقذارا“ (بطور نفرت) ناپسند کرتے ہیں۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ بعض بے وقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ تو عقل کی بات ہے اور انہیں سمجھنی چاہیے کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے، یہ وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا تھا۔ اس میں کیا نئی چیز آگئی کہ اس سے نفرت ہونے لگی اور اس میں کراہت آگئی (ان کے اپنے الفاظ اس طرح ہیں)۔ قال الخطابی عاب قوم افسد عقولهم الترفه لعق الاصابع واستبحوه كانهم ما علموا ان الطعام الذي علق بها وبالصحفة جزء من الماكول واذالم يستقذر كله فلا يستقذر بعضه وليس فيه اكثر من مصها بباطن الشفة. (مناوی ص ۲۳۲) ابن حجر فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے یا کسی بھی انسان کے فعل کو، اس میں تو کلام ممکن ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی فعل اور کسی بھی سنت کو قباحت کی طرف منسوب کرنا اندیشہ کفر ہے۔

جیسا کہ علامہ ملا علی قاری نے یہی بات ان الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ قال ابن حجر: واعلم ان الكلام فيمن استقذر ذلك من حيث هو لا مع نسبتہ للنبي ﷺ والا خشي عليه الكفر اذ من استقذر شيئاً من احواله مع علمه بنسبته اليه صلى الله عليه وسلم كفر. (جمع ص ۲۳۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں :

”در حقیقت ایسے امور میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے، جن کو عادت ہوتی ہے، ان کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے اس فعل سے ہو بھی تب بھی عادت کی کوشش کرنا چاہیے۔ بندہ جب حجاز گیا تھا، تو وہاں کے بعض احباب نے جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے۔ مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا تھا، ہم نے سنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے۔ اس کے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے، پھر باہر نکالا جاتا ہے، پھر اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے، پھر باہر نکال کر دیکھتے ہیں، پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔“

غرض اس انداز سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو اس تذکرہ سے قے ہو جائے گی۔

لیکن کسی ہندی کو کراہیت کا خیال بھی نہیں آتا۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرنی کا چمچہ سارا منہ میں لے لیا جاتا ہے، پھر اس لعاب کے بھرے ہوئے کور کابی بھی ڈال دیا جاتا ہے، پھر دو بارہ اور سہ بارہ۔ اسی طرح اور سینکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہیت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا“ (خصائل ص ۸۳)

(۱۳۲/۳) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ يَزِيدَ الصُّدَائِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا أَنَا فَلَا أَكُلُ مُتَكِنًا.  
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ نَحْوَهُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن علی بن یزید صدائی بغدادی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یعقوب بن اسحاق حضرمی نے روایت کیا۔

انکو یہ حدیث شعبہ سے سفیان ثوری کی وساطت سے پہنچی، انہوں نے علی ابن اقر سے اور انہوں نے علی صحابی رسول حضرت ابو جحیفہ سے نقل کیا ہے۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

راویان حدیث (۳۳۱) حسین بن علی بن یزید الصدائی اور (۳۳۲) یعقوب بن اسحاق الحضرمی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک تعارض سے جواب :

قال النبي صلى الله عليه وسلم أَمَا أَنَا فَلَا أَكُلُ مُتَكِنًا، اس حدیث کی تشریح گذشتہ صفحات میں حدیث (۱۲۷/۳) باب ما جاء في التكاة رسول الله صلى الله عليه

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 وسلم میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔  
 اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ انہ اکل مرة متکنا یعنی حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ٹیک لگا کر کھانا کھایا تھا۔  
 علامہ البجوریؒ اس کی متعدد توجیہات کرتے ہیں۔

(۱) فلعله لبيان الجواز۔ (شاید کہ صرف بیان جواز کے لئے ہو)  
 (۲) او كان قبل النهي، (یا یہ آپؐ کے منع کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو) جس کی تائید  
 اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے ابن شاہین نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے کہ ان  
 جبرئیل رأی المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم یا کل متکنا فنہاہ (مواہب ص ۱۱۳) کہ  
 بیشک جب جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ تکیہ لگا کر کھا رہے  
 ہیں تو اس کو منع کر دیا۔

(۳) ٹیک لگا کر کھانے سے طعام بہ سہولت نیچے نہیں اترتا اور نہ اسے معدہ بہ سہولت قبول  
 کرتا ہے اور بعض اوقات اس سے تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے نبی علیہ السلام نے  
 فرمایا کہ میں تو تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

-----  
 (۱۳۵/۱۲) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ  
 بْنِ عُرْوَةَ عَنِ ابْنِ لَكَبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہارون بن اسحاق ہمدانی نے بیان کی۔ انکے  
 پاس اسے عبدہ بن سلیمان نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ  
 روایت کعب بن مالکؓ کے فرزند سے سنی۔ جنہوں نے اسے اپنے باپ حضرت کعبؓ کے  
 حوالے سے پیش کیا۔ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی عادت تریفہ تین  
 انگلیوں سے کھانا تناول فرماتا۔ نے کی تھی اور ان کو حاث بھی لیا کرتے تھے۔



## تین انگلیوں سے کھانے کی مزید توضیح :

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ياكل باصابعه الثلاث ويلعقهن. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور ان کو چاٹ لیتے تھے۔ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ پانچ انگلیوں سے کھانا حریص قسم کے لوگوں کا کام ہے۔ علامہ لہجوریؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت نقل کرتے ہیں کہ ”الأكل باصبع اكل الشيطان وباصبعين اكل الجابرة وبالثلث اكل الانبياء (کہ ایک انگلی کیساتھ کھانا شیطان کے کھانے اور دو انگلیوں کیساتھ متکبرین اور بڑے لوگوں کے کھانے اور تین انگلیوں کے ساتھ نبیوں کے کھانے کا طریقہ ہے) (مواہب ص ۱۱۴) حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے ”الأكل باصبع واحد مقت وبائنتين تكبر وبالثلثة سنة و بازيد شرة“۔ (کہ ایک انگلی سے کھانا مبغوض اور قابل نفرت اور دو انگلیوں سے تکبر ہے اور تین انگلیوں سے سنت ہے اور اس سے زیادہ انگلیوں کے ساتھ کھانا حرص اور ہلکا پن ہے)۔ بعض روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا بھی ثابت ہے، تو وہ بوجہ ضرورت کے ہے۔ کوئی ایسی چیز ہو، جس کو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو، تو پھر پانچوں سے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ تاہم اس سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے کہ لقمہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فم معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانے کا سبب بھی ہو جاتا ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اور بما سذ المعجری فمات فوراً. (مواہب ص ۱۱۴)

## چمچوں کا استعمال :

بعض صالحین نے چمچوں کے استعمال سے بھی پرہیز کیا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین انگلیوں سے کھانا کھانا ثابت ہے۔

ہارون رشید کے بارے میں آیا ہے۔ جب ایک مرتبہ ان کے سامنے طعام لایا گیا، تو انہوں نے چمچ طلب فرمائی۔ اس وقت امام ابو یوسفؒ ان کے ہاں تشریف فرما تھے، انہوں

نے ہارون رشید سے عرض کی۔

حضور! جاء في تفسير جدك ابن عباس في تفسير قوله تعالى 'ولقد كرمتنا بني آدم جعلنا لهم اصابع ياكلون بها' فاحضرت الملائق فردها واكل باصابعه (مواهب ص ۱۱۴)  
یعنی تمہارے دادا جان حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر آیہ کریمہ ولقد کرمتنا بنی آدم کے ضمن میں فرمایا ہے:

”جعلنا لهم اصابع ياكلون بها (کہ ہم نے ان کو انگلیاں دیں جن سے وہ کھاتے ہیں) تو ہارون الرشید نے چمچوں کو واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھانا کھایا۔

(۱۳۶/۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ اتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت فضل بن دکین سے اخذ کی۔ انہوں نے یہ روایت مصعب بن سلیم سے سنی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے، بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹیک لگا کر کھانا بوجہ عذر کے تھا :

يقول اتى رسول الله عليه وسلم بتمر فرأيتُه ياكل وهو مقع من الجوع . حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، تو میں نے دیکھا کہ وہ تناول فرما رہے ہیں اور بھوک کی وجہ سے سہارا لیئے ہوئے تھے۔

مقع ، اقعاء سے ہے، وهو ان يستند الانسان الى ما وراءه من الضعف

(اتحافات ص ۲۰۰) (اور وہ یہ کہ انسان کسی چیز کو ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اپنے پیچھے تک یہ کیلئے کھڑا کرے)۔ اکڑوں بیٹھنے، دونوں سرینوں پر بیٹھنے اور دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے کسی چیز کا پیٹھ پیچھے سہارا لینے کو اقعاء کہتے ہیں۔ احادیث میں ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے۔ حدیث باب میں جو اقعاء کا ذکر ہے، یہ بوجہ عذر و ضرورت کے تھا، یعنی بھوک تھی اور ضعف تھا۔ علامہ بیجوری فرماتے ہیں۔ و لیس فی هذا ما يدل على ان الاستناد من اداب الاكل لانه انما فعله لضرورة الضعف (مواہب ص ۱۱۴) (اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو یہ دلالت کرے کہ ٹیک لگانا یہ کھانے کے آداب و سنن میں ہے کیونکہ آپ نے تو یہ فعل بوجہ عذر کمزوری اور ضعف کیا تھا)

لہذا نہ تو اس روایت پر ان احادیث کا اشکال ہو سکتا ہے، جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

=====



## بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے بیان میں

گذشتہ باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور اس کی کیفیت کا بیان تھا۔ اس باب میں آپ ﷺ کی کھائی جانے والی روٹی کا بیان ہے کہ وہ گندم کی ہوتی تھی یا جو کی، میدے کی ہوتی تھی یا چھنے ہوئے آٹے کی، پراٹھے بھی ہوا کرتے تھے یا نہیں۔ میدہ کی روٹی کا آپ سے کھانا ثابت نہیں۔ میدہ کی روٹی مالداروں کی غذا تھی، گندم تو کاشت ہی نہیں ہوتی تھی، دور دراز علاقوں شام وغیرہ سے منگوائی جاتی تھی۔ حضور اقدس کو بالعموم جو کی سادہ روٹی میسر آتی تھی، جسے آپ تناول فرماتے اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ پراٹھہ پکنے کا ذکر تو روایت میں ملتا ہے، مگر کھانے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ روایات نقل کی ہیں، ای باب بیان صفة خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۱۱۴) یعنی باب حضور کی روٹی کے اوصاف کے بیان میں۔

والخبز (بالضم) الشيء المنخبوز من نحو برو هو المراد هنا (مواہب ص ۱۱۴) خبز بضم الخاء سے مراد ایسی چیز جو گندم وغیرہ سے پکائی ہوئی ہو۔ اور یہاں بھی یہی مراد ہے۔  
هو ما يخبز من براوشعير وغيرهما (اتحافات ص ۲۰۲) جو گندم یا جو وغیرہ سے پکائی جائے۔

(۱۳۷/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْرِ الشَّعِيرِ يَوْمَئِذٍ مُتَّابِعِينَ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی“ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ثنیٰ اور محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کو شعبہ نے ابوالحق کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن ابن یزید کو اسود بن یزید سے روایت بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے اخذ کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ کی وفات تک حضورؐ کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

راویان حدیث (۳۳۳) عبدالرحمن بن یزید اور (۳۳۴) اسود بن یزید کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ”آل“ مقحم یا غیر مقحم :

ماشبع ال محمد..... الخ، شعب کا معنی شکم سیر ہونا۔ من باب طرب (مواہب ص ۱۱۴) اس روایت میں لفظ ”آل“ اگر مقحم زائد ہو، تو مراد آپؐ کی ذات مبارک ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ خود سرور عالم نے مسلسل دو روز تک گندم کی روٹی، تو اپنی جگہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور اگر لفظ ”آل“ مقحم نہ ہو، تو آپؐ کی ذات بمع اہل خانہ کے مراد ہے۔ یعنی آپؐ کے حین حیات آپؐ کے اہل خانہ نے بھی مسلسل دو روز تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

والمراد بالآل هنا ازواجه والذین كان ينفق عليهم ويعولهم ويحتمل ان يكون لفظ ”آل“ زائد افيكون المراد ماشبع رسول الله صلى الله عليه وسلم (اتحافات ص ۲۰۲) اور یہاں آل سے مراد آپؐ کی ازواج مطہرات اور جن پر آپؐ خرچ کیا کرتے یعنی اہل و عیال اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں لفظ آل زائد ہو تو پھر مراد یہ ہوگا کہ خود حضورؐ سیر نہیں ہوتے تھے۔ الخ)

اس سلسلہ میں مختلف احادیث منقول ہیں۔ ایک حدیث میں ہے، ماشبع آل محمد من طعام ثلاثة ايام (کہ حضورؐ کے اہل و عیال نے تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا) اور ایک دوسری روایت ہے، ماشبع آل محمد من خبز مادوم (محمدؐ کے اہل و عیال

سیر نہیں ہوئے ایسی روٹی سے جو سالن کے ساتھ ہو) ایک اور حدیث میں ہے، ما شبع ال محمد یومین الا واحد ہما تمر (کہ پیٹ بھر کر نہیں کھائی حضور کے گھرانے نے مسلسل دو دن مکران میں سے ایک دن کھجور ہوتی تھی)۔ گویا ایک دن کھانا ایک دن فاقہ ہوتا تھا۔ سخاوت، بخشش اور جو دو عنایت آپ اور آپ کے خاندان کا امتیازی وصف تھا۔ فقیروں، عاجزوں، مسکینوں اور غریبوں کی پرورش آپ کی شفیق طبیعت تھی، اس لئے ایک روز آپ اور آپ کے اہل بیت روٹی سالن کھالیا کرتے تھے۔ دوسرے روز کھجور پر گزارا کر کے غریبوں، فقراء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ دنیاوی عیش و عشرت اور فارغ البالی کو ان مقدس وجودوں نے پسند ہی نہیں فرمایا، بلکہ فقر و فاقہ کی زندگی کو تمام لذتوں پر ترجیح دے کر پیارے محبوب کے نقش قدم پر چلنے کو باعث فخر سمجھتے۔

### ایک اشکال کا جواب :

بعض روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضور اقدس اپنے اہل بیت کو ایک ایک سال کا نفقہ عنایت فرما دیا کرتے تھے۔ دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اس کے متعدد جوابات بیان کئے ہیں۔

(۱) اس حدیث میں لفظ ”اہل“ مقم یعنی زائد ہے۔ مراد خود ذات اقدس ہے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی ذخیرہ نہیں کیا۔

(۲) حضور اقدس تو اپنی ازواج مطہرات کو سال کا ذخیرہ حوالہ کر دیا کرتے تھے، مگر ازواج مطہرات شوقِ ثواب میں سب کچھ فقراء مساکین اور محتاجوں میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ ولا ینافی ذلک انہ کان یدخر فی آخر حیاتہ قوت سنة لعیالہ لانه کان یعرض لہ حاجۃ المحتاج فیخرج فیہا ما کان یدخرہ۔ (مواہب ص ۱۱۵) اور یہ آپ کی گذشتہ حالت کے منافی اور مخالف نہیں کیونکہ آپ تو اپنی آخری زندگی میں اپنے اہل و عیال کے لئے پورے سال کا غلہ ذخیرہ فرما دیتے تھے لیکن جب کوئی محتاج اپنی حاجت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ تو پھر ذخیرہ شدہ میں سے اس کی حاجت کے لئے نکال لاتے۔

(۳) حضور اقدس اور ازواج مطہرات کا فقر اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا، کیونکہ آپ



خود کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور ازواجِ مطہرات اپنے نفقات کا صدقہ کر لیا کرتی تھیں۔ فقرِ اختیاری کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) گھر میں سب کچھ موجود ہے۔ مگر کھاتے نہیں، یہ فقرِ مذموم ہے۔

(۲) جو مل جائے تناول کر لیا جائے، نہ ملے تو صبر کر لیا جائے۔ بظاہر یہ فقر

اضطراری ہے، مگر آپ کے حق میں اسلئے اختیاری ہے کہ آپ دعا سے متمول بن سکتے تھے۔ اُحد پہاڑ سونے کا بنانے کی پیش کش کی گئی، مگر آپ نے اختیاراً فقر کو ترجیح دی، بلکہ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے، اللھم احینى مسکینا وامتنى مسکینا واحشرنى فى زمرة المساکین۔ (اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے موت بھی مسکینی میں دے اور آخرت میں مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھائیے)۔ فقرِ اختیاری کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کے پاس جتنا مال بھی آجاتا تھا، آپ اس کو راہِ خدا میں فوراً خرچ کر دیتے اور آپ کے پاس کچھ باقی نہ رہتا۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا کی توجیہات :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے بھی اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں، فرماتے ہیں۔

(۱) یہ کہ سال بھر کا نفقہ اس حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن کی روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو، بلکہ کبھی روٹی، کبھی کھجوریں اور کبھی فاقہ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہی ہوں۔ اس حدیث میں اس کی نفی نہیں بلکہ یہاں تو صرف روٹی کی نفی ہے۔

”الشبع“ کی مضرتیں :

علماء نے اس پر تنبیہ کی ہے جو شبع (پیٹ بھر کر کھانا) معدہ میں فساد پیدا کرے اور پیٹ بڑھائے وہی ”منہی عنہ“ یعنی ممنوع ہے اور حق بھی یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا اعضاء کو عبادت میں بوجھل بنا دیتا ہے۔ انسان میں فطری اور طبعی نشاط کو ختم کر دیتا ہے۔

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 نیند کی کثرت اور سستی و غفلت کا باعث بنتا ہے، صاحبِ اتحافات بھی یہی نقل کرتے ہیں:  
 والحق ان الشبع یثقل الاعضاء عن العبادة، ویقلل نشاط المرء و یکثر من نومہ و تناؤ بہ.  
 (اتحافات ص ۲۰۲)

(۱۳۸/۲) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الثُّورِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ  
 عُثْمَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ مَا كَانَ يُفْضَلُ عَنْ  
 أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبْزُ الشَّعِيرِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عباس بن محمد دوری نے بیان کی۔ وہ کہتے  
 ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن ابی بکیر نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کو حریز بن عثمان  
 نے سلیم بن عامر کے واسطے سے بیان کیا۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہؓ باہلی کو یہ کہتے  
 ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں پختی تھی۔

راویان حدیث (۳۳۵) یحییٰ بن ابی بکیر (۳۳۶) حریز بن عثمان (۳۳۷) سلیم بن عامر  
 اور (۳۳۸) ابو امامہ الباہلی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کچھ بھی نہ رہتا :

ما كان يفضل عن اهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خبز الشعير :

فضل کا معنی باقی رہنا، بچنا اور زیادہ ہو جانا، آتا ہے۔ ای یزید (يفضل کا معنی یزید ہے) (جمع  
 ص ۲۳۸) یعنی دسترخوان پر جب کھانا چنا جاتا ہے، وہ اتنا ہی ہوتا تھا کہ سارا کھالیا جاتا تھا،  
 بمشکل اس سے شکم سیری ہوتی ہے۔ یعنی آپ کے گھر میں اشیاء خورد و نوش بہت قلیل ہوا  
 کرتے تھے کہ جو کی سادہ روٹی بھی بمشکل میسر تھی۔ اس کے فاضل بچے رہنے کا سوال ہی  
 پیدا نہ ہوتا تھا۔ میرک فرماتے ہیں ”ای کان لا یبقی فی سفرتہم فاضلاً عن ما کولہم“  
 (یعنی ان کے دسترخوان میں کھائے گئے کھانے سے زائد نہیں بچتا تھا) سیدہ عائشہؓ کی اس  
 حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ قالت مارفع عن مائلتہ کسرة خبز حتی قبض  
 (آپ کے دسترخوان سے آپ کی وفات تک کوئی بچا ہوا ٹکڑا نہیں اٹھایا گیا) وقد ورد عن

عائشہؓ ایضاً انہا قالت توفی صلی اللہ علیہ وسلم ولس عندی شیء یا کله فو کبد الا شطر شعیر فی رف ای نصف وسق فا کلت حتی طال علی فکلته ففنی . (مناوی ص ۲۳۸) اور اسی طرح حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی جب وفات ہوئی تو میرے پاس کسی جگر والے یعنی ذی روح کے لئے کھانے کو کچھ بھی موجود نہ تھا مگر آدھے وسق کی مقدار میں جو میں اس سے کھایا کرتی کافی مدت تک پھر میں نے جب اس کو ماپ لیا تو پھر ختم ہو گئے)

(۱۳۹/۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَابٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي الْمَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرَ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد اللہ بن معاویہ جمی نے بیان کی۔ اُنکے پاس یہ روایت ثابت بن یزید نے ہلال بن خباب کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عکرمہ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے گھر والے کئی کئی رات پے در پے بھوکے گزار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا، اور اکثر غذا آپ ﷺ کی جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (گو کبھی کبھی گیسوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی)۔

راویان حدیث (۳۳۹) عبد اللہ بن معاویہ الجمعیؒ اور (۳۴۰) ہلال بن خبابؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ”طاویاً“ کا معنی :

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت ..... الخ، طاوياً : طوى سے ہے۔ باب ضرب بمعنی لپیٹنے کے، اگر باب علم سے ہو تو، بمعنی بھوکا رہنے کے ہے۔ طاوی



کا معنی مجازاً بھوکا ہونا آتا ہے۔ ای خالی البطن جائعاً وطوی (بالفتح) اذا جوع نفسہ  
قصداً (جمع ص ۲۳۸) یعنی خالی پیٹ (بھوکا) اور طوی (فتح کیساتھ) کا معنی یہ ہے کہ جب  
اپنے آپ کو قصداً بھوکا رکھے۔

عشاء! عین کے فتح کے ساتھ وہو مایو کل عند العشاء (بالکسر) (جمع ص  
۲۳۹) جو چیز رات کو عشاء کے وقت کھائی جائے۔

## لفظ ”اہل“ کی تشریح :

اہلہ! مراد عیال ہیں، زوجہ سے بھی کنایہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،  
وسار باہلہ (کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ چلے) وتاہل بمعنی تزوج کے  
ہے۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں: والمراد باہلہ عیالہ الذین فی نفقته وفي المغرب اہل الرجل  
امرأته وولده والذین فی عیالہ ونفقته وكذا كل أخ وأخت وعم وابن عم وصبی یقوتہ فی  
منزلہ (مواہب ص ۱۱۵) اور اہل سے مراد گھرانے کے وہ افراد ہیں جن کا نان نفقہ اسکے  
ذمہ ہو اور لغت کی کتاب مغرب میں ہے کہ ایک شخص کے اہل اس کی بیوی اولاد اور گھرانے  
کے وہ لوگ جن کا خرچ و خوراک اس کے ذمہ ہو اور اسی طرح ہر بہن اور بھائی چچا اور چچا زاد  
بھائی اور دیگر چھوٹے بچے جو اس گھر میں پلتے ہوں (وہ سب اس کے اہل کہلاتے ہیں)

## اظہار فقر سے اجتناب :

مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ یہ تو حضور اقدسؐ اپنی  
شرافت نفس و عظمت منصب اور رفعت مقام کی وجہ سے اپنے صحابہ کرامؓ سے بھی اس  
کیفیت فقر و افلاس کو چھپائے رکھتے تھے۔ علامہ البیجوریؒ کے الفاظ میں یبالغ فی سترہ  
ذلک عن اصحابہ، آپ اپنے صحابہؓ سے اس کو چھپانے کی انتہائی کوشش فرماتے تھے ورنہ  
یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو آپ کے اور اہل بیت اطہار کے فقر و افلاس کا علم ہو  
اور یہ بھی معلوم ہو کہ دو دو تین تین روز فاقہ سے گزر رہے ہیں اور وہ خاموش رہیں اور تعاون  
نہ کریں، مگر آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے اپنے فقر و احتیاج کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

اس میں بھی تعلیم امت مقصود تھی کہ غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے باوصف دستِ سوال نہیں پھیلانا چاہیے۔ و ہذا يدل على فضل الفقر والتجنب عن السؤال مع الجوع (مواعظ ص ۱۱۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ کے باوجود یہ عمل دستِ سوال سے بچنے کی فضیلت پر دلالت کر رہا ہے۔

روٹی اکثر جو کی تناول فرماتے :

وكان اكثر خبزهم خبز الشعير: حضور اقدس کی روٹی اکثر جو کی ہوا کرتی تھی اور اگلی روایت میں آ رہا ہے کہ جو کا موٹا آٹا ہوتا تھا۔ چھلنی بھی نہ ہوتی، پھونکوں سے تنکے اڑا دیئے جاتے تھے۔

(۱۴۰/۱۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَارَى فَقَالَ سَهْلٌ مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى فَقِيلَ لَهُ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ فَقِيلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ قَالَ كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَتْمْ نَعْبَجُهُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی ان کے پاس بیان کیا عبد اللہ بن عبد المجید حنفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد الرحمن نے بیان کی، جو کہ ابن عبد اللہ بن دینار تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو حازم نے صحابی رسول حضرت سہل بن سعد کے حوالے سے بیان کی۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضور کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، پھر سائل نے پوچھا کہ حضور کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انہوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں۔ سائل نے پوچھا پھر جو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ہیں) سہلؒ نے فرمایا کہ اس کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو موٹے موٹے تنکے  
 ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے، باقی گوندھ لیتے تھے۔  
 راویان حدیث (۳۲۱) عبد اللہ بن عبد المجید الحنفیؒ (۳۲۲) عبد الرحمن یعنی عبد اللہ بن دینارؒ  
 (۳۲۳) ابو حازمؒ اور (۳۲۴) سہل ابن سعدؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“  
 میں ملاحظہ فرمائیں۔

## لفظ ”النقی“ اور ”الحواری“ کی تشریح :

اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النقی یعنی الحواری : النقی چھنا ہوا  
 آٹا اور میدہ اس کو الحواری بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ وہی  
 ثابتہ فی نسخة (مواہب ص ۱۱۶) (اور یہ ہمزہ ایک نسخہ میں موجود ہے)۔ النقی : اس  
 لئے کہتے ہیں کہ وہ چھلنی سے صاف ہو کر آتا ہے۔ لبقائه من النخالة قال :

يطعم الناس اذا ما امحلوا من نقی فوقہ ادمہ  
 شاعر کہتا ہے کہ (میرا مدوح) لوگوں کو کھلاتا ہے جب وہ قحط زدہ ہوتے ہیں میدہ کی روٹی  
 سالن کے ساتھ۔

الحواری : النقی کی تفسیر ہے، جو راوی کا اور ارج ہے، هو الذی نخل مرة  
 بعد مرة من التحویر والتبیض وهو تفسیر ملرج. (اتحافات ص ۲۰۵) (حواری وہ میدہ  
 اور آٹا ہے جو کئی بار چھانا جائے یہ تحویر اور تہیض (سفیدی کے مادہ سے ہے اور نقی کی تفسیر  
 حواری ہے یہ راوی کا اور ارج ہے۔

حواری مخلص دوست کو کہتے ہیں، قال الحواریون نحن انصار اللہ (صف  
 ۱۴) مخلص دوستوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک مخلص دوست ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ خلاصہ یہ  
 کہ حضرت سہلؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپؐ نے اپنی زندگی میں کبھی چھنے ہوئے آٹے  
 سے پکی ہوئی روٹی بھی کھائی ہے۔



حضورؐ نے میدہ کبھی دیکھا بھی نہیں :

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ کھانا تو کجا، مارأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النقی، آپؐ نے زندگی میں چھنا ہوا آٹا یا میدہ دیکھا بھی نہیں ولوکن سہلاً لم ینف الأکل فقط بل نفی الرؤیة کذا لک (اتحافات ص ۲۰۵) یہاں حضرت سہلؓ نے صرف میدہ کی روٹی کھانے کی نفی نہیں کی بلکہ دیکھنے تک کی بھی کر دی۔ حتی لقی اللہ۔ یہ وصال مبارک سے کنایہ ہے کیونکہ موت اللہ کی ملاقات کے اولین مقدمات میں سے ہے۔ ظاہر روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے چھنا ہوا آٹا اور میدہ نہ تو بعثت سے قبل دیکھا تھا اور نہ بعد میں، لم یر النقی قبل البعثۃ ولا بعدھا (اتحافات ص ۲۰۵) حضرت سہلؓ سے ایک دوسرے طریق سے روایت منقول ہے، مارأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منخلاً من حین ابعثہ اللہ حتی قبضہ (جمع ص ۲۲۰) (نبی کریمؐ نے بعثت سے لے کر وصال تک کبھی چھانی کو دیکھا بھی نہیں)

حضرت سہلؓ سے مزید پوچھا گیا، هل كانت لكم مناخل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھاننیاں ہوتی تھیں) مناخل، منخل کی جمع ہے، وهو الة المنخل وهو معروف (وہ چھاننے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو لوگوں میں مشہور ہے) (اتحافات ص ۲۰۵) جسے ہم اردو میں چھاننی کہتے ہیں۔

جب سوال بصیغہ جمع ہے، یعنی هل كانت لكم (معشر الصحابة من المهاجرین و الانصار) (اے جماعت صحابہ! (مہاجرین و انصار) کیا تمہاری چھاننیاں ہوتی تھیں) (مواہب ص ۱۱۶) تو اس کا جواب بھی جمع کے صیغے میں دیا گیا۔ ما كانت لنا مناخل (ہماری چھاننیاں نہیں تھیں)۔

آٹا صاف کرنے کا طریقہ :

سامعین نے روایت پر اور قصہ پر تعجب کیا، اس لئے پھر سوال کیا گیا، کیف کنتم تصنعون بالشعیر (تو پھر جو (پسے ہوئے) کیسا تمہارا کیا معاملہ کرتے تھے)، تو

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 جواب میں حضرت سہلؓ نے فرمایا، کنا ننفخہ یعنی جو کا آٹا پیس کر اوپر سے پھونک مارتے تھے جس سے موٹا موٹا چھلکا اڑ جاتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ”النفخ“ کی تفسیر ”نقول اف“ (کہ ہم اس پر اف کرتے) سے بیان کی گئی ہے۔ فیطیر منہ ماطر کالتین ویقی الدقیق (اتحافات ص ۲۰۵) تو جس چیز (تیکے وغیرہ) نے اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتی (اور اس کا آٹا رہ جاتا)۔ ثم نعبجنہ، پھر اسے ہم گوندھا یا کرتے تھے اور وہی پکا کر کھایا کرتے تھے۔ عجین اس آٹے کو کہتے ہیں، جو پانی میں گوندھا گیا ہو، عجن کا معنی گوندھنا۔

حضور اقدس ﷺ نے ساری عمر ان چھنا آٹا استعمال فرمایا :  
 خلاصہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بے چھنے آٹے (گیہوں یا جو) کی روٹی نوش فرماتے رہے۔ طبی نقطہ نگاہ سے بھی ان چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی معدہ پر ثقل اور گرانی پیدا کرتی ہے۔

### چھلنی کی بدعت :

بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی بدعت در آنے والی چھلنیوں کی ترویج ہے۔ ولذا قيل المنخل اول بدعة في الاسلام (جمع ص ۲۲۰) تاہم یہ ملحوظ رہے کہ یہاں بدعت سے مراد وہ بدعت نہیں جو سنت کے مقابلہ میں ہے اور مذموم ہے بلکہ جدید اقدام اور جدید طریقہ رائج کرنے کے اعتبار سے بدعت کہا گیا ہے۔ تاہم اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، وقد نقل المناوی عن الغزالی وهذا لا يقتضى ان اتخاذ المناخل لنخل الطعام منہی عنه، لأن القصد من النخل تطيب الطعام وهو مباح ما لم يؤد الى التعم المفرط . (اتحافات ص ۲۰۵) اور تحقیق علامہ مناویؒ نے امام غزالیؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ اس روایت سے آٹا چھاننے کے لئے چھاننیاں بنانے کا عدم جواز معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ آٹا وغیرہ کو چھاننے سے کھانے کی اصلاح اور اچھا بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ ایک مباح اور جائز امر ہے اگر انتہائی عیش پرستی کے لئے نہ ہو۔ (واللہ اعلم)

(۱۴۱/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكَّرٍ وَلَا خُبْزٍ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلَى مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ قَالَ عَلَى هَذِهِ السُّفْرِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ يُونُسُ هَذَا الَّذِي رَوَى عَنْ قَتَادَةَ هُوَ يُونُسُ الْأَسْكَافِيُّ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی معاذ بن ہشام نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے یونس کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے اس کو قتادہ سے نقل کیا اور قتادہ نے یہ روایت حضرت انس بن مالک سے روایت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا، نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا، نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر نوش فرماتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دسترخوان پر۔

### لفظ ”خِوَان“ کی تشریح :

ما اكل نبي الله صلى الله عليه وسلم... الخ، خِوَان (خا کے کسرہ کے ساتھ) اس کی جمع خُون آتی ہے، جو خُون سے مخفف ہے۔ خِوَان (خا کے ضمہ کے ساتھ) بھی ایک لغت میں آتا ہے، وہ اونچی شئی جس پر اہل امصار کھانا کھاتے ہیں، جس کے نیچے پائے ہوں، میز اور تپائی وغیرہ، هو الشيء المرتفع الذي ياكل عليه اهل الامصار (اتحافات ص ۲۰۶) قيل وسمي خِوَانًا لانه يتخون ما عليه اي يتقص۔ (جمع ص ۲۴۱) اور اسے خِوَان اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس پر ہوتی ہے وہ کھانے سے کم ہوتی جاتی ہے۔ اس میں ایک تیسری لغت بھی منقول ہے اور وہ اخوان (ہمزہ کا کسرہ اور خاء ساکن) کے ساتھ ہے لعلها سميت بذلك لا اجتماع الاخوان والا صحاب عندها وحولها (جمع ص ۲۴۱) (اور شاید اسکی وجہ تسمیہ یہ بھی ہو کہ بھائی اور ساتھی اسکے پاس اور ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں)۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ لفظ اسم عجمی ہے، معرب ہے۔



## تپائی اور میز پر کھانا کھانے کا حکم :

اس کا استعمال عموماً مترفین کرتے ہیں۔ یہ صنیع الجبارین ہے، لئلا یفتقرا الی خفض الرأس عند الاکل (جمع ص ۲۴۱) (یہ متکبرین اور بڑے مالداروں کا طریقہ ہے کہ انکی تو خواہش ہوتی ہے کہ کھانے کی وقت سر جھکانے کی بھی ضرورت نہ ہو)۔ متکبرین، مترفین اور جبارین کی متکبرانہ اور شنیعہ عادت ہونے کے پیش نظر آپؐ کو پسند نہ تھی۔ اس لئے کبھی بھی اسے اختیار نہ فرمایا۔ اس لئے مناویؒ، ملا علی قاریؒ اور علامہ لیبجوریؒ سب نے لکھا ہے۔ فلا کل علیہ بدعة لکنها جائزہ (جمع ص ۲۴۱) پس اس (میز تپائی وغیرہ) پر کھانا بدعت ہونے کے باوجود جائز ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، وجاء النهی عنه اذا قصد الاکلون تکبرا فان لم یقصدوا ذلک فلا جناح (اتحافات ص ۲۰۶) (اور ان پر کھانے کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ ان پر کھانے والوں کے ارادے تکبر اور بڑائی کے ہوں اگر ان کا مقصد یہ نہ ہو تو پھر صرف ان پر کھانے میں گناہ نہیں۔ کوکب دری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں میز پر کھانا کھانا نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔ تاہم ضرورت، مجبوری، ماحول اور بعض ایسے حالات جہاں تکبر اور تشبہ کا احتمال نہ ہو میز اور تپائی کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔

## چھوٹی پیالیوں اور چٹنی وغیرہ کے برتنوں کا استعمال :

سُكْرَجَةٌ: چھوٹا برتن، چھوٹی پلیٹ، چھوٹی طشتری اور چھوٹی پیالی وغیرہ، جس میں چٹنی، اچار، مربہ اور سلاط وغیرہ رکھی جاتی ہے۔ ابن العربیؒ فرماتے ہیں، اناء صغیر یوضع فیہ الشیء القلیل المشہی للطعام الهاضم له کالسلطة والمنخل (مواہب ۱۱) کھانے کے ساتھ دسترخوان پر جو متعلقات رکھی جاتی ہیں، چٹنیاں اور مربے وغیرہ، جن سے کھانے میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ اشتہاء کھلتی ہے اور زیادہ کھایا جاسکتا ہے۔ حضور اقدسؐ نے ہمیشہ ان چیزوں سے احتراز فرمایا۔ اس لئے ان کے لئے استعمال ہونے والے برتن

بھی استعمال نہیں کئے، بلکہ آپؐ تو پیٹ بھر کا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس لئے ہاضم اشیاء کے استعمال کی ضرورت بھی نہ ہوتی تھی، بل کان لایاکل الا لشدة الجوع ولانھا اوعیة الالوان ولم تکن الالوان من شان العرب (بلکہ آپؐ تو انتہائی بھوک کی وجہ سے کھانا کھاتے تھے نیز یہ برتن متنوع اشیاء کے رکھنے کے لئے ہوتے ہیں اور عرب میں متنوع اور مختلف قسم کے کھانوں کا رواج نہیں تھا)۔ بلکہ عربوں کا محبوب کھانا شرید ہوتا تھا، جس پر گوشت کے ٹکڑے پڑے ہوتے تھے، انما کان طعامهم الشرید علی مقطعات اللحم (مواہب ص ۱۱۷) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے سکر جہ اس لئے بھی استعمال نہیں فرمایا کیونکہ اکثر متکبرین، خیلاء اور جبارین اسے استعمال کرتے ہی۔ او انہ من علامات البخل، والاظہر انہ من دأب المترفین و عاده الحریصین علی الاکل المفرطین۔ (جمع ص ۲۳۱) (اور یا یہ) (چھوٹے برتنوں کا) استعمال بخل کی علامت ہے۔ البتہ زیادہ واضح بات یہی ہے کہ بیشک یہ طریقہ عیش پرست اور انتہائی زیادہ کھانے والے حریص لوگوں کی عادت ہے۔

### میدہ کی روٹی :

ولاخبز له مرقق، اور نہ ہی آپؐ کے لئے کبھی میدہ کی چپاتی پکائی گئی۔ مرقق باریک اور پتلی روٹی، ای

(۱) ملین محسن کخبز الحواری

(۲) وقیل الخبز المرقق هو الرغیف الواسع الرقیق ویصل له الرقاق (اور بعض نے خبز مرقق کی تعریف یہ کی ہے کہ پتلی اور چوڑی روٹی جسے رقاق کہا جاتا ہے)۔

(۳) وقیل هو السمید ما یصنع من الکعک وغیرہ۔ (اور بعض نے کہا ایک وغیرہ قسم کی روٹی جو میدہ سے بنائی جاتی ہے)

ترقیق کا معنی تلین ہے اور ظاہر ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی روٹی اکثر جو سے ہوا کرتی تھی، جبکہ پتلی باریک روٹی (رقاق) گندم کے میدہ سے پکتی ہے اور بظاہر وہ آپؐ کو میسر نہ تھا اور نہ آپؐ اسے پسند فرماتے تھے۔

ترقیق الخبز بھی تو متکبرین اور مترفین کا وتیرہ ہے اور ارباب تکلف کا کام اور یہ تو بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ ذات اقدس تکلف اور تنعم سے بری تھی، بلکہ آپؐ زندگی بھر ان تکلفات و تنعمات کے قریب بھی نہیں پھٹکے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے، ما اعلم ان النبی رأی رغیفاً مرققا حتی لحق بالله وشاة سمیطا بعینہ حتی لحق بالله (جمع ص ۲۲۲) (کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ نبی کریمؐ نے وفات تک پتلی روٹی (چپاتی وغیرہ) یا سالم بکری بھنی ہوئی دیکھی ہو) اور اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ میدہ قابض، ثقیل، دیر ہضم اور مسدود ہے۔ میدہ کھانے والے اکثر قونج، بد ہضمی اور نفخ کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، انہیں بوا سیر اور قبض کی شکایت اکثر رہتی ہے۔

### ”السفرة“ کا معنی و تشریح اور استعمال :

فقلت لقتادة... الخ، جناب یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ سے دریافت کیا۔ فعلى ما كانوا ياكلون پھر کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے، انہوں نے جواب میں فرمایا، علی هذه السفرة اپنے اسی دسترخوان پر۔

السفرة: سفرة کی جمع ہے۔ اسے سفرة بھی اس لئے کہتے ہیں کہ جب بچھایا جاتا ہے تو اس پر چنا ہوا کھانا سب کا سب کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کما ان السفر یسمى سفراً لا سفاره من اخلاق الرجال (اتحافات ص ۲۰۷) جیسے کہ سفر کو اس لئے سفر کہا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے اخلاق (اچھے یا بُرے) کو ظاہر کر دیتا ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی تحریر فرماتے ہیں۔ والسفرة: جلد مستدیر وله معالیق وتضم و تنفرج، السفرة اخص من المائدة وهي ما يمد ویسط لیؤ کل علیہ سواء کان من الجلد او من الثياب (اتحافات ص ۲۰۷) (کہ سفرہ ایک گول قسم کا چمڑہ جس میں معالیق (لٹکانے کے آلات) ہوں جو سمیٹے جاتے ہیں اور کھلتے بھی ہیں) پھر انکی نسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کہ سفرہ خاص ہے ماندہ سے کیونکہ ماندہ ایسا دسترخوان جسے اس لئے بچھایا جائے تاکہ اس پر کھانا کھایا جائے وہ چمڑے کا ہو یا کپڑے کا)

ابن العربی فرماتے ہیں کہ طعام کو میز اور تپائی پر رکھ کر کھانا، متکبرین اور مترفین کا



طریقہ ہے اور زمین پر رکھ کر کھانا، سوء ادب ہے..... وفساد لہ۔ (اور اسکو خراب کرنا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان کا طریقہ اعتدال اختیار فرمایا: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: میز یا تپائی پر کھانا بادشاہوں کا عمل ہے، رومال پر کھانا اہل عجم کا عمل ہے اور السفرة پر کھانا عرب کا عمل ہے اور وہ سنت ہے۔ جسے علامہ بیجوریؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وقال الحسن البصری الاکل علی الخوان فعل الملوک وعلی المنديل فعل العجم وعلی السفرة فعل العرب وهو سنة. (مواہب ص ۱۱۷)

(۱۴۲/۶) حَلَّتْنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا شَبِعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِي إِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ أَدْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت عباد بن عباد مہلبی نے مجالد کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شعبی سے اور انہوں نے مسروق سے روایت کی۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی، مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہوں۔

مسروق نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے حضورؐ کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے، جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔

راویان حدیث (۳۴۵) عباد بن عباد المہلبی (۳۴۶) المجالد اور (۳۴۷) لشعبی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسروقؒ کی ضیافت کی :

قال دخلت علی عائشة .. الخ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین سیدہ

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 عائشہؓ کے پاس گیا۔ فدعت لی بطعام یعنی انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا، ای  
 امرت خادمہا ان یقلعہ الی، (یعنی اپنے خادم کو کہا کہ وہ میرے پاس کھانا لائے) مقصد یہ  
 ہے کہ انہوں نے میری ضیافت کی۔ فرمانے لگیں، ما اشبع من طعام، میں سیر ہو کر کبھی بھی  
 کھانا نہیں کھاتی جو کچھ میرے پاس ہوتا ہے، وہ سیر ہو کر نہیں کھایا جاتا۔ ابن حجرؒ فرماتے  
 ہیں کھانے سے مراد روٹی اور گوشت ہے، ای خبز ولحم۔ (یعنی روٹی و گوشت)

### حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا

فاشاء ان ابکی الالبکیت، یعنی میں اپنے سے رونا نہیں روک سکتی، رونا بہر صورت آیا  
 ہی چاہتا ہے جملے کا مفہوم واضح ہے۔ حضرت ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی میں سیر ہو  
 کر کھانا کھاتی ہوں، تو رونے کو جی چاہتا ہے۔ پس میں رو پڑتی ہوں۔ اصل ترکیب یوں  
 ہے۔ ما اشبع الالبکیت، لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے کہ میں نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا،  
 مگر رو پڑتی ہوں۔ مانافیہ کے بعد ال آیا ہے۔ اس لئے یہی مفہوم بنتا ہے۔ درمیان میں  
 فاشاء کا لفظ واقع ہے۔ یہ فادو قسم پر ہو سکتی ہے۔

(۱) تاکید یہ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جب بھی سیر ہو کر کھانا کھایا، تو رونے کو جی  
 چاہا ہے۔

(۲) اور اگر فاسیہ مان لیا جائے، تو پھر معنی ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا رونے کا سبب بن  
 جاتا ہے۔

### رونے کی وجوہات :

رونا کیوں آتا تھا، اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) آپؐ کی تنگدستی کا موازنہ جب دور فراخی سے کیا جاتا تھا تو اس دور کی عسرت  
 اور حضور اقدسؐ کے فقر و ناداری پر سیدہ عائشہؓ کو رونا آ جاتا تھا، مگر یہ توجیہ راجح نہیں کہ آپؐ  
 کا فقر اختیاری تھا اور اس پر آخرت میں انعامات موعود تھے۔ (۲) سیدۃ عائشہؓ کو رونا اس  
 لئے آتا تھا کہ آپؐ کے وجود مسعود میں فقر و فاقہ میں جو مستی و لذت تھی اور جو اجر و ثواب

موجود تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد وہ ان سے محروم ہو گئی۔ اس احساسِ محرومیِ ثواب پر انہیں رونا آتا تھا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں، ای تحزننا لتلك الشدة التي قاستها الحضرة النبوية او تأسفا على فوت تلك المرتبة العلية المرضية . (یعنی یہ غمگینی اور رونا یا تو اس تنگدستی اور سختی پر جو حضور نے برداشت کی تھی اور یا پھر ان مراتبِ عالیہ (اجر و ثواب) سے محرومی کے سبب جو اس وقت حاصل ہوتے تھے) (جمع ص ۲۴۳)۔

شیخ عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں، كان الشبع عند السيدة عائشة يشير حزنها، ويسيل دمعها لصلوة قلبها بحبيها وخشيتها من ربها . (حضرت عائشہ کے پاس کسی کا پیٹ بھرے کھانا اس کے غم کو ابھارتا اور اسکے آپ سے قلبی تعلق و محبت اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو جاری ہو جاتے)۔ (اتحافات ص ۲۰۷)

(۱۴۳/۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَئِذٍ مُتَابِعِينَ حَتَّى قُبِضَ .  
ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے ابو داؤد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث شعبہ نے ابواسحق کے واسطے سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن یزید سے سنا جو کہ اسود بن یزید سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی بیان کرتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔  
آپ ﷺ کو فقر پسند تھا :

قالت ماشع... الخ، شروع باب میں حدیث کی تشریح کی جا چکی ہے، مگر تھوڑا سا فرق ہے۔ وہاں سب گھروالوں آلِ محمد کا ذکر ہے اور یہاں صرف ذات والا ستودہ صفات کا ذکر ہے۔ دونوں احادیث کا مضمون ایک ہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 خاندان کو فقر پسند تھا اور الفقر فخری (فقر اور مسکینی تو میرا فخر ہے) آپ کی شانِ امتیاز  
 تھا، بلکہ اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں، جو کچھ میسر ہوتا، وہ حاجتمندوں،  
 غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

(۱۳۴/۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا  
 عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ سَعِيدٍ : بِنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقًّا حَتَّى مَاتَ .

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی۔ ان کو  
 عبد اللہ بن عمر اور ابو معمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبد الوارث نے سعد بن ابی  
 عروبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک  
 سے نقل کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس نے کبھی اخیر عمر تک میز  
 پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔

راویان حدیث (۳۳۸) عبد اللہ بن عمرو ابو معمر اور (۳۳۹) عبد الوارث کے حالات  
 ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### مضمون حدیث کا خلاصہ :

حدیث زیر بحث کا مضمون باب ہذا کی پانچویں حدیث کے ہم معنی ہے۔  
 روایات بھی دونوں حضرت انس سے منقول ہیں۔ حالت فقر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خود پسندیدہ تھی۔ اسی لئے اللہ پاک نے بھی اسی حالت میں رکھا، پھر آپ کے کھانے میں  
 علماء کے دو قول ہیں۔

(۱) آپ کو آپ کی پسند کے مطابق میسر ہی اتنا ہی آتا تھا، جو بقدر کفاف تھا، جس  
 کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا میسر تو ہوتا تھا، مگر تو اضعاً پیٹ بھر کر تناول  
 نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرمادیتے تھے۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِدَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کے بیان میں

### لفظِ اِداَمِ کی تشریح :

اِداَمِ: سالن کو کہتے ہیں۔ ہر وہ جامد شئی جیسے گوشت وغیرہ اور مائع چیز جو روٹی کے ساتھ لگا کر کھائی جاتی ہے۔ اِداَمِ کہلاتی ہے۔ مایؤ تدم بہ ویو کل بہ الخبز من خل وتمر و زیت ونحوہ۔ یعنی جس چیز کیساتھ روٹی کھائی جائے چاہے سرکہ ہو یا کھجور اور یا پھر زیتون وغیرہ کا تیل (اتحافات ص ۲۰۹)۔ اس کی جمع اُدم اور ادمۃ آتی ہے۔ اِداَمِ کے استعمال سے کھانا مرغوب اور زود ہضم بن جاتا ہے۔

شیخ البیجوری اِداَمِ کی تعریف میں لکھتے ہیں، مایساغ بہ الخبز ویصلح بہ الطعام، ہر وہ چیز جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے اور کھانا لذیذ ہو جائے۔ اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف چیزوں کے ساتھ روٹی کھانے کا بیان ہے۔ اس لئے بعض نسخوں میں، وما اکل من الالوان کا اضافہ بھی نقل ہوا ہے، مراد انواع الاطعمة (کھانے کی مختلف قسمیں) ہیں۔ آپ نے ایک غذا کا تعین اپنی ذات مبارکہ پر نہیں فرمایا تھا بلکہ جو میسر آتا، تناول فرمالتے تھے۔

کان یا کل ما تیسر من لحم وفا کھتو تمر وغیرہا (مواہب ص ۱۱۹) (آپ کو جو کھانا میسر ہو جاتا کھالیتے تھے چاہے گوشت ہو یا میوہ اور کھجور وغیرہ) وکذلک کان ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرتہ فی الطعام، لا یرد موجودا ولا یتکلف مفقودا فما قرب الیہ شیء من الطیبات الا اکلہ الا ان تعافہ نفسہ فیترکہ من غیر تحریم، وما عاب

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 طعاما قط ان اشتهاہ اکلہ والامر کہہ۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۳) (اور یہی حضور کے کھانے کا طریقہ اور عادت تھی کہ موجودہ چیز کو واپس نہ کرتے اور غیر موجود کے تلاش کی فکر نہ ہوتی اور نہ اسکے لئے کوئی تکلف فرماتے تھے بلکہ آپ کے سامنے حلال اور صاف ستھرے کھانے میں سے جو چیز بھی پیش کی جاتی تو اس کو بخوشی کھا لیتے ہاں اگر کھانے کو دل نہ چاہتا تو اسکو (بغیر حرام کئے) چھوڑ دیتے اور آپ نے کبھی کسی کھانے کو معیوب نہیں سمجھا اگر اسکو دل چاہتا تناول فرما لیتے ورنہ اسکو چھوڑ دیتے)۔

لحم "ادام" ہے یا نہیں :

البتہ گوشت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ وہ ادام کہلایا جائے گا یا نہیں، تو اس کا دار و مدار بھی عرف پر ہے، جن علاقوں میں گوشت کو ادام سمجھا جاتا ہے اور بطور ادام استعمال ہوتا ہے۔ وہاں اس پر ادام کا حکم ہوگا اور جن علاقوں میں بطور ادام کے استعمال نہیں ہوتا ہے۔ وہاں ادام نہیں کہلایا جائے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ جو لحم کو ادام نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے بلاد کا اعتبار کرتے ہیں کہ وہاں یہی عرف عام تھا۔

گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، چنانچہ ارشاد ہے : سید ادام اهل الدنيا والآخرة اللحم وسيد الشراب في الدنيا والآخرة الماء وسيد الريا حين في الدنيا والآخرة الفاعية اى ورق الحناء گوشت دنیا و آخرت میں رہنے والے لوگوں کے سالنوں کا سردار اور دنیا و آخرت میں پیئے جانے والی اشیاء کا سردار پانی اور دنیا و آخرت میں خوشبودار چیزوں کی سردار مہندی ہے (جمع ص ۲۴۵) اس باب میں امام ترمذی نے تینتیس (۳۳) روایات جمع کی ہیں۔

-----  
 (۱۲۵/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ بْنُ عَسْكَرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعِمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي حَدِيثِهِ نَعِمَ الْأَدَمُ أَوِ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ: ”امام ترمذی“ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن سہل بن عسکر اور عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کی، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا، ان کے پاس یہ روایت سلیمان بن بلال نے نقل کی، ان کے پاس ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

سرکہ بہترین سالن :

نعم الادم النخل : لفظ النخل، نخ کے فتح کے ساتھ ہے بمعنی سرکہ کے، بعض اس کو النخل، نخ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، جس کا معنی مخلص دوست کے ہیں۔ اسے سرکہ کے لئے بولنا درست نہیں ہے۔ حضور اقدسؐ نے سرکہ کو نعم الادم قرار دیا ہے۔ یعنی اچھا سالن، سرکہ قدرے ترش، مگر لذیذ ہوتا ہے بے حد نافع اور مفید چیز ہے۔ ہاضم بھی ہے اور پیٹ کے کیڑوں کے لئے ہالک بھی۔ بقول ابن حجرؒ کے قانع للصفراء و نافع لابدان (جمع ص ۲۳۶) (کہ سرکہ صفراء کو ختم کرنے والا اور بدن کو نفع دینے والا) و ذکر انہ یقطع الحرارة السموم۔ (مواہب ص ۱۱۹) (اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لو کی گرمی کو ختم کر دیتا ہے)

فاتح عالم نے روٹی کے خشک ٹکڑے اور سرکہ تناول فرمایا :

اس موقع پر ملا علی قاریؒ نے مختلف روایات جمع کی ہیں۔

(۱) مسلم میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ سے ادام طلب فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا ما عنلنا الا النخل، ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہے۔ آپؐ نے اسے طلب فرما کر کھانا کھایا اور کھانے کے دوران بار بار فرماتے رہے، نعم الادم النخل سرکہ اچھا سالن ہے اسی سے ملا علی قاریؒ استخراج کر کے لکھتے ہیں، وفى الحدیث استجاب التحلیث علی الاکل تانیسا للاکلین (اور حدیث سے کھانے کے وقت کھانے والوں کی خوش طبعی کے لئے بات چیت کرنے کا استجاب معلوم



(ہوتا ہے)

(۲) حضرت ام سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، نعم الامام

الخل، اللهم بارک فی الخل۔ (اچھا سالن سرکہ ہے اے اللہ سرکہ میں برکت فرمادیں)

(۳) وفي رواية انه كان ادم الانبياء من قبلي . (ایک روایت میں ہے کہ یہ مجھ سے

پہلے پیغمبروں کا سالن تھا)۔

(۴) وفي حديث لم يقفريت فيه خل . (اور ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں

سرکہ ہو وہ خالی نہیں یعنی سالن سے)

کیا سرکہ افضل الامام بھی ہے؟

اس میں شک نہیں کہ سرکہ اچھی عمدہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

سالن ہے۔ اچھا ہے بعض نے کہا منافع کے لحاظ سے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تکلیف

نہیں کرنا پڑتی اور خرچہ بھی کم ہوتا ہے اور بعض نے اس توجیہ کو ترجیح بھی دی ہے، مگر کیا سرکہ

سالن کی تمام انواع میں افضل بھی ہے، کہ نہیں؟

ظاہر حدیث سے تو تمام اداموں پر اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، مگر اہل علم کہتے

ہیں۔ حدیث تو صرف مدح الامام بالخل (سرکہ کو ادام بنالینے کی مدح اور تعریف) کا

فائدہ دیتی ہے۔ اس سے اس کی فضیلت معلوم اور ثابت نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے تو آپؐ کی خدمت میں سرکہ پیش کرنے والوں کی دل جمعی، دلجوئی اور پاس

خاطر کے لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا کیونکہ میزبانوں کے گھر میں اس کے سوا کچھ تھا ہی نہیں۔

قال ذلك تطيباً لخاطر من قدمو له ولانه لم يكن عندهم غيره (اتحافات ۲۰۹)

اور تفصیلی واقعہ ام ہانئ کی روایت میں بھی نقل ہوا ہے۔ ام ہانئ آپؐ کی چچا زاد بہن تھیں۔

ان کا گھر بیت اللہ کے بالکل جوار میں تھا، جس روز آپؐ نے مکہ المکرمہ فتح فرمایا، اسی روز

حضرت ام ہانئ کے گھر تشریف لے گئے، جہاں آپؐ نے غسل فرمایا اور چادر لپیٹ کر آٹھ

رکعت نماز پڑھی۔ فتح مکہ پر شکر یہ ادا کیا۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت فاتح عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت ام ہانئ سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے۔ جواب میں

بتایا گیا کہ روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے ہیں، وہی طلب فرمائے، پانی میں بھگو کر نرم کیئے، پھر ادا م یعنی سالن کا دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا سالن تو نہیں ہے۔ البتہ کچھ سرکہ موجود ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نعم الا دام الخل، پھر نمک منگوایا، سرکہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ روٹی تناول فرمائی۔

یہ تاریخ کا عجوبہ اور سیرت کا انوکھا باب ہے کہ سرورِ عالم فاتحِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اور انہیں کھانے کے لئے خشک روٹی کے چند ٹکڑے بمشکل سرکہ کے ساتھ میسر آتے ہیں، جنہیں وہ بھگو کر بقدر کفاف گذراوقات کر لیتے ہیں، مگر آج فاتحین کے جو کردار ہیں خدا پناہ، حال ہی میں امریکی سامراج نے جو طالبان کے افغانستان اور عراق پر فاتحانہ یلغار کی اور پھر مظالم ڈھائے۔ دنیائے انسانیت سرپیٹ کر رہ گئی۔۔۔ ع بہیں تفاوت راہ از کجا است تا کجا

(۱۴۶/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ السُّتْمُ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُمْ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ انہیں یہ روایت ابو الاحوص نے سماک بن حرب کے حوالے سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر کو یہ کہتے ہوئے سنا، کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو، حالانکہ میں نے حضور اقدس کو دیکھا کہ معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔ پیٹ بھر کھانے کے لئے خشک کھجوریں بھی میسر نہ تھیں۔

الستم فی طعام وشراب... الخ، مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ الدقل، خشک کھجور کو کہتے ہیں۔ دراصل الدقل بچا کھچا وہ مال ہے جو دکاندار سے عمدہ مال بک جانے کے بعد ردی مال باقی رہ جاتا ہے۔ ردی التمر و یابسہ

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 فضلاً عن افضل منه - خشک روی اور بیکار کھجور چہ جائیکہ اس سے کوئی اچھی ہو۔ (مناوی ص ۲۳۷)

مقصد یہ ہے کہ آج جب فراخی آگئی اور تم لوگ عیش و تنعم میں پڑ گئے ہو، قسم قسم کی نعمتیں اور لذائذ کھا رہے ہو، ای الستم متنعمین فی طعام و شراب مقدار ما شتم من التوسعة والافراط فیہ یہاں استفہام انکاری ہے۔ (جمع ص ۲۳۶) مقصد تو بیخ ہے۔  
 وَالْقَصْدُ بِهِ الْحَثُّ عَلَى الْاِقْتِصَارِ فِي الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ عَلَى اَقْلٍ مَا يَكْفِي كَمَا كَانَ ذَلِكَ شِعَارَ الْمُصْطَفَى - (در اصل اس سے مقصد کھانے پینے کی کم مقدار جو کافی ہو پراکتفا شعاری پر برا بیچتہ کرنا ہے جیسے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور عادت مستمرہ تھی) (مواہب ص ۱۱۹)

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی قسم کی بیچی کھچی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر کھانے کے لئے میسر نہ تھیں۔ آپ کی زہد، قناعت اور ریاضت و مجاہدہ کی زندگی پوری امت کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اب جبکہ ہر طرح کشادگی اور وسعت ہے اور اللہ کی نعمتیں عام تام ہیں، تو ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر کا بہترین اور عملی طریقہ یہی ہے کہ لذائذ اور خواہشاتِ نفسانی میں مگن ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور خفگی مول نہیں لینی چاہیے۔

### اتباع رسول کی انگینت :

لقد رایت نبیکم: میں مخاطبین سے کہا گیا ہے کہ تمہارا نبی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مخاطبین کی طرح مخاطب کے بھی نبی ہیں، شارحین حدیث کہتے ہیں کہ اس سے مقصد ترغیب و تنبیہ ہے کہ جب تم نبی کے امتی اور اس کی محبت کے دعویدار ہو، تو دیکھو انہوں نے کس طرح زندگی گذاری اور تم کیا کر رہے ہو۔ الزاماً لہم وتبکیتاً وحثاً علی الناس بہ فی الاعراض عن الدنیا ولذاتہا ما امکن۔ (مواہب ص ۱۱۹) (اور امت کو ابھارنے کے لئے کہ جتنا ممکن ہو سکے آپ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دنیاوی لذات سے اعراض اور روگردانی کرنے کی پوری کوشش کریں)

## باب سے مناسبت :

اس روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بعض حالات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا م بھی میسر نہ ہوتا تھا اور آپؐ بھی اس کی پرواہ کئے بغیر خشک اور ادنیٰ کھجوروں پر اکتفا کر لیتے تھے اور بھی بقدر کفاف کہ پیٹ بھر کر کھانے کو میسر نہ ہوتے تھے۔

(۱۳۷/۳) حَدَّثَنَا عَبْلَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبدہ بن عبد اللہ خزاعی نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سفیان سے محارب بن دثار کے واسطے سے روایت کی اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنی۔ حضرت جابرؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔ نعم الادام الخل، اس حدیث کی تشریح باب کی پہلی حدیث کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔ یہ حدیث مسلم، احمد اور تینوں ائمہ نے نقل کی ہے، وہو حدیث مشہور کاد ان یكون متواتراً. (مواہب ص ۱۲۰) (یہ حدیث مشہور بلکہ متواتر کے قریب ہے)

(۱۳۸/۴) حَدَّثَنَا هَنَادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زُهَيْمِ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَاتَى بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَسَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالِكٌ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا نَسْنَا فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَكُلَهَا قَالَ أُذُنٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ہناد نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت وکیع نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت سفیان اور اس نے ایوب سے اور انہوں



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 نے ابو قلابہ سے سنی۔ انہوں نے یہ روایت زہد مِجرمی سے روایت کی، جو کہتے ہیں کہ میں ابو  
 موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھا، ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا۔ مجمع میں سے ایک  
 آدمی پیچھے ہٹ گیا۔ ابو موسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی، اُس نے عرض کیا کہ میں  
 نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے مرغی کھانے سے قسم کھا رکھی ہے۔  
 حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 نوش کرتے دیکھا ہے۔ اگر نا جائز یا ناپسند ہوتی، تو حضورؐ کیسے تناول فرماتے۔  
 راویان حدیث (۳۵۰) ابو قلابہ اور (۳۵۱) زہد مِجرمی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل  
 ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

قال كنا عند ابي موسى فاتي بلحم دجاج..... الخ، اُتِيَ مجہول کا صیغہ ہے  
 - بمعنی جئی کے، دجاج کی دال پر تینوں حرکتیں جائز ہیں، لیکن زیادہ صحیح دال کا فتح ہے اور یہی  
 مشہور ہے، معنی مطلقاً جنس مرغ ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ ونقل میرک عن الشيخ ان  
 الدجاج اسم جنس وهو مثلث الدال (جمع ص ۲۲۷) بعض نے کہا کہ دال کے ضمہ کے  
 ساتھ ضعیف ہے، بعض نے کہا دجاج (کسرہ کے ساتھ) صرف مذکر کے لئے بولتے ہیں،  
 جس کی واحد یک ہے، دجاج (فتح کے ساتھ) صرف مؤنث کے لئے بولتے ہیں جس کی  
 واحد دجاجة آتی ہے۔ یہ دج یدج، باب نصر سے ہے، اذا بالغ فی السیر سریعاً (جب  
 جلدی سے چلنے میں مبالغہ ہو) (جمع ص ۲۲۷) وسمی به لاسراعہ فی الاقبال والادبار  
 (اور اس کو دجاج اس لئے کہتے ہیں کہ آنے اور ہٹنے میں جلدی کرتا ہے) (مناوی ص ۲۲۷)  
 حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس طعام لایا گیا، جس میں مرغی بھی تھی، والمعنی  
 انه اتی بطعام فیہ دجاج (جمع ص ۲۲۷)

### اجتماع احباب یا صحبت صالح :

کنا عند ابي موسى سے یہ بھی مدلول ہوتا ہے کہ قوم کے چند افراد اور احباب

ایک مہربان و مخلص کے پاس جمع ہوں، یا شاگرد استاد کے پاس یا مرید شیخ کے پاس، غرض افادہ و استفادہ اور باہمی محبت ہو، تو یہ جائز ہے، و فیہ مشروعیۃ اجتماع القوم عند صدیقہم۔ (مناوی ص ۲۳۷) (اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مقصد کے لئے دوست و احباب کا اجتماع جائز اور مشروع ہے)

فتنخی رجل من القوم: تنخی نحو سے ہے بمعنی طرف کے، ای صار الی طرف من القوم و تباعد، یہ ایک طرف کھسک کر دور ہو گیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ رجل سے مراد خود زہدم ہیں مگر اکثر محدثین نے اس توجیہ کو مرجوح قرار دیا ہے۔

قال مالک: تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ استفہام متضمن للائتکار ہے یعنی ایسی کوئی چیز ہے یا باعث ہے، جس نے تجھے تنخی (دوری) پر مجبور کر دیا ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا کہ انی رأیتہا ای جنسہا او عینہا او شخصہا، یعنی میں نے خود اسے یا اس کی نوع کو قاذورات (گندگی) کھاتے دیکھا ہے۔ تاکل شینای من القاذورات اور بعض نسخوں میں نینا کی تصریح ہے، جو شینا سے بدل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت کسی کے پاس چلا جانا ممنوع نہیں ہے، جب یہ معلوم ہو کہ جس کے پاس جا رہا ہوں، وہ خوش ہوگا۔

### میزبان کا اخلاقی فرض:

اور صاحب طعام کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ مہمان سے پوچھے کہ تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔ فحلفت ان لا اکلہا، پس میں نے قسم کھالی کہ مرغی نہیں کھاؤں گا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم طبعی کراہت کی وجہ سے تھی، نہ یہ کہ مرغی حرام ہے "لا لتوہم حرمۃ" اور ظاہر ہے کہ یہ صاحب تابعین سے تھے، خیر القرون کا دور تھا۔ صحابہ کرام حیات تھے، یہ سب اس بات کے قطعی قرائن ہیں کہ بغیر دلیل کے وہ کیسے حلال چیز کو حرام قرار دے سکتے ہیں، مع ان الطعام مطبوخ فی بیت ابی موسیٰ۔ (جمع ص ۲۳۸) باوجودیکہ وہ کھانا ابو موسیٰ اشعریؓ کے گھر پکا یا گیا تھا۔

## اتباع رسول ہی اصل فطرت ہے :

قال ادن، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا، قریب آجائیے، الدنو سے امر ہے، ای قرب و مخالف طبعک و تابع شرعک، (یعنی نزدیک ہو جائے اور شریعت کی تابعداری کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی طبیعت کی مخالفت کیجئے) فانی رأیت..... الخ، یعنی میں نے خود حضور اقدس ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہذا اتباع ہوئی کے بجائے آپ کی اتباع ہی انبہ ہے۔ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لما جنت بہ۔ (یعنی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے خواہشات اس دین اسلام کے تابع نہ ہوں جسکے ساتھ میں آیا ہوں) اسی طرح آپ کا یہ بھی ارشاد ہے، جسے امام نووی نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منها فأت بالذی ہو خیر و کفر عن یمینک رواہ الشیخان۔ (یعنی اگر تو کسی کام کی قسم اٹھالیں پھر اسکے علاوہ میں بہتری ہو تو پھر وہی کام کریں جس میں بھلائی ہے اور اپنی قسم (توڑنے) کا کفارہ دیں یہ بخاری اور مسلم دونوں کی روایت ہے) مقصد یہ کہ مومن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مقصود ہے۔ صاحب اتحافات کے الفاظ یہ ہیں۔ المطلوب من المومن ان یکون ہواہ تبعاً لما جاء بہ نبیہ۔ (اتحافات ص ۲۱۰)

## شریعت، طبیعت پر مقدم ہے :

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے طبعی کراہت کی وجہ سے کسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے اور وہ شئی شرعاً مکروہ نہیں ہے، تو اسے اپنی قسم توڑ دینی چاہیے۔ علامہ مناویؒ اس کا تذکرہ اس عبارت میں فرما رہے ہیں۔ وینبغی حنث من حلف علی ترک شئی اعتادت نفسہ کراہتہ لامر غیر مکروہ شرعاً۔ (مناوی ص ۲۳۸) البتہ اگر کسی نے طلاق کا حلف لیا ہے، تو اسے حنث کی سعی نہیں کرنی چاہیے۔ خاص کر جب کہ وہ تیسری طلاق ہو، اسی طرح اگر کسی نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کا حلف لیا ہے، تو اسے

حادث ہونے سے بچنا چاہیے۔ خاص کر جب وہ اس سے خدمت لینے کام کاج اور دیگر امور میں محتاج ہو۔

## مرغی کے گوشت کے فائدے :

مرغی کے بارے میں ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ولحم الدجاج حار رطب فی الاولیٰ خفیف علی المعدة سریع الهضم جید الخلط یزید فی الدماغ والمنی ویصفی الصوت ویحسن اللون ویقوی العقل ویولد دماً جیداً وهو مائل الی الرطوبة ویقال ان ادامة اكله یورث النقرس (هو ورم یحدث فی مفاصل القلمین) ولا یثبت ولحم اللیوک اسخن مزاجاً واكل رطوبة (مناوی ص ۲۳۸) اور مرغی کا گوشت ابتداء گرم مرطوب ہے معدہ پر ہلکا اور زود ہضم ہے دماغی قوت اور منی بڑھاتا ہے اور آواز کی خوبصورتی اور رنگ نکھارتا ہے عقل کو قوی مضبوط اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قدرے مرطوب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے دائمی طور پر کھانے سے نقرس کی بیماری (یعنی قدموں کے جوڑوں میں ورم پیدا ہو جانا) پیدا ہوتی ہے اور مرغوں کا گوشت مزاجاً سخت گرم اور رطوبت میں کمی ہے۔

## جلالہ کا مسئلہ :

یہاں ایک اور مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے، جسے فقہ اور شروحات حدیث میں ”جلالہ“ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے، اگر کوئی بڑا جانور مثلاً بکری، بھیڑ، دنبہ اور گائے وغیرہ کو گندی نجس اور غلیظ اشیاء کھانے کی لت پڑ جائے، تو اس کا گوشت کھانا مکروہ ہو جاتا ہے۔ نجس اور غلیظ اشیاء کھانے والے جانوروں کی قوتِ شامہ نجس ہو جاتی ہے اور انہیں پاک، صاف، ستھری اور عمدہ اور اچھی خوراک پسند ہی نہیں آتی، بلکہ وہ ہمیشہ گندی اشیاء اور نجس چیز میں منہ مارتے پھرتے ہیں۔ ایسے جانوروں کو ”جلالہ“ کہتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں ذبح سے قبل دس روز تک محبوس رکھا جائے اور پاکیزہ خوراک کھلائی جاتی رہے۔ اس عرصہ میں ان کے جسم میں نجاست اور گندگی زائل ہو جائیں گے۔

جلالیت (جلالہ ہونا) ختم ہو جائے گا اور ان کے گوشت سے کراہت کا حکم بھی سلب ہو جائے



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----

گا اور اگر وہ چھوٹا جانور ہے، مرغی وغیرہ تو ان کو بھی تین روز تک محبوس رکھ کر گندی اور غلیظ اشیاء کے کھانے سے روک دیا جائے اور پاکیزہ غذادی جاتی رہے، تو اس سے بھی کراہت زائل ہو جاتی ہے اور تین روز بعد بلا کراہت کے جائز ہے۔ تاہم یہ بھی یاد رہے کہ مرغی بالعموم جلالہ کے حکم میں نہیں آتی۔ لہذا اس کا گوشت بھی بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ ایسی مرغی جو گندی کھانے کی عادی ہوگئی ہو، یا غلاظت ہی پر چھوڑ دی گئی ہو، تو وہ جلالہ ہے اور اس کو تین روز تک محبوس رکھنا مامور بہ ہے۔ حضرت موسیٰ اشعریؑ نے بھی اُن صاحب کو عملاً یہی مسئلہ بتایا کہ مرغی کا گوشت بالعموم بلا کراہت کے جائز ہے اور ہر مرغی جلالہ کے حکم میں نہیں ہے۔ وما ورد من انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یاکل دجاجة امر بها فربطت ایامائم یا کلبھا بعد ذلک انما هو فی الجلالۃ فکان یقصرھا حتی ینھب اسم الجلالۃ عنھا (مواہب ص ۱۲۰) اور وہ جو حدیث میں یہ ولید ہوا ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو پھر اسکو چند دن باندھ کر رکھنے کا حکم فرماتے پھر اسکو (ذبح کرنے کے بعد) تناول فرماتے تو آپ کا یہ ارشاد جلالہ مرغی کے متعلق تھا (نہ کہ ہر مرغی کے لئے) چنانچہ اسے چند دن بند کر دیئے تاکہ جلالہ کا نام اس سے زائل ہو جائے۔

(۱۲۹/۵) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلِ الْأَعْرَجِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث فضل بن سہل اعرج بغدادی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابراہیم بن عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن عمر بن سفینہ سے ان کے باپ (عمر) اور دادا کے حوالے سے روایت کی۔ حضرت سفینہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔

راوی حدیث (۳۵۱) سفینۃ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں  
**حباری کا معنی و تعیین :**

اکلت مع رسول اللہ علیہ وسلم لحم حباری: حباری ایک پرندہ ہے۔ اس کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں۔ بعض نے تعذری کیا ہے، بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب اور بعض مترجمین نے چکا چکوئی کہا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباری کو فارسی میں ہو برہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں ترکی میں تعذری اور ہندی میں چرز کہتے ہیں۔ جنگلی پرندہ ہے، جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے۔ بہت تیز اڑتا ہے۔

جیسے علامہ ملا علی قاریؒ بھی یہ لکھتے ہیں کہ هو طائر کبیر العنق رمادی اللون فی منقارہ الطول، لحمہ بین لحم البط والدجاج وهو اخف من لحم البط (جمع ص ۲۴۹) اس کو جرج بھی کہتے ہیں۔ یونانی لوگ اس کو غلوفس کہتے ہیں، جس میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب لغات الصراح نے بھی حباری کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تعذری لکھا ہے۔ حباری کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تعذری اور چرز لکھا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو سرخاب بھی کہتے ہیں، لیکن صاحب محیط نے سرخاب جس کو چکوه بھی کہتے ہیں، دوسرا پرندہ لکھا ہے اور صاحب نفائس نے چکوه اور سرخاب کی عربی نعام لکھی ہے۔ اس لئے اقرب یہی ہے کہ سرخاب دوسرا جانور ہے۔ (خصائل ص ۸۸)

**حباری کی خصوصیات اور دیگر احادیث میں ذکر :**

وقال ابن القیم ولحم الحباری حار یا بس بطنی الانهضام نافع لا صحاب  
 الرياضة والتعب. (علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حباری پرندے کا گوشت گرم خشک اور دیر  
 ہضم ہے البتہ محنت مزدوری اور تھکے ماندے لوگوں کے لئے مفید ہے) (مناوی ص ۲۴۹)  
 شیخ عبدالرؤفؒ کہتے ہیں کہ زین الحافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ مصنفؒ نے اس باب ذکر حباری  
 میں صرف ایک روایت حضرت سفینہؓ کی نقل کی ہے۔ وفیہ عن انس رواہ ابن عدی فی

الکامل قال اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بطير حبارى فقال اللهم انتى برجل يحب الله ورسوله اويحبه الله ورسوله فاذا على يقرع الباب فقال انس رسول الله مشغول ثم اتى الثانية فقال رسول الله مشغول ثم اتى الثالثة فقال يا انس ادخله فقد عينته. (مناوى ص ۲۴۹) (حالانکہ اس سلسلہ میں تو حضرت انسؓ سے بھی ایک روایت ہے جسے ابن عدی نے (اپنی کتاب) الکامل میں ذکر کیا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حباری پرندہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ کوئی ایسے آدمی کو لے آئیں جسکو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ محبت ہو یا پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو اسکے ساتھ محبت ہو۔ تو اچانک اس دوران حضرت علیؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت انسؓ نے اسکو فرمایا کہ حضورؐ (اس وقت) مشغول ہیں پھر وہ دوبارہ آئے تو حضرت انسؓ نے کہا کہ آپؐ مشغول ہیں پھر جب تیسری بار آئے تو حضورؐ نے فرمایا اے انس اسکو داخل ہونے کی اجازت دے دیجئے اب تو اسکو تھکا دیا ہے)

عمدہ کھانا عین سنت ہے :

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عمدہ کھانا جب اللہ نے دیا، خلاف سنت نہیں ہے بلکہ عین سنت ہے، جبکہ شکر کے ساتھ کھایا جائے۔ بعض لوگ اللہ کے دیئے ہوئے کے باوجود سب کچھ ہونے کے باوجود مرچ اور نمک اور پانی کا شور با بنا کر کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ یہ نعمت باری تعالیٰ کی توہین ہے اور و اما بنعمة ربك فحدث (اور جو نعمت تیرے پروردگار کی ہے پس بیان کر) کے خلاف ہے، یہ تصوف نہیں بلکہ من گھڑت اعمال ہیں۔ تصوف وہ معتبر ہے جو شریعت کے عین مطابق ہو۔

قرآن مجید اور احادیث میں کثرت سے اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا تذکرہ ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس سلسلہ میں چند استشادات کا ذکر کیا ہے، جن کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں قل من حرم زينة الله اخرج لعباده والطيبات من الرزق، وقال عز وجل يا ايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً ومن دعائه عليه السلام اللهم اجعل حبك احب الي من الماء البارد وقال السيد ابو الحسن الشاذلي الذي يشرب

الماء البارد ويحمد الله من وسط قلبه اتم من حالة الصبر وقد كان سفیان الثوری اذا سافر حمل معه فی سفرته اللحم المشوی والفالودج انتهى نعم اذا لم يوجد فمقامه الصبر وبهما يتم مقام الرضا بالقضا وهو باب الله الاعظم وقد قال تعالى ورضوان من الله اكبر (جمع ص ۲۵۰)

(اے نبی تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر وتم نفیس (ستھری) چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہوا کرتی کہ اے اللہ اپنی محبت کو میرے لئے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے اور سید ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ جو شخص ٹھنڈا پانی پی کر اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف دل کی گہرائی سے کرتا ہے۔ یعنی شکر کا مرتبہ صبر کے مرتبہ سے کمال میں زیادہ ہے اور سفیان ثوری جب سفر پر جاتے تو اپنے سفرہ (دستر خوان) میں بھنا ہوا گوشت اور فالودہ بھی ساتھ لے جاتے تھے (یعنی کھانے کی ضروری اشیاء کے علاوہ تلذذ کی چیزیں بھی ساتھ ہوتیں) ہاں اگر کوئی چیز بھی (کھانے کی) موجود نہ ہو تو پھر تو مقام صبر کے سوا چارہ ہی نہیں اور ان دونوں (صبر و شکر) ہی کیساتھ رضا بالقضاء کا مقام و مرتبہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا بڑا باب ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سے رضا مندی بھی بہت بڑی چیز ہے)

(۱۵۰/۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زُهَيْمِ الْجُرُمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى قَالَ فَقَدِمَ طَعَامُهُ وَقَدِمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمٌ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللَّهِ أَحْمَرٌ كَانَهُ مَوْلَى قَالَ فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَدْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَدَرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ اُن کے پاس



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 اسمعیل بن ابراہیم نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ایوب سے اور انہوں نے قاسم تمیمی  
 سے روایت کی۔ وہ یہ روایت زہد م جرمی سے نقل کرتے ہیں۔ زہد م کہتے ہیں کہ ہم ابو موسیٰ  
 اشعریؓ کے پاس تھے، ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ مجمع میں  
 ایک آدمی قبیلہ بنو تیمم اللہ کا بھی تھا، جو سرخ رنگ کا تھا۔ بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ اُ  
 س نے یکسوئی اختیار کی۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اُسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر کیا۔ اس نے عذر کیا کہ میں نے اس کو کچھ ایسی ہی چیز  
 کھاتے دیکھا، جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے، اس لئے میں نے اسے نہ  
 کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔  
 راوی حدیث (۳۵۳) القاسم التمیمیؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ  
 فرمائیں۔

### حدیث کی تشریح :

یہ حدیث پہلے بھی اسی باب میں چوتھے نمبر پر بیان ہو چکی ہے۔ صرف سند میں  
 قدرے اختلاف ہے۔ تاہم دونوں میں اصل راوی زہد م جرمیؓ ہیں۔ گذشتہ روایت میں  
 مرغی کے گوشت کے کھانے سے کراہت کرنے والے کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ یہاں اشارۃً  
 توضیح کی گئی ہے کہ وہ سرخ رنگ کا آدمی تھا، جس کا تعلق تیمم اللہ سے تھا۔ اور وہ کسی کا آزاد  
 کردہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ وکل ما اضعیف فی هذه الروایة تحدید للرجل الذی تنحی وهو  
 من بنی تیمم اللہ، وهو حی من بکر، ومعنی تیمم اللہ عبداللہ (اور جو کچھ اس روایت میں  
 بیان ہوا وہ دراصل اس شخص کی تحدید و تعیین کرنا ہے جو) مرغی کھاتے کراہت کرتے ہوئے  
 یکسو ہو گیا تھا اور وہ بنی تیمم اللہ کے قبیلہ سے تھا اور وہ بنو بکر میں سے ایک قبیلہ ہے اور تیمم اللہ کا  
 معنی عبداللہ ہے)۔ (اتحافات ص ۲۱۲)

(۱۵۱/۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وَأَبُو نَعِيمٍ قَالَا حَدَّثَنَا  
 سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَيْسَى عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ عَطَاءٌ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتِ وَاقْنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةِ مُبَارَكَةٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابو احمد زبیری اور ابو نعیم نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس یہ روایت سفیان نے اور ان کے پاس عبداللہ بن عیسیٰ نے بیان کی۔ وہ یہ روایت اہل شام میں سے ایک شخص عطاء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابواسیدؓ سے روایت کی تھی۔ ابواسید کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی۔ اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔“

راویان حدیث (۳۵۴) عبداللہ بن عیسیٰ (۳۵۵) عطاء الساحلی اور (۳۵۶) ابی اسیدؓ کے حالات ”مذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ترجمہ الباب سے مناسبت :

كلو الزيت واقنوا به فانه من شجرة مباركة: ترجمة الباب سے مناسبت ظاہر ہے کہ زیتون کو روٹی کے ساتھ استعمال کیا جائے اور یہی ادا م ہے، المراد هنا اكل الزيت مع الخبز فهو الادام (اتحافات ص ۲۱۲) زیت پھل کو بھی کہتے ہیں اور اس کے تیل کو بھی۔ لہذا یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ زیتون تو مائع ہے، اسے کھانے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اس حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں ومناسبة الحديث للباب ان الامر باكله يستدعى اكله صلى الله عليه وسلم وما احب الاكل منه. (اور باب سے حدیث کی مناسبت بایں معنی ہوئی کہ آپؐ کا زیت کو کھانے کا حکم اس امر کا مقتضی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا ہوگا یا یہ کہا جائیگا کہ ترجمہ الباب سے ہر اس چیز کی معرفت مقصود ہے جس سے آپؐ نے یا تو کھایا ہو یا اس سے کھانے کو پسند کیا ہو۔ (جمع ص ۲۵۲) واقنوا به : اتھان سے امر ہے، وهو استعمال الدهن یعنی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا۔ (جمع ص ۲۵۱) یہ امر استحباب کے لئے ہے اور مستحب بھی اس شخص

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں  
کے لئے ہے جو زیتون کے استعمال پر قادر ہو۔

زیتون، مبارک درخت ہے :

فانه من شجرة مباركة، جیسا کہ قرآن میں ہے۔ زیتونہ لاشرقیة ولا غربیة یکاد  
زیتھا یضئى ولولم تمسسه النار (وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی  
طرف قریب ہے اسکا تیل کہ روشن ہوا گرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ) زیتون کے تیل کو  
برکت سے موصوف کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ شجرہ مبارکہ سے نکلتا ہے اولاً نہا تنبت  
بالارض المقدسة التي بورک فیہ (مناوی ص ۲۵۲) اور یا اس لئے کہ زیتون، ایک مقدس  
اور پاک زمین جس میں برکت ڈال دی گئی تھی پیدا ہوتی ہے۔

ملک شام جہاں کم و بیش ستر (۷۰) انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان  
حضرات کا قدم میمنت لزوم ہے۔ ان ہی حضرات کی وجہ سے یہ زمین مقدسہ کہلائی اور  
وہاں کا معروف اور مشہور درخت ”زیتون“ بھی بابرکت اور مبارک کہلایا۔ زیتون پہلا  
درخت ہے جو دنیا میں سب سے پہلے پیدا ہوا۔ و اول شجرة نبت بعد الطوفان۔ (یہ  
زیتون وہ پہلا درخت ہے جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا۔ (مواہب ص ۱۲۲) انبیاء کرام  
نے اس کے لئے برکت کی دعا کی منهم ابراهيم عليه السلام ومنهم محمد صلى الله عليه  
وسلم فانه قال اللهم بارک فی الزيت والزیتون مرتین کنا فی التفسیر القرطبی۔  
(مواہب ص ۱۲۲) ان ہی میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
بھی ہیں آپ نے فرمایا اے اللہ برکت نازل فرما زیت اور زیتون میں یہ کلمات آپ نے دو  
دفعہ ارشاد فرمائے اسی طرح تفسیر قرطبی میں ہے۔

زیتون کے برکات :

اس میں ادا م کی صلاحیت بھی ہے اور تدھن کی بھی، شیخ احمد عبدالجواد الدومی  
فرماتے ہیں۔ لان اللهن به فی البلاد الحارة من اسباب حفظ الصحة واما البلاد الباردة  
فضار۔ (اور گرم ملکوں میں اسکے تیل کا استعمال صحت کا محافظ ہے البتہ جو ٹھنڈے ملک ہیں تو

ان میں اسکا استعمال مضر اور نقصان دہ ہے) (اتحافات ص ۲۱۳) البتہ سردیوں میں سرکی مالش سے بینائی کو نقصان ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ زیتون میں بہت منافع ہیں۔ اس کا تیل جلانے کے کام آتا ہے، کھایا جاتا ہے، ملا جاتا ہے، دباغت میں استعمال ہوتا ہے، ایندھن جلانے کا کام آتا ہے، حتیٰ الرماد یغسل بہ الابریشم (المواہب ص ۱۲۲) انتہایہ کہ اسکی راکھ میں بھی یہ فائدہ کہ اس کے ساتھ ابریشم دھویا جاتا ہے۔

زیتون کا درخت ہر لحاظ سے بابرکت ہے۔ اس کی ہر چیز کارآمد ہے۔ اس کا سایہ بھی پھیلا ہوا اور گھنا ہوتا ہے۔ چالیس سال کے بعد پھل لاتا ہے۔ بعض کی عمر ہزار برس ہوتی ہے۔ ان میں بعض درخت اڑھائی ہزار سال کی لمبی عمر پائے ہوئے ہیں۔ یونانیوں کے زمانہ کے لگائے ہوئے بعض درخت اب تک موجود ہیں۔ اسکے پھل کھانوں میں ڈال کر انہیں مزید مرغوب اور خوش ذائقہ بنا دیتے ہیں۔ زیتون کا تیل انسانی پٹھوں کے لئے نافع، فالج کے مریضوں اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے اس کی مالش مفید ہے۔ ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے، فان فیہ شفاء من سبعین داء منها الجذام (جمع ص ۲۵۲) (یعنی زیتون کے تیل میں ستر بیماریوں کی شفا ہے۔ ان میں سے ایک جذام بھی ہے)

(۱۵۲/۸) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتِ وَأَدْهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ قَالَ أَبُو عِيسَى وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ يَضْطَرِبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَرُبَّمَا أَسْنَدَهُ وَرُبَّمَا أَرْسَلَهُ.

حَدَّثَنَا السُّنَجِيُّ وَهُوَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبِدِ الْمَرْوَزِيُّ السُّنَجِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عُمَرَ.



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ ہمیں یہ روایت عبدالرزاق کے ذریعے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے معمر نے بیان کیا  
 اور انہوں نے زید بن اسلم سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کی۔ حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ  
 اور مالش میں استعمال کرو۔ اس لئے کہ وہ ایک مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح و توضیح گذشتہ حدیث میں آگئی ہے کہ دونوں کے الفاظ ایک  
 ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ رواہ الترمذی عن عمر، ورواہ احمد و الترمذی  
 والحاکم عن ابی اسید ورواہ ابن الماجہ والحاکم عن ابی ہریرۃ ولفظہ کلوا الزیت  
 وادھنو بہ فانہ طیب مبارک۔ (جمع ص ۲۵۲) اسکو امام ترمذیؒ نے حضرت عمرؓ سے اور احمد اور  
 ترمذی اور حاکم نے حضرت ابی اسید سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابو ہریرہؓ سے جسکے الفاظ  
 کلوا الزیت وادھنو فانہ طیب مبارک۔ (کہ زیتون کو کھاؤ بھی اور مالش بھی کرو یہ مبارک  
 خوشبو ہے)

قال ابو عیسیٰ ! اس حدیث کی سند میں امام ترمذیؒ اور امام عبدالرزاق اس  
 روایت کو کبھی مسنداً اور کبھی مرسلأ بیان کرتے ہیں۔ جس سے ایک گونہ اضطراب سا معلوم  
 ہوتا ہے۔ تاہم انہوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔ اسی حدیث کے ہم معنی دوسری  
 حدیث کی روایت بھی امام ترمذیؒ نے نقل کی ہے، مگر اسی کی سند میں حضرت عمر کا نام ذکر نہیں  
 ہوا۔ یہ گویا اس کی سند پر دوسری جرح ہے۔

### حدیثِ مضطرب کی تعریف :

اعلم ان المضطرب هو الذی یختلف الرواۃ فیہ فیروہ بعضهم علی وجہ  
 وبعضہم علی وجہ آخر مخالف لہ ویقع الاضطراب فی الاسناد تارة وفي المتن اخرى  
 وفيہما اخرى من راو واحد او اکثر ثم ان امکن الترجیح بحفظ رواة احدی الروایتین  
 او کثرة صحبة المروی عنہ او غیر ذلک فالحکم للراجع ولا اضطراب حیث ذوالا  
 فمضطرب یستلزم الضعف۔ (جمع ص ۲۵۲)

(جاننا چاہیے کہ حدیث مضطرب وہ ہے جس میں راوی حضرات مختلف طرق سے روایت کریں پس ان میں بعض تو اسکی روایت ایک طریقہ سے کریں اور دوسرے پہلے کے مخالف کس دوسرے طریقے پر کریں پھر یہ اضطراب کبھی صرف سند ہی میں ہوتا ہے اور کبھی متن سند میں اور کبھی دونوں میں نیز کبھی ایک راوی سے اور کبھی اس سے زیادہ راویوں سے اب اگر وہاں دو روایتوں میں سے ایک روایت کے راویوں کے حفظ و یادداشت کاملہ کی وجہ سے یا چونکہ اس راوی کی مروی عنہ سے کثرت صحبت ہوئی یا کسی دوسری وجہ سے ترجیح دینا ممکن ہو تو پھر اصل حکم اسی راجح روایت کا ہوگا اور گویا اسوقت اضطراب ہی نہ رہا اور اگر یہ وجوہ ترجیح نہ ہوں تو پھر حدیث مضطرب اور ضعیف ہوگی۔

(۱۵۳/۱۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَاءُ فَاتَى بِطَعَامٍ أَوْدَعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ اتَّبَعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ. ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر اور عبد الرحمن بن مہدی نے بیان کیا، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت شعبہ نے قتادہ سے اور انہوں نے خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا، یا حضور کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ جس میں کدو تھا، چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور کو یہ مرغوب ہے، اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور کے سامنے کر دیتا تھا۔“

حضور اقدس ﷺ کو کدو پسند تھا :

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الدباء: تعجب سے مراد استحسان اور پسندیدگی ہے۔ جیسے صاحب مواہب یہ کہتے ہیں کہ ”والمراد بالتعجب هنا الاستحسان والاختبار عن رضاه به“ (مواہب ص ۱۲۳) الدباء: دال کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 پڑھا جاتا ہے۔ کدو کو کہتے ہیں اور کدو کی درخت بیل کو بھی۔ القرع: وهو ثمر شجر اليقطين  
 (اتحافات ص ۲۱۴) (قرع کا معنی کدو کی بیل کا ثمرہ (میوہ کدو)) اس کا قرآن میں بھی  
 ذکر آیا ہے۔ قال تعالى وانبثنا عليه شجرة من يقطين اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے یونس  
 علیہ السلام پر کدو کی بیل پیدا کر دی۔ البتہ لغویوں سے تصریح کی ہے کہ یقطين ”ما لا ساق له  
 من الاشجار“ (درختوں میں سے جس کا تانہ ہو) فیکون اعم من القرع. (اتحافات  
 ص ۲۱۷) تو یقطين قرع سے عام ہوئی۔

### کدو کیوں پسند تھا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا؟ شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ کدو  
 کھانے سے عقل میں تیزی، دماغ میں قوت، حافظہ میں طاقت اور سالن میں خوش ذائقہ  
 اور مرغوبیت پیدا ہوتی ہے۔ شیخ الیچوری فرماتے ہیں:

و سبب كون النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الدباء ما فيه من زيادة العقل  
 والرطوبة وكونه سريع الانحدار وكونه ينفع المحرور ويلائم المبرود و يقطع العطش  
 وينهب الصداع الحار اذا شرب او غسل به الرأس الى غير ذلك. (مواهب ص  
 ۱۲۳) (اور نبی کریم کے کدو کو پسند کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کے کھانے میں عقل کی  
 زیادتی اور مرطوب و زود ہضم ہے اور یہ کہ گرم مزاج والوں کے لئے مفید اور سرد مزاج کے  
 لئے بھی مناسب ہے اور پیاس کو بجھاتا ہے اور اس کے پینے یا اس کے ساتھ سرد ہونے سے  
 گرم بخار اور سردی کا خاتمہ ہو جاتا ہے)

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں:

”وسبب محبته..... وما خصه الله به من انبائه على يونس حتى وقاه و تربى في  
 ظله فكان له كالام الحاضنة لفرخها“. (مناوی ص ۲۵۳) کہ آپ کو کدو کیساتھ  
 محبت (گذشتہ خصوصیات کے علاوہ) اس لئے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیل کو حضرت  
 یونس پر اسکی حفاظت کے لئے پیدا کیا اور وہ اس کے سایہ میں پرورش پاتے رہے تو وہ کدو کی  
 بیل حضرت یونس کے لئے بمنزلہ ایسی ماں کے جو اپنے بچے کی پرورش اور پوری حفاظت

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں ----- ۷۰  
کرتی ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کدو میں ایک چیز ایسی بھی ہے، جس کا راز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔ ”ما كان يلحظه من السر الذي اودعه الله فيه اذ خصصه بالانبات على اخيه يونس عليه السلام“ (یعنی وہ مخفی راز جو اللہ تعالیٰ اسکو حضرت یونسؑ پر پیدا فرما کر رکھا ہے) (جمع ص ۲۴۵)

شیخ عبدالرؤفؒ نے غیلا نیات کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے :

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ یا عائشة اذا طبختم

قدرافا کثروا فیہامن الدباء فانہ یشد قلب الحزین۔ (مناوی ص ۲۴۵) (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے آپؐ نے فرمایا اے عائشہ جب دیکھی میں سالن پکائیں تو اسمیں کدو کے قتلے زیادہ ڈالا کریں اس لئے کہ وہ غمگین شخص کے دل کو مضبوط کر دیتا ہے)

طعام میں خدمت و ایثار :

فاتمی بطعام اودعی له حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا یا آپؐ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ راوی کو شک ہے، و هذا شک من انس او ممن دونه وقصره علی انس لا دلیل علیہ۔ (مواہب ص ۱۲۳) (اور یہ شک راوی حضرت انس کو ہے یا اس سے نیچے راویوں کا البتہ اس شک کو حضرت انسؓ پر منحصر کرنے پر کوئی دلیل موجود نہیں) فاضلہ بین یدیه : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کدو کے قتلے چن چن کر آپؐ کے سامنے رکھتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ آپؐ کو کدو بہت پسند ہے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان طعام میں بھی اپنے پر دوسرے کو ترجیح دیتا ہے، تو مستحسن ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جب کھانے میں اشیاء مختلف ہوں۔ مثلاً ایک سالن میں کدو بھی ہے اور گوشت بھی، یا بھنڈی بھی ہے اور گوشت بھی یا آلو بھی ہے اور گوشت بھی وغیرہ، تو دوسرے کے سامنے سے کھایا اور اٹھایا جاسکتا ہے یا اگر دوسرا شریک طعام ساتھی بطیب خاطر تمہارے اس کے سامنے سے اٹھانے کو محسوس نہ کرے بلکہ تمہیں علم ہو کہ وہ خوش ہوگا، پھر بھی جائز ہے۔



” وهذا الحديث يدل على ندب ايثار المرء على نفسه بما يحب من الطعام وجواز تقديم بعضهم لبعض من الطعام المتقلم بشرط رضا المضيف (مواهب ص ۱۲۳) (اور یہ حدیث ایک شخص کا اپنی ذات پر کسی دوسرے شخص کو کسی اچھے اور محبوب کھانے میں ايثار کے استحباب پر دلالت کر رہی ہے اور یہ کہ اگر میزبان کی رضا مندی ہو تو پھر کوئی خاص چیز کھانے کیلئے دوسرے کو پیش کرنے کے جواز پر بھی)

(۱۵۴/۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَاءً يَقَطُّ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ نُكْثِرُ بِهِ طَعَامَنَا قَالَ أَبُو عَيْسَى وَجَابِرٌ هَذَا هُوَ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ وَيُقَالُ ابْنُ أَبِي طَارِقٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَعْرِفُ لَهُ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثَ الْوَاحِدَ وَأَبُو خَالِدٍ اسْمُهُ سَعْدٌ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت حفص بن غیاث نے اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت حکیم بن جابر نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کی۔ جابر بن طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا۔ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائیگا۔

راویان حدیث (۳۵۷) حفص بن غیاث (۳۵۸) اسماعیل بن ابی خالد اور (۳۵۹) حکیم بن جابر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سالن زیادہ پکا کے رکھنا :

دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم..... الخ يقطع: تقطيع سے ہے۔ بمعنی

قاش قاش کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا، ای جعل الشئى قطعةً قطعةً وباب التفعيل للتكثير. اور تفعيل کا باب تکثير کے لئے آتا ہے۔ (جمع ص ۲۵۴) فقلت ما هذا، یہ سوال حقیقت شئی

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں ----- ۷۲  
 سے نہیں مطلب یہ ہے کہ اس کا فائدہ کیا ہوگا و المعنی ما فائدة كثرة تقطيعته۔

(جمع ص: ۲۵۴)

نکثر طعامنا! تکثیر سے ہے ”وہو جعل الشئ كثيرا“ (جمع ص: ۲۵۴) یعنی اپنا سالن زیادہ کرتے ہیں۔ بعض نے کہا نکثر: اکتار سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کا گھر میں شور با زیادہ رکھنے کا معمول تھا تا کہ وارد و صادر کی خدمت و تواضع اور پڑوسیوں کا حق جو ادا کیا جاسکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سالن پکانا اور اس سے متعلقہ امور انجام دینا زہد و توکل کے منافی نہیں ہے، بلکہ یہ تو معیشت میں میانہ روی اختیار کرنے کے مناسب ہے جس سے وصف قناعت حاصل ہوگی۔

ملا علی قاریؒ کے الفاظ یہ ہیں وفيه دليل على ان الاعتناء بامر الطبخ وما يصلحه لا ينافي الزهد والتوكل بل يلائم الاقتصاد في المعيشة المؤدى الى القناعة. (جمع ص: ۲۵۴)

امام ترمذی کی وضاحت :

قال ابو عيسى ..... الخ چونکہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ مشہور ہیں۔ حضرات صحابہ میں کثیر الروایہ ہیں اور جب مطلق جابر کا ذکر ہو، تو مراد وہی ہوتے ہیں۔ والمطلق يصرف اليه عند المحدثين. (اور جب مطلق جابر کا ذکر ہو تو محدثین کے نزدیک جابر بن عبد اللہ مراد ہوتے ہیں)۔ (جمع ص: ۲۵۴) اس لئے امام ترمذیؒ نے تصریح کر دی کہ یہاں روایت میں جابر سے مراد جابر بن طارق ہیں۔

(۱۵۵/۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خِيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ قَالَ أَنَسٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ الدُّبَّاءَ حَوَالِي الصُّحْفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أَحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی“ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے مالک بن انس نے بیان کیا۔ انہوں نے اسے اسحاق بن عبد اللہ بن ابوطحہ سے نقل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی۔ میں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوا۔ اُس نے حضور کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانہوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں۔ اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہو گیا۔

### بعض الفاظ کی تشریح :

فقال انس فلنبت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... الخ 'حضرت انس رضی اللہ عنہ اس دعوت میں تبعاً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں شریک ہوئے۔ لکونہ خادمہ او بطلب مخصوص یا تو اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور یا اسکو بھی مستقل دعوت دی گئی تھی۔ (مواہب ص ۱۲۲) قدید فعیل کے وزن پر ہے، بمعنی مفعول کے ای لحم مقدد والقذ : القطع طولاً كالشق یعنی گوشت کا ٹکڑا جو لمبائی میں کاٹا اور چیرا گیا ہو جیسے پھٹن (جمع ص ۲۵۵) فیکون مملحاً مجففاً فی الشمس او غیرھا (مواہب ص ۱۲۲) اور پھر نمک لگائے ہوئے دھوپ یا کسی دوسری چیز کے ذریعہ خشک کیا جائے۔ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبع الدباء حوالی القصعة : (میں نے حضور کو دیکھا کہ کاسہ کے اطراف میں کدو کے ٹکڑے اور قاشیں تلاش فرما رہے تھے) بعض نسخوں میں القصعة کے بجائے الصحفة نقل ہوا ہے۔ القصعة : بڑے پیالے کو کہتے ہیں، جس میں دس آدمی بہ سہولت پیٹ بھر کر کھا سکیں۔ ”اناء یشبع العشرة ومن اللطافات لا تكسر القصعة ولا تفتح الخزانة“۔ الصحفة : اس پیالے کو کہتے ہیں جس میں پانچ افراد پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔ فہی التي تشبع الخمسة (مواہب ص ۱۲۲) مکيلة : وہ پیالہ جس میں دو آدمی کھانا کھا سکیں، اس سے چھوٹے کو صحيفة کہتے ہیں، جس میں ایک آدمی کھانا کھا سکے اور ان میں سب سے بڑے کو جفنة کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصعة کے اطراف

سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کے نوش فرما رہے ہیں۔ حوالی القصعة: وهو مفرد اللفظ مجموع المعنی ای جوانبھا اور وہ لفظاً مفرد اور معنی جمع ہے یعنی اس کے اطراف۔ (جمع ص ۲۵۶)

## مسلمان کدو سے محبت کریں :

فلم ازل احب الدباء من يومئذ : حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس روز سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے کدو سے محبت ہو گئی۔ ای محبة شرعية لا طبعية، جو چیز بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی، صحابہ کرامؓ اس کو محبت عقلی اور شرعی سمجھ کر پسند کرتے (نہ کہ طبعی طور پر)۔ حضرت انسؓ کی کدو سے محبت گویا آپؐ کی سنت سے محبت ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں، مسلمان کے لئے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ کدو کو مرغوب سمجھے اور پسندیدہ غذا کے طور پر شوق و رغبت سے کھائے۔ اسی طرح ہر اس چیز کو پسند کرے، جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے۔ جیسے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

وانه یسن محبة الدباء لمحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذا كل شئى كان یحبه ذكره النووی (جمع ص ۲۵۶) قال ابن عبد البر ومن صریح الايمان محبة ما كان المصطفى یحبه واتباع ما كان یفعله. (مناوی ص ۲۵۶) (علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں خالص اور صریح ایمان کی علامت یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس سے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے نیز جو آپؐ کیا کرتے تھے اسکی اتباع کی جائے)

## دعوت قبول کرنی چاہیے :

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ اور عظمتوں والے لوگ اپنے سے کم درجے اور ادنیٰ لوگوں کے ہاں جا کر ان کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ چاہے دعوت کرنے والے کسی کیوں نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا سنت ہے اور بے تکلف داعیوں کے ہاں اپنے خادم کو ساتھ لے جانا بھی مشروع ہے۔ جیسے کہ محشی مشکوٰۃ نے اس کو اس عبارت میں نقل کر دیا کہ :  
وفی الحدیث جوازا کل الشریف طعام من دونه من محترف او غیره واجابة



دعوتہ و مو اكلة الخادم وان كسب الخياط ليس بلننى ملخصاً من المرقات - (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۲) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ داعی حسب توفیق دعوت کا انتظام کرے نہ کہ بحکف بہت سے اشیاء کا اہتمام کر کے اپنے لئے باعث تفاخر سمجھے جیسے کہ صحابیؓ نے جو کی روٹی اور کدو کے قاشے ڈالے ہوئے شور با پیش فرمایا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک باب آگیا ہے کہ آپؐ کس قدر متواضع اور خلیق تھے۔ اپنے اصحابؓ پر کس قدر مہربان اور شفیق تھے۔

(۱۵۶/۱۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّورَقِيُّ وَسَلْمَةُ بْنُ شَيْبٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ .

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن ابراہیم دورقی، سلمتہ بن شیبیب اور محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ تینوں کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو اسامہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہشام ابن عروہ سے اُن کے باپ کے واسطے سے پہنچی۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔  
راویان حدیث (۳۶۰) احمد بن ابراہیم الدورقی اور (۳۶۱) ابو اسامہ حماد بن اسامہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

**حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد پسند تھا :**

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب الحلواء والعسل : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد بہت مرغوب تھے۔ حلواء! شیرین، میٹھا، ہر وہ چیز جس میں مٹھاس ہو، کل مافیہ حلاوة (اتحافات ص ۲۱۶) لہذا یہاں پر العسل کا عطف از قبیل ”عطف الخاص علی العام“ کہ عطف خاص عسل (شہد) کا عام حلوہ (میٹھے) پر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گڑ، شکر مروج نہیں تھے، بلکہ بعض حضرات نے تو تصریح کی ہے کہ

آپ نے شکر نہیں دیکھی تھی۔ میٹھی چیز عموماً کھجور اور شہد سے تیار کی جاتی تھی۔ وقد تطلق علی الفا کھہة وقال الثعالبی الحلواء التي كان يحبها تمر يعجن بلبن. (مناوی ص ۲۵۶) اور کبھی حلوہ کا اطلاق میوہ جات پر بھی ہوتا ہے امام ثعالبی فرماتے ہیں کہ وہ حلوہ جسکے ساتھ آپ محبت کرتے تھے وہ تو ایسی کھجور جو دودھ میں ملائی اور گوندھی جائے)

شیخ البجوری فرماتے ہیں، سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوہ بنایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا، جو باریک آٹے اور شہد سے تیار کیا گیا تھا۔ جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا "فاستطابہ"۔ (مواہب ص ۱۲۵) حلوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شدت اشتہا اور لذت نفس کے لئے نہ تھی ..... بل لا استحسانہا (بلکہ اسکے عمدہ ہونے کے لئے) لہذا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عمدہ کھانے کی محبت تقویٰ اور زہد کے منافی نہیں ہے۔

و یؤخذ من هذا الحديث ان محبة الاطعمة النفيسة لا تنافي الزهد لكن بغير قصد. (مواہب ص ۱۲۵) (اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور نفیس قسم کے کھانوں سے غیر ارادی محبت زہد و تقویٰ کے منافی نہیں)

(۱۵۷/۱۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّعْفَرَانِيُّ أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلْمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَابًا مَشْوِيًّا فَآكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَمَا تَوَضَّأَ.

ترجمہ: "امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کی۔ ان کے پاس حجاج بن محمد نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن جریج نے کہا مجھے محمد بن یوسف نے خبر دی کہ اسے عطاء بن یسار نے خبر دی اور اسے ام المؤمنین ام سلمہ نے بتایا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کئے نماز پڑھی۔

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 راویان حدیث (۳۶۲) الحسن بن محمد الزعفرانی (۳۶۳) حجاج بن محمد (۳۶۴) ابن جریج (۳۶۵) محمد بن یوسف اور (۳۶۶) عطاء بن یسار کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## گوشت آپ کی محبوب غذا تھی :

انہا قربت ..... الخ، مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا ہے۔  
 طباً کی بعض نے من شاة (بکری) کی تصریح کی ہے، مگر اس پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔  
 حنب: ماتحت الابط الى الكشح (بغل کے نیچے سے پہلو تک) (اتحافات ص ۲۱۷)  
 مور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بھی پسند تھا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ آپ نے فرمایا  
 لحم سيد الطعام لاهل الدنيا والآخرة (گوشت دنیا و آخرت کے لوگوں کے لئے  
 ہوں کا سردار ہے)۔ (جمع ص ۲۵۸) دیگر روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔  
 حضرت علیؑ سے مرفوعاً منقول ہے۔ سید طعام اهل الدنيا اللحم ثم الارز (جمع ص ۲۵۸)  
 (دنیا کے کھانوں کا سردار گوشت اور پھر چاول ہیں) ابوشمعان کہتے ہیں کہ میں نے علماء  
 سے فرماتے ہیں، كان احب الطعام الى رسول الله صلى الله عليه وسلم اللحم  
 وہ زید سبعین قوة وقال الشافعی اكله یزید فی العقل (جمع ص ۲۵۸) (نبی کریم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین کھانا گوشت تھا اور وہ انسان میں ستر قوتیں زیادہ کر دیتا ہے، امام  
 شافعی فرماتے ہیں کہ گوشت کا کھانا عقل میں زیادتی کا سبب ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گوشت رنگ کو صاف کرتا ہے۔ خلق  
 میں لاتا ہے جس نے چالیس روز تک گوشت نہ کھایا، ساء خلقه ذکره فی الاحیاء  
 (جمع ص ۲۵۸) علامہ ابن القیم فرماتے ہیں گوشت کے کھانے پر مداومت نہیں کرنی چاہیے  
 کہ بہت سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ وقال بقراط الحکیم لا تجعلو بطونکم  
 مقابر للحيوان (مواہب ص ۱۲۵) (حکیم بقراط کہتے ہیں کہ اپنے پیٹوں کو حیوانوں کا  
 قبرستان نہ بنائیے) اس حدیث کا ماقبل سے ربط ظاہر ہے کہ اس سے پہلے حلوہ اور شہد کا بیان  
 تھا اور اب گوشت کا تنبیہاً علی ان الثلاثة افضل الاغذية وانفعها للبدن والكبد والاعضاء

ولا ینفر منها الامن به علة او آفة (جمع ص ۲۵۷) (ان تین چیزوں کے تذکرہ سے یہ تشبیہ کرنی تھی کہ یہ تینوں (حلوہ شہد گوشت) غذاؤں میں افضل اور بدن و جگر اور دوسرے اعضاء کے لئے نافع اور مفید ہیں اور ان کے کھانے سے بیماریا کوئی آفت زدہ ہی متنفر اور کراہت محسوس کریگا)

قال ابن العربی وقد اکل صلی اللہ علیہ وسلم الحنید، ای المشوی والقنید والحنید اعجل اللحم وألذہ. (اتحافات ص ۲۱۷) ابن عربی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔ نیز خشک اور بھنا ہوا گوشت پکنے میں جلدی اور کھانے میں لذیذ ترین ہوتا ہے (تم قام الی الصلوۃ و ما توضحا! اس میں دلیل یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب خلفاء اربعہ اور ائمہ اربعہ کا ہے۔ علامہ البیجوری فرماتے ہیں، فیہ دلیل علی ان الأکل ما مستة النار لا ینقض الوضوء و هو قول الخلفاء الاربعة والائمة الاربعة۔ (مواہب ص ۱۲۵)

(۱۵۸/۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوَاءً فِي الْمَسْجِدِ .  
ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابن لہیعہ نے بیان کی۔ انہوں نے اسے سلیمان بن زیاد سے روایت کیا اور انہوں نے صحابی رسول عبد اللہ ابن حارث سے نقل کی۔ عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

مسجد میں بیٹھ کر کھانے کا حکم :

قال اكلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم شواء في المسجد ، الشواء : آگ پر بھونے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔ ”اللحم المشوي بالنار“ (اتحافات ص ۲۱۸) اس حدیث میں باہم یکجا بیٹھ کر مسجد میں کھانا کھانے کا جواز مدلول ہے۔ بشرطیکہ مسجد کا فرش خراب نہ ہو اور کھانے کے ریزے فرش مسجد پر نہ گریں۔ (ورنہ پھریا تو مکروہ اور یا حرام



ہوگا) علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں فیہ دلیل لجواز اکل الطعام فی المسجد جماعة و فرادی و محله ان لم یحصل ما یقنر المسجد والا فیکره او یحرم (جمع ص ۲۵۷) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ نے مسجد میں زمانہ اعتکاف میں کھانا کھایا ہو (جیسے کہ علامہ بیجوری نے نقل کیا ہے کہ) و یمکن حمل اکلهم بالمسجد علی زمن الاعتکاف. (مواہب ص ۱۲۶)

ابن ماجہ میں یہ اضافہ بھی منقول ہے۔ ثم قام فصلی و صلینا معہ ولم نزد علی ان مسحنا ایدینا بالحصباء (جمع ص ۲۵۸) (کہ پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کیساتھ نماز پڑھی اسکے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا صرف یہ کہ کنکریوں کے ساتھ اپنے ہاتھ پونچھے)

خلاصہ یہ کہ مسجد میں کھانا جائز ہے، مگر اس کو عادت نہیں بنالینا چاہیے۔ یہ باب چونکہ آپ کے سالن کے بیان میں ہے تو لازماً یہاں گوشت بطور سالن کے روٹی کے ساتھ کھایا جانا مراد لیا جائے گا۔ ای مشویا یعنی مع الخبز (جمع ص ۲۵۸) (یعنی بھنا ہوا گوشت روٹی کیساتھ کھایا)

علامہ البیجوری فرماتے ہیں کہ یہ ضیافت ضباعة بنت الزبیر ابنة عم البنی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر تھی۔ حضور اقدس ﷺ اپنے مہمانوں سمیت (جن میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھے) ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے سامنے بکری کا بھنا ہوا پہلو لایا گیا۔ ثم اخذ الشفرة (پھر حضور ﷺ نے چھری اٹھائی) یہ طلحہ کے وزن پر ہے۔ بڑی اور چوڑی چھری کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شفار آتی ہے۔ جیسے کلب کی جمع کلاب اور شفرات بھی آتی ہے جیسے سجدۃ کی جمع سجدات۔ (مناوی ص ۲۸۹)

(۱۵۹/۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ ابْنَانَا وَ كَيْعٌ " حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ " عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاتَى بِحَنْبٍ مَشْوِيٍّ ثُمَّ أَخَذَ الشُّفْرَةَ فَجَعَلَ

يَحْزُلِي بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤَدِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَالْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَا لَهُ تَرَبُّثٌ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ وَفَى فَقَالَ لَهُ أَقْصُهُ لَكَ عَلَى سِوَاكِ أَوْ قُصِّهِ عَلَيَّ سِوَاكِ .

ترجمہ: ”امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر کعب نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مسعر نے ابی صخرہ جامع بن شداد کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت مغیرہ بن عبداللہ سے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مہمان ہوا۔ کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا۔ حضور ﷺ چاقو لے کر اُس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلود ہوں اس کے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر کی اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھیں بہت بڑھ رہی تھیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے۔

راویان حدیث (۳۶۷) مسعر (۳۶۸) ابو صخرہ اور (۳۶۹) مغیرہ بن عبداللہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### لفظ ”ضفت“ کا معنی و تشریح :

قال ضفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة . اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک صاحب کے پاس مہمان ہوئے، جیسا کہ علامہ مناوی لکھتے ہیں: ای نزلت انا وایاہ ضیفین علی انسان . (مناوی ص ۲۵۸) وقال الطیبی ای نزلت انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم علی رجل ضیفین له (جمع ص ۲۵۸) اور دوسرا معنی یہ بھی محتمل ہے کہ ایک رات میں آپ کا مہمان بنا۔ ای کنت ليلة ضیفه۔

(جمع ص ۲۵۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کا مہمان تھا اور آپ ﷺ کی مع مہمانوں کے کہیں دعوت تھی۔ جیسا کہ عام معمول ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و متعلقین کے ہوتی ہے اس صورت میں روایات میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا کہ یہ اصل میں آپ کے مہمان تھے اور آپ ﷺ کی اس وقت مع مہمانوں کے دعوت کی وجہ سے یہ بھی اور آپ ﷺ دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔ (خصائل)

علامہ البجوری فرماتے ہیں کہ ضیافت ضباعة بنت الزبیر ابنة عم البنی صلی اللہ علیہ وسلم (حضور ﷺ کی چچا زاد بیٹی ضباعة بنت زبیر) کے گھر پر تھی۔ و قیل انہا كانت فی بیت میمونة ام المومنین (اور بعض کے نزدیک ضیافت ام المومنین حضرت میمونہ کے حجرہ میں تھی)۔ (اتحافات ص ۲۱۹)

حضور اقدس ﷺ کی تواضع اور خدمت :

فجعل یحز فحزلی بہا منہ: حضور اقدس ﷺ، تالیف قلب، مروت شفقت اور تواضع و خدمت کے طور پر گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر مہمانوں کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ جن میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ فحزلی بہا منہ۔ یحز بمعنی یقطع کے ہے۔ الحز: القطع کو کہتے ہیں اور الحزنة: قطعة من اللحم طولاً (گوشت کے لمبا ٹکڑے) کو کہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بھنے ہوئے گوشت کو حسب ضرورت چھری سے کاٹنا جائز ہے۔ ایک تو مروّجہ چھری کانٹے کا استعمال ہے، جس میں ہاتھ کی تھوڑی تلویٹ بھی برداشت نہیں کی جاتی۔ یہ بہر حال مذموم ہے۔ جب غیر معمولی حالت ہو اور اگر گوشت کے قطعے بڑے بڑے اور سخت ہوں اور لقموں کا ہاتھ سے توڑنا ممکن نہ رہے، تو پھر چاقو چھری کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ سب سے زیادہ بہتر تو جیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے۔ اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (خصائل)

## احادیث میں تعارض سے جواب :

نیز حدیث میں تصریح ہے۔ لا تقطعو اللحم بالسکین فانہ من صنیع الاعاجم وانہشوه فانہ اہنا وامراً (گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے اور اسکو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ یہ کھانے کو خوشگوار اور لذیذ ترین بنا دیتا ہے) (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۳) لہذا بظاہر دونوں احادیث میں معارضہ ہے۔ شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں (۱) لقول ابی داؤد و البیہقی (انہ) لیس بالقوی و علی التنزل (۲) فالنہی وارد فی غیر الشوی (۳) او محمول علی ما اذا اتخذنا لحز عاده (۴) او یحمل الحز علی الکبیر لشدة لحمہ والنہی علی الصغیر (مناوی ص ۲۵۹) (۱) کہ حدیث نہی قوی نہیں ہے جیسا کہ ابوداؤد اور بیہقی نے قول کیا ہے (۲) اگر حدیث نہی کو قوی علی سبیل التنزل مان بھی لیا جائے تو پھر تطبیق یہ ہوگی کہ نہی کا حکم بھنے ہوئے گوشت کے علاوہ (خوب پکے ہوئے) کے لیے ہے (۳) یا نہی کا حکم اس وقت ہے کہ چھری کے ساتھ کاٹنے کی عادت بنالی جائے (۴) یا چھری سے کاٹنے کا حکم بوڑھے اور لاغر جانور کے لیے کہ اسکا گوشت سخت ہوتا ہے اور نہی کی حدیث کا محمل چھوٹا جانور ہو (مناوی ص ۲۵۹) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چھری سے کاٹنے کا حکم اس وقت ہو کہ گوشت کا ٹکڑا بڑا ہے اور ہاتھ میں نہیں اٹھایا جاسکتا اور نہی کا محمل چھوٹے ٹکڑے کے لیے ہو)

ملا علی قاری فرماتے ہیں :

(۱) ہو لیس بالقوی علی انہ یجوز ان یکون احترازہ صلی اللہ علیہ وسلم ناسخاً لنہیہ عن قطع اللحم بالسکین .

(۲) وان یکون لبيان الجواز تنبیہا علی ان النہی للتزیه لا للتحريم .

(۳) وقیل معنی کونہ من صنیع الاعاجم ای من دابہم و عادتہم ای لا تجعلو القطع بالسکین دابکم کالاعاجم بل اذا کان نضیجاً فانہشوه فان لم یکن نضیجاً فحزوه بالسکین۔ (جمع ص ۲۵۰)

(۱) یہ حدیث نہی قوی نہیں اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا چھری سے کاٹنا یہ ناسخ



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 بن جائے حضور ﷺ کے فرمان مبارک کہ گوشت کو چھری سے کھانے کے لیے نہ کاٹو۔  
 (۲) یا حضورؐ کا چھری سے گوشت کو کاٹنا بیان جواز کے لئے ہو اور اس بات پر تنبیہ ہو کہ  
 نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(۳) اور بعض نے کہا کہ عجمیوں کا طریقہ ہونے کا مطلب انکی عادت مستمرہ ہے یعنی  
 مطلب یہ ہوگا کہ تم لوگ چھری کیساتھ کاٹنے کی عادت عجمیوں جیسے نہ بناؤ بلکہ اگر گوشت  
 پختہ ہے تو پھر دانتوں سے نوچو اور اگر پکا ہوا نہیں تو پھر چھری سے کاٹو۔

### حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تنبیہ :

فجاء بلال ! دریں اثنا حضرت بلالؓ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ یؤذن: ایذان  
 سے ہے وہو الاعلام۔ وہ خبردار کرتا ہے (اتحافات ص ۲۱۹) آپؐ نے کھانا چھوڑ دیا اور  
 فرمایا ”مالہ تربت بداہ“ بلال کو کیا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلالؓ کا یہ بے ڈھنگا پن پسند نہ آیا کہ آپؐ تو مہمانوں کی خاطر  
 مدارات کر رہے تھے، پھر نماز کا وقت بھی آپؐ کو معلوم تھا۔ آپؐ کو اس کی فکر بھی ہوتی  
 تھی۔ اس لئے آپؐ نے اس جملہ سے زجر و توبیخ، تنبیہ اور تربیت فرمائی۔ بددعا عرض نہ تھی  
 اور یہ جملہ بددعا کے لئے استعمال بھی نہیں ہوتا۔ وجرى على السنة العرب لمجرد اللوم لا  
 للدعوة عليه اور یہ کلمہ (مالہ تربت بداہ) عرب کی زبان میں محض کچھ ملامت کرنے کے  
 لئے ہے نہ کہ بددعا کے لئے ہوتا ہے۔ (اتحافات ص ۲۱۹) اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اس کے اہتمام میں مشغول تھے، تو اس کو  
 درمیان میں اطلاع نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جبکہ نماز کے وقت  
 میں گنجائش بھی تھی۔ ويحتمل انه قال رعاية لحالة الضيف اور یہ بھی احتمال ہے کہ مہمان  
 کے حال کی رعایت کے لئے فرمایا ہو۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۷)

### مونچھوں کا شرعی حکم :

وكان شاربہ قد وفى ..... الخ اس کے قائل یا مغیرة بن شعبہ ہیں تو شاربہ میں

التفات ہوگا اور یہی احتمال قوی ہے بلکہ متعین ہے جیسے کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے، قال میرک وقع فی رواية ابی داؤد کان شاربی وفی..... الخ ملا میرک فرماتے ہیں کہ ابو داؤد کی روایت میں لفظو کان شاربی وفی الخ (کہ میری مونچھیں) ہے۔ (جمع ص ۲۶۰) یا مغیرہ بن عبد اللہ ہیں یا حضرت بلال اور یا ضمیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راجع ہو، تو اس وقت التفات کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان احتمالات کو صاحب مرقات نے تکلفات سے تعبیر کیا ہے، فرماتے ہیں، قال الطیبی ویحتمل ان یکون الضمیر فی شاربه لبلا ل فیکون التقدير قال بلال فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقصه لک ای لنفکک ویحتمل ان یکون الضمیر فی شاربه لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنی قوله اقصه لک ای اعطیک تبرک به وکل هذا تکلفات لا تشفی العلیل۔ طیبی فرماتے ہیں کہ یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ شاربه کی ضمیر یا تو بلال کو راجع ہو تو پھر تقدیر (اصل) عبارت قال بلال الخ ہوگی، یعنی مجھے آپ نے فرمایا کہ تیرے نفع اور فائدے کیلئے ان کو کاٹ دوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر شاربه میں حضور کو راجع ہو اور معنی یہ ہوگا کہ میں تجھے مونچھیں کاٹ دوں یعنی آپ کو دیدوں تاکہ تو ان کے ساتھ تبرک حاصل کرے اور یہ سب ایسے تکلفات ہیں کہ علم کے بیمار کو شفا نہیں دے سکتے۔ (واللہ اعلم) (حاشیہ مشکوٰۃ ۳۶۷) شارب اوپر کے ہونٹ پر اگے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں جیسے علامہ بیجوری فرماتے ہیں، والشارب هو شعر النابت علی الشفغ العلیا۔ (مواہب ص ۱۲۶)

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز یہ واقعہ پیش آیا اس دن میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، تو آپ نے فرمایا ”اقصه لک علی سواک“ اقصه علی سواک ” کیا تمہاری مونچھیں مسواک پر رکھ کر میں کتر دوں یا ان بڑھی ہوئی مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر خود کتر لو۔ پہلا جملہ استفہام ہے اور دوسرا جملہ امر ہے۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے پہلا جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا۔

مسواک پر رکھ کر کترنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ فوراً کتر دو۔ دوسرا یہ کہ مسواک پر رکھ کر کترنے سے تکلیف نہ ہوگی۔

و سبب القص علی السواک ان لاتنادی الشفة بالقص “ اور مسواک پر رکھ کر کترنے کا سبب یہ ہے کہ ہونٹوں کو کترنے سے تکلیف نہیں ہوگی۔ (مواہب ص ۱۲۶) یہ مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیدیا۔ مونچھوں کا شرعی حکم یہی ہے کہ بالکل نیچے تک کتروادئے جائیں یا کم از کم اس قدر ضرور کترنے چاہیں کہ آدمی کا ہونٹ تو صاف نظر آئے۔ آپ کے مختلف ارشادات میں داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے۔ اس وجہ سے ایک جماعت علماء کا مسلک یہ بھی ہے کہ مونچھوں کو منڈانا سنت ہے، مگر علماء محققین کہتے ہیں کہ کتروانا سنت ہے۔ تاہم کتروانے میں مبالغہ ضروری ہوتا ہے کہ مونڈنے کے قریب قریب ہو جائیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی مونچھیں کترنا یا دوسرے سے کتروانا خود کترنا دونوں جائز ہیں۔ البتہ مونچھیں کترتے وقت دائیں سے ابتداء کی جائے۔ تو مندوب ہے۔ کیا مونچھوں کا مونڈنا افضل ہے یا کترنا؟ علامہ البیجوری فرماتے ہیں والا کثرون علی الاول (ای قصہ) اکثر علماء اس کے کاٹنے کو افضل سمجھتے ہیں۔

بلکہ حضرت امام مالکؒ تو مونڈنے والے کو سزا دیا کرتے تھے قال مالکؒ یودب

الحالق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مونڈنے والے کو سزا دی جائیگی۔ (مواہب ص ۱۲۷)

## اسبال کا حکم :

اسبال کا باقی رکھنا بھی مکروہ ہے۔ اسبال : طرف الشارب کو کہتے ہیں۔ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر ہوا کہ وہ اسبال کو بڑھاتے اور داڑھیوں کو

منڈاتے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا، فخالقوہم یعنی ان کی مخالفت کرو۔ وفی خبر

احمد قصوا اسبالکم ووفروا لحاکم ولكن رأى الغزالی انه لا باس بترك الاسبال اتباعاً

لسيدنا عمر رضی اللہ عنہ۔ اللہ اعلم۔ (اتحافات ص ۲۲۰) اور احمد کی ایک حدیث میں

ہے کہ اپنے اسبال (مونچھوں کی لسبائی) کو کترو اور اپنی داڑھیاں بڑھاؤ۔ لیکن امام غزالی کی

یہ رائے ہے کہ اطراف میں لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں یعنی حضرت عمرؓ کی تابعداری کرنے کے لئے۔

(۱۶۰/۱۶) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرَفَعَ إِلَيْهِ الزَّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَهَسَ مِنْهَا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت واصل بن عبد الاعلیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے محمد بن فضیل نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابو حیان تیمی سے روایت کی اور انہوں نے ابو زرعة سے نقل کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا۔ اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضورؐ کے سامنے پیش ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا۔ حضورؐ نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔ یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا۔

راویان حدیث (۳۷۰) واصل بن عبد الاعلیٰ (۳۷۱) محمد بن فضیل (۳۷۲) ابو حیان التیمی اور (۳۷۳) ابو زرعة کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گوشت کو دانتوں سے نوچنا اور کھانا افضل ہے :

پہلی روایت میں گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کا بیان تھا۔ اس روایت میں دانتوں سے نوچنے اور کھانے کا بیان ہے۔ الذراع سے مراد بازو ہے۔ والمراد هنا ما فوق الكراع (پاؤں سے اوپر کا حصہ مراد ہے) (مواہب ص ۱۲۷) هو اليد من كل حيوان. ہر حیوان کی چوڑی (مناوی ۲۶۲) و كانت تعجبه “آپ اس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ لسرعة نضجها مع سهولة هضمها، وطيب طعمها و لزيادة قوتها للجسم. (بوجہ اس کے جلدی پکنے اور بسہولت ہضم ہونے اور ذائقہ کے اچھے ہونے اور جسم کو طاقتور بنانے کیلئے)۔ (اتحافات ص ۲۲۰)



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ”فنہش منها“ یہ نہش سے ہے اطراف الاسنان سے تناول کو نہش کہتے  
 ہیں۔ وہو اہنا و امراً آپ ﷺ کو دانتوں سے نوچنا اور کھانا، چھری کے ساتھ کاٹنے اور  
 کھانے سے زیادہ پسند تھا۔ وهذا اولی و احب من القطع بالسکین (مواہب ص ۱۲۷)  
 ولانہ یبنی عن ترک التکبر و التکلف و ترک التشبه بالا عاجم۔ (جمع ص ۲۶۲) اور  
 دانتوں سے نوچنے میں تکبر تکلف اور عجیوں کی تشبیہ کو چھوڑنا مقصود ہے۔ اس حدیث سے یہ  
 بھی معلوم ہوا کہ کھانا جتنا بھی لذیذ اور پسندیدہ ہو، پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔ آپ ﷺ  
 کو بازو کے گوشت سے محبت تھی، مگر اس کے باوجود فنہش منا یعنی اس سے تھوڑا بقدر  
 ضرورت و کفاف تناول فرمایا۔ تمام کا تمام نہیں کھایا کہ منها حرف تبعیض کا یہی مدلول  
 ہے۔ (مواہب ص ۱۲۷)

-----  
 (۱۶۱/۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي  
 اسْحَقَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يُعْجِبُهُ الدِّرَاعُ قَالَ وَسَمَّ فِي الدِّرَاعِ وَكَانَ يُرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ.  
 ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے  
 ابو داؤد نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت زہیر یعنی ابن محمد سے ابی اسحق کے واسطے سے  
 روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت سعد بن عیاض سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے  
 نقل کی۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کو ذراع یعنی دست کا گوشت  
 مرغوب تھا۔ اسی میں حضور اقدسؐ کو زہر دیا گیا۔ گمان یہ ہے کہ یہودیوں نے زہر دیا تھا۔  
 راویان حدیث (۳۷۴) زہیر (۳۷۵) سعید بن عیاض اور (۳۷۶) عبد اللہ بن مسعود  
 کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گوشت نے خبر دی کہ میں مسموم ہوں :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... الخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا  
 گوشت بہت پسند تھا۔ وسم فی الذراع، حضور اقدس ﷺ کو اپنے پسندیدہ گوشت

لحم الذراع. (بازو کے گوشت) میں زہر دیا گیا۔ آپ نے اس سے ابھی ایک لقمہ لیا تھا۔ جو نگلا بھی نہ تھا کہ اخبرہ جبریل بانہ مسموم فتر کہ و لم یضرہ ذلک السم یعنی حینئذ (کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ یہ گوشت زہر آلود ہے تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس وقت زہر سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی) اگرچہ بعد میں وفات تک مختلف اوقات میں اس کا اثر ظاہر ہوتا رہا) بعض روایات میں فاخبرہ بہ الذراع (کہ خود اس ذراع (پہلو) نے (زہر آلود ہونا) بتلایا)۔ (مناوی ۲۶۳) کی تصریح ہے تو علماء محدثین نے دونوں روایات میں تطبیق کی ہے کہ اولاً ذراع نے خود آواز دے کر آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا اور یہ معجزہ تھا، پھر جبرائیل آئے۔ ثم نزل جبریل بتصدیقها بانہ مسموم فتر کہ. (مناوی ص ۲۶۳) (پھر جبرائیل اس کی تصدیق کیلئے آسمان سے اترے اور کہا کہ یہ زہر آلود ہے آپ نے اس کو چھوڑ دیا) ورنہ یہ بات محقق ہے کہ زہر کا اثر ہر سال معاد ہوتا تھا اور اس سے آپ ﷺ کو تکلیف بھی ہوتی تھی بلکہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ”حتی مات بہ صلی اللہ علیہ وسلم لزیادة حصول سعادة الشهادة“ (کہ آپ مرتبہ شہادت سے اس زہر کے اثر کیوجہ سے فیضاب ہوئے)۔ (جمع ص ۲۶۳) علامہ الیچوری فرماتے ہیں : قال العلماء فجمع الله له بين النبوة والشهادة ولا يرد على ذلك قوله تعالى والله يعصمك من الناس لان الاية نزلت عام تبوك والسم كان بخير قبل ذلك. (مواہب ص ۱۲۸) (علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات مبارک کیلئے مرتبہ نبوت اور شہادت دونوں کو جمع فرما دیا۔ اور اس پر یہ اعتراض نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے متعلق والبلہ يعصمك من الناس فرمایا ہے) کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کی تکلیف دینے سے محفوظ فرما دیں گے) اس لئے کہ آیت مذکورہ غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئی اور آپ کو زہر دینے کا واقعہ خیبر میں اس سے پہلے وقوع پذیر ہو چکا تھا۔

یہودی عورت کا زہر کھلانا :

ان اليهود سموه ! فتح خیبر کے موقع پر یہودی زعماء کے مشورہ سے ایک یہودی

خاتون نے بکری کا ایک ذراع بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر قاتل ملا کر آپ ﷺ کی دعوت کی۔ ابھی آپ نے لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ گوشت نے معجزہ از خود اطلاع دی کہ میرے اندر زہر بھر دیا گیا ہے۔ پھر جبریل اترے اور فوراً تصدیق کر دی۔ آپ نے خود بھی اس کھانے سے ہاتھ روک لیا اور صحابہ کرام کو بھی منع کر دیا۔ سمّوہ میں زہر دینے کی نسبت ایک خاتون کے بجائے تمام یہودیوں کی طرف کی گئی ہے۔

واسندہ الی الیہود لانه صدر عن امرهم واتفاقهم والا فالما شرة لذلك زينب بنت الحارث امرأة سلام بن مشکم الیہودی كما رواه محی السنة واللمیاطی وغیرہما۔ (مناوی ص ۲۶۳) (زہر دینے کی نسبت سب یہودیوں کی طرف کی گئی حالانکہ زہر دینے کا فعل تو صرف سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے کیا تھا جیسے کہ محی السنۃ اور دمیاطی وغیرہ ہی نے نقل کیا ہے اسلئے کہ اس عورت نے یہ کام ان سب کے متفقہ فیصلے اور حکم سے کیا تھا)

اس کے بعد آپ نے اس عورت کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اس میں زہر ملا یا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس میں زہر بھرا ہے۔ فقالت قلت ان کان نبیاً یضرہ السم والا استرحنا منہ (جمع ص ۲۶۳) (اس خاتون نے کہا کہ ہمارا اس میں زہر ملانے کا واحد مقصد یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے، تو زہر ضرر نہیں پہنچائے گا اور اگر نبی نہیں ہوں گے، تو ہمیں آپ سے استراحت حاصل ہو جائے گی) حضور اقدس نے ان کا سارا قصہ سنا۔ حقائق سے آگاہی ہوئی، نہ طیش میں آئے، نہ غصہ فرمایا اور نہ انتقام لیا بلکہ فعفا عنها ولم یعاقبها لانه کان لا ینتقم لنفسه (اس کو معاف کر دیا اور کوئی سزا نہیں دی اس لئے کہ آپ اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام اور بدلہ نہیں لیتے تھے)۔ (مناوی ص ۲۶۳)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، ولقد اسلمت زینب فترکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سلاما و لانه کان لا ینتقم لنفسه (اتحافات ص ۲۲۱) اور زینت بنت الحارث اسلام لے آئی تو حضور ﷺ نے اس کو اسلام لانے کے سبب چھوڑ دیا اور اس لئے بھی کہ آپ اپنی ذات کیلئے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے (مگر بشر بن

البراء صحابی اس زہر کے کھانے سے شہید ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ یہی زہر آلود کھانا کھایا تھا۔ دفعھا لورثته فقتلواھا قوداً (مناوی ص ۲۶۳) تو حضور اقدس نے اسے شہید کے ورثا کے حوالے کر دیا، انہوں نے قصاصاً سے قتل کر دیا۔ بعض روایات میں تعزیر آیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قصاص لینے کے یہ معنی ہوں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اس سے قصاص لو اور قتل کرو، چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی، اس لئے اولیاء مقتول صحابی نے معاف کر دیا۔ (تقریر ترمذی ص ۸۳۰)

### حدیث سے ماخوذ فوائد :

شراحین نے اس حدیث سے بہت سے فوائد اور مسائل کا استخراج کیا ہے۔ گوشت کا کلام کرنا آپ کا معجزہ ہے کہ بے جان چیز بات کر رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور اقدس کو وہ غائب چیز بھی معلوم ہو گئی، جس کا تعلق شر سے تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زہر بذاتہ کوئی مؤثر چیز نہیں ہے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ زہر سے قتل، گویا اسلحہ سے قتل ہے، جس پر شرعاً قصاص مرتب ہوتا ہے۔ شیخ عبدالرؤف کے الفاظ میں اس کی مزید توضیح ملا حظہ ہو۔

وفی الحدیث فوائد كثيرة منها ما اظهره انه من كرامة نبيه حيث كلمه الجماد ولم يوتر فيه السم وعلم ما غيبه عنه من الثروان السم لا يوتر بذاته ولو كان يوتر بذاته لآثر فيهما حالا وان القتل بالسم كالقتل بالسلاح الذي يوجب القود بشرطه المعروف.

(مناوی ص ۲۶۳)

(۱۶۲/۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ قَتْلَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ الدِّرَاعُ فَنَاولَتْهُ ثُمَّ قَالَ نَاولِي الدِّرَاعَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ دِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَّتْ لَنَا وَلَتَبِي الدِّرَاعُ مَا دَعَوْتُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ہمیں اسے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا۔ ان کو یہ روایت ابان بن یزید نے قتادہ کے واسطے  
 سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شہر بن حوشب سے اخذ کی اور انہوں نے اسے صحابی  
 رسول حضرت ابو عبیدہ سے سماعت کی۔ حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم  
 کے کیلئے ہانڈی پکائی۔ چونکہ آقائے نامدار ﷺ کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ اس لئے  
 میں نے ایک بونگ پیش کی۔

پھر حضور نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری پیش کی۔ پھر حضور نے اور  
 طلب فرمائی، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ  
 نے فرمایا، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تو چپ رہتا  
 تو میں جب تک مانگتا رہتا، اس دیکھی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

راویان حدیث (۳۷۷) مسلم بن ابراہیم (۳۷۸) ابان بن یزید اور (۳۷۹) ابو عبیدہ  
 کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کے لئے ضیافت کا اہتمام :

قال طبخت للنبي صلى الله عليه وسلم قدرًا طبخت : طبخ سے ہے بمعنی پکانے  
 کے اور بھوننے کے۔ قدراً ہانڈی کو کہتے ہیں، وہی بالكسر آنية يطبخ فيها (قدر  
 بكسر القاف ایسا برتن جسمیں کوئی چیز پکائی جائے) (مواہب ص ۱۲۸) جمع قدر آتی ہے۔  
 قرآن مجید میں وقدور راسیات (بڑی دیکھیں اپنی جگہ رہنے والی) آیا ہے۔ ذکر ظرف کا  
 ہے مراد مظروف ہے۔ فذكر القدر و اراد ما فيه مجازاً بذكر المحل و ارادة الحال (تو  
 یہاں قدر کا ذکر ہے اور اس سے مراد مجازاً وہ چیز جو اسمیں ہو یعنی محل کا ذکر ہے اور مراد حال  
 ہے۔) (جمع ص ۲۶۳) و كان يعجبه الذراع فناولته۔ (حضور ﷺ کو ذراع (بازو) پسند  
 تھا تو میں نے وہ ہانڈی سے نکال دیا) ظاہر سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اول مرتبہ حضور  
 اقدس نے طلب نہ فرمایا بلکہ ناولہ بلا طلب لعلمہ بانہ يعجبه۔ (جمع ص ۲۶۳) (کہ آپ  
 کو بن مانگے وہ بازو دیا کیونکہ اسے علم تھا کہ آپ اس کو پسند فرماتے تھے)

چونکہ حضور اقدس ﷺ کو الذراع محبوب تھا۔ اس لیے ارشاد فرمایا ناولنسی الذراع یعنی مجھے ایک بازو اور دو، اس کے بعد پھر تیسرا ذراع طلب فرمایا تو حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کم للشاة من ذراع (بکری کے کتے بازو ہوتے ہیں) یہ استفہام کے لیے ہے یا تعجب کے لیے انکار کے لیے نہیں ہے۔ لانہ لا یلیق بالمقام۔ (کیونکہ انکار کرنا اس مقام کے مناسب نہیں) (مناوی و جمع ص ۲۶۴) علامہ اللیجوریؒ فرماتے ہیں استفہام میں اگرچہ انکار نہیں ہے، مگر سوء ادب ہے اور عدم امتثال امر ہے۔ فلذلک عاد علیہ شئوم علم الامثال بان حرم مشاہلۃ المعجزۃ وہی ان یخلق اللہ ذراعاً بعد ذراع۔ (موہب ص ۱۲۸) (اس لیے تو حکم نہ ماننے کی شومی سے آپ کے معجزہ کے مشاہدہ کرنے سے محروم ہوا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دیگ سے بازو کے بعد اور بازو پیدا کر کے دیتے)

### ایک اعتراض کا جواب :

بظاہر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ گزشتہ روایات سے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے لحم و خبز سے کبھی سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا جبکہ اس روایت میں ہے کہ دو ذراع تناول فرمائے۔ شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ سابقہ روایات میں یومین متابعین یا فی یوم مرتین (دو دن مسلسل یا ایک دن میں دو بار) کی نفی ہے۔ مطلقاً ایک وقت کے شیع کی نفی نہیں کی گئی۔ جب کہ حدیث زیر بحث میں ایک وقت کی بات ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ اس وقت دو ذراع سے سیر ہو گئے تھے، ورنہ تیسرے کا مطالبہ کیوں فرماتے بلکہ صحابیؓ کے ذراع لانے کے بعد ظاہر ہے کہ سب شرکاء نے اس سے کھایا ہو۔ واللہ اعلم۔

### آپ ﷺ کا قسم کھانے کا انداز :

فقال والذی نفسی بیدہ! یہاں پر نفسی سے روح یا جسد یا دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں۔ ای روحی او جسدی او ہما بیدہ: ای بقلرتہ و قوتہ و ارادۃ ان شاء أبقاہ وان شاء افناہ (یعنی میری روح یا بدن یا دونوں اسی ذات کی قدرت طاقت اور اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو باقی رکھے اور چاہے ان کو فنا کر دے) (مناوی ص ۲۶۴) حضور اقدس ﷺ ان

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 الفاظ کے ساتھ قسم کھایا کرتے تھے یہ عادت مبارک تھی۔ مقصد یہ تھا کہ میری ذات تو رب  
 تعالیٰ کی منقاد ہے۔ لا افعل الا ما یرید۔ (کہ میں نہیں کرتا مگر جو اس کا ارادہ ہوتا ہے) یہ  
 روایت ”من احادیث الصفات وایتھا“ سے ہے، اس میں دو مذہب مشہور ہیں۔ (۱)  
 التاویل اجمالاً: وهو تنزیہ اللہ تعالیٰ عن ظواہرہا و تفویض التفصیل الیہ سبحانہ و تعالیٰ  
 وهو مذہب اکثر السلف (۲) و التاویل تفصیلاً: وهو مختار اکثر الخلف (جمع ص  
 ۲۶۳)

(صفات کے بارے میں مختصر اور اجمالی تاویل یہ کہ ان کے ظاہری معانی سے اسکی ذات  
 منزہ اور پاک ہے اور انکی پوری تفصیل اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سپرد ہے اور یہی اسلاف اور  
 متقدمین کا مذہب ہے (یعنی وہ فرماتے ہیں اللہ اعلم بمرادہ بذلک۔  
 (۲) اور تفصیلی تاویلات اور معانی بتلانا یہ متاخرین کے نزدیک پسندیدہ ہیں)

## معجزات کا وقوع کب ہوتا ہے :

لو سکت الخ، اگر تم خاموش رہتے اور اس قدر بات نہ کرتے، ای سکت  
 عما قلت من الاستبعاد و امثلت امری فی مناوۃ المراد (یعنی اگر آپ اسکو مستبعد اور  
 ناممکن ہونے کے باوجود خاموشی سے میرے حکم کا امتثال کرتے ہوئے تیسرے بازو نکالنے  
 کے لیے) بغیر پس و پیش کے چلے جاتے) (جمع ص ۲۶۵) تو ہانڈی سے ذراع نکالتے  
 رہتے، جب تک میں طلب کرتا رہتا، گویا معجزہ ظاہر ہوتا، جو اللہ کی طرف سے ایک انعام  
 ہوتا۔ بظاہر اس پر بھی ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساحروں سے  
 بہت سا کلام اور سوال و جواب کرتے رہے، مگر ان کا معجزہ ظاہر ہو کر رہا، مگر حضور اقدس  
 ﷺ کا معجزہ صحابی کے محض کلام قلیل کی وجہ سے کیوں رک گیا؟

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں، قیل انما منع کلامہ تلک المعجزۃ لا نہ شغل  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التوجہ الی ربہ بالتوجہ الیہ اوالی جواب سؤالہ فان الغالب  
 ان خارق العادۃ یكون فی حالة الفناء للانبیاء والا ولیاء و عدم الشعور عن السواء حتی  
 فی تلک الحاله لا یعرفون انفسہم فکیف فی حال غیرہم. (جمع ص ۲۶۵)

یعنی صحابی کی گفتگو نے معجزہ کے وقوع کو روک دیا کہ آپ ﷺ کی توجہ کامل جو اللہ تعالیٰ کی طرف تھی، اس گفتگو کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئی اور صحابی کی طرف مبذول ہو گئی یا اس کا جواب دینے کی طرف، کیونکہ بسا اوقات معجزہ اور کرامات، انبیاء کے اور اولیاء کے حالت فنا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کو اس وقت ماسوی اللہ کا شعور نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اس کیفیت میں وہ خود کو بھی نہیں پہچانتے تو جب اپنے نفس کے متعلق یہ فراموشی ہو تو دوسروں کے حال کو کیا پہچانیں گے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے وقت ساحروں سے کلام ختم ہو چکا تھا۔ جب عصا ڈالا اور وہ بھی اللہ کے حکم سے، تو اس وقت خاص میں ان کی توجہ تام اللہ ہی کی طرف تھی۔ اس وقت نہ تو انہوں نے کسی کی طرف توجہ کی اور نہ کسی سے کلام کیا، مگر آپ کو صحابی کی طرف توجہ دینی پڑی تو فنایت سے توجہ ہٹ کر خلق اللہ پر آگئی معجزہ بند ہو گیا۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں کہ یہ معجزہ درحقیقت رب تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام و اکرام تھا، اگر صحابی انقیاد تام کے ساتھ آپ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کرتے رہتے، تو وہ باقی رہتا، مگر ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی، جو موقع کے مناسب نہ تھی۔ ادب و اطاعت کا مطلوبہ معیار نہ تھا۔ اس لیے وہ انعام اور اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔ (مناوی ص ۲۶۵) بہر حال یہ حضور ﷺ کا شان اعجاز ہے۔ مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی حضرت ابورافع سے بھی منقول ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہوں اور یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا ہو۔

کھانے میں برکت کے معجزات :

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ قاضی عیاض نے ”الشفاء“ میں چند واقعات نقل کئے ہیں۔ ذیل میں ان کی تلخیص اور مفہوم نقل کیا جا رہا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ کے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں کھجور کے دس دانوں سے زائد نہ تھے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے اپنی ساری



متاع بتادی کہ اس وقت تو میرے پاس اس تھیلی میں کھجور کے چند دانے ہیں، جن کی تعداد بھی دس سے زائد نہیں۔ آپ نے اس سے چند دانے نکالے اور دسترخوان پر ڈال دئے، انہیں پھیلا دیا اور پھر دعا پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ دس افراد کو بلا تے رہو اور کھلاتے رہو، اس ترتیب سے پورا لشکر آتا رہا اور کھاتا رہا۔ تمام لشکر نے کھجوریں سیر ہو کر کھائیں، جونچ گئیں فرمایا انہیں واپس تھیلی میں ڈالو، فرمایا ہمیشہ اسی تھیلی سے کھجور نکال کر کھاتے رہنا اور کبھی بھی اسے الٹ کر خالی نہ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اس تھیلی سے کھجوریں نکال نکال کر کھاتا بھی رہا اور کھلاتا بھی رہا، حتیٰ کہ آپ کا دور مسعود گذر گیا، پھر حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ خلافت آیا وہ بھی گزر گیا، حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا، وہ بھی گذر گیا، حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کا دور آیا، تب تک میں تھیلی سے کئی وسق کھجور نکال کر کھا چکا تھا اور کھلا چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے آخری دور خلافت میں شریپندوں نے ان پر حملہ کر کے جب انہیں شہید کر دیا، تو اس افراتفری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ تھیلی کسی نے زبردستی چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کے چھین جانے کا بہت افسوس ہوا، ارشاد فرمایا

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ الْيَوْمِ هَمَّانٌ هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عَثْمَانَ

(کہ آج لوگوں کو صرف ایک ہی فکر و غم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک تھیلی گم ہونے کا اور دوسرا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا)

(۲) حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا، جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ شرفاء انصار میں سے تمیں (۳۰) آدمیوں کو بلا لاؤ۔ وہ بلا کر لے آئے اور ان کے کھانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، اب ساٹھ آدمیوں کو بلا کر لاؤ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بلا لیا۔ غرض ایک سو اسی (۱۸۰) نفر کو یہ کھانا کافی ہو گیا۔ (۳) حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لے کر رات تک مجمع آتا رہا اور اس میں سے کھاتا رہا۔

(۴) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے

ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھ دو اور فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے، اس کو بھی بلا لینا۔ میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا، اس کو بھی بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہو گئی۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں۔ جب سب شکم سیر ہو گئے، تو حضور نے مجھے سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتداء میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا اس وقت زیادہ پُر تھا۔ غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور ﷺ کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجموعوں میں پیش آئے ہیں۔ ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے، وہ خلاف واقعہ نقل پر سکوت نہیں کر سکتے تھے۔ (خصائل)

(۱۶۳/۱۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبَّادٍ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غَبًا وَكَانَ يُعَجِّلُ إِلَيْهَا لَأَنْهَا عَجَلَهَا نَضْجًا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن عباد نے بیان کے۔ انہوں نے یہ روایت عبد اللہ بن زبیر سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضور کو زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے، اس لیے حضور اس کو پسند فرماتے تھے، تا کہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغلِ علمیہ میں مصروف ہوں۔“

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 راویان حدیث (۳۸۰) فلیح بن سلیمان اور (۳۸۱) عبدالوہاب بن یحییٰ بن عباد کے  
 حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## ذراع کا گوشت کیوں پسند تھا؟

عن عائشة قالت ما كان الذراع..... الخ، حضور اقدس ﷺ کو بکری کے ذراع  
 (اگلے پائے گوشت) پسند تھا۔ اس کی بہت سے وجوہات ہو سکتی ہیں۔ سیدہ عائشہؓ اس کی  
 یہ وجہ بیان فرماتی ہیں کہ وہ جلدی پک کر تیار ہوتا تھا اور زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑتی تھی۔  
 اس سے وقت کی بچت ہوتی اور دین کے دیگر امور سرانجام دینے کے لیے وقت میسر آ جاتا۔  
 یہ حدیث اور اس طرح کی تمام احادیث کا مدلول یہی ہے کہ آپ ﷺ کو ذراع کا گوشت  
 پسند تھا۔ تاہم حضور ﷺ کی یہ رغبت اور پسندیدگی تمام میلان خاطر اور اشتہاء کے درجہ کی  
 نہ تھی، جو آپ کے شان والا کے مناسب نہیں۔

انه كان يحبه محبة طبيعية غريزية ولا محذور في ذلك لانه من كمال الخلقة  
 والمحذور المنافي للكمال عناء النفس واجتها دها في تحصيل ذلك و تألمها لفقده -  
 (مواہب ص ۱۲۹) (آپ ذراع کے گوشت سے طبعی اور فطری طور پر محبت کیا کرتے اور  
 اس میں شرعاً کوئی حرج اور ممانعت بھی نہیں اس لیے کہ یہ بات فطرت اور خلقت کے کمال  
 ہی کی وجہ سے ہو بلکہ کمال کے منافی کسی چیز سے وہی محبت ہے جس میں نفس کو محنت و مشقت  
 میں مبتلا کر کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور نہ حاصل ہو جانے کی صورت میں  
 پریشانی اور تکلیف ہو)

(۱۶۳/۲۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ سَمِعْتُ  
 شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ -

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ ان کے  
 پاس یہ روایت ابو احمد نے اور اس کے پاس مسعر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے فہم

کے ایک شیخ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

راوی حدیث (۳۸۲) شیخاً من فہم کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### پیٹھ کا گوشت اطیب ہے :

ان اطیب اللحم لحم الظهر : یعنی زیادہ لذیذ، زیادہ لطیف گوشت، فاطیب بمعنی احسن کے۔ او معناه اطهر لكونه ابعده من الاذی . (جمع ص ۲۶۷) (اور یا یہ مطلب کہ وہ پاک و صاف ہے کیونکہ اس کے کھانے میں کسی قسم کی مشقت اور تکلیف نہیں ہے) اس روایت میں جانور کی پیٹھ کے گوشت کو بہترین گوشت قرار دیا گیا ہے، جو ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ملصق ہوتا ہے۔ کھانے میں لذیذ اور مرغوب ہوتا ہے۔ یہ ان روایات کے خلاف نہیں، جن میں ذراع کو پسندیدہ گوشت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دونوں میں مختلف جہات سے پسندیدگی اور عمدگی کی ترجیحات ہو سکتی ہیں، مثلاً قوت کے لحاظ سے یاریشے نہ ہونے کے لحاظ سے یا چکنا ہونے کے لحاظ سے وغیرہ وغیرہ بہر حال مختلف جہات اور مختلف لحاظ سے کئی چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہو سکتی ہیں۔

### گردن کا گوشت بھی پسند تھا :

اسی طرح حضور اقدس ﷺ کو گردن کا گوشت بھی پسند تھا۔ کان یحب الرقبة، جیسا کہ ضباعت بنت الزبیر کی روایت میں آیا ہے۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ حضور اقدس ﷺ کو علم ہوا تو پیغام بھیجا کہ ”ان اطعمینا من شاتکم“ (کہ ہمیں بھی اپنی بکری سے کھلائیے) انہوں نے جواب بھیجا کہ گوشت تو سارا تقسیم ہو چکا ہے، ما بقی عندی الا الرقبة (میرے پاس تو گردن کے علاوہ کچھ بھی نہیں) اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں گردن پیش کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے قاصد کو دوبارہ بھیجا اور فرمایا یہی



ہمارے لیے بھیج دو۔ ”فانها هدية الشاة و اقرب الشاة الى الخير و ابعدها من الاذى“ (یہ تو بکری کا ہدیہ ہے) (اتحافات ص ۲۲۲)

بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں :

جس طرح حدیث شریف میں ہے کہ بکری کے سات (۷) اجزاء مکروہ تحریمی ہیں۔ کپورہ، حرام مغز، خون، پتہ زرو مادہ کی شرمگاہ، غدود اور مٹانہ۔  
ملا علی قاری فرماتے ہیں : ووردانه ﷺ کان یکره من الشاة سبعا المرارة ، والمثانة،  
والحیاء (ای الفرج و الذکر و الانشین) والغدة والدم۔ (جمع ۲۲۶)

(۱۶۵/۲۱) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ  
عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمِ الْإِدَامُ الْخَلُّ.  
ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان بن وکیع نے بیان کی۔ وہ کہتے  
ہیں کہ ہمیں اسے زید بن حباب نے بیان کیا اور عبداللہ بن المؤمل سے روایت کرتے  
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی ملیکہ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت  
عائشہ صدیقہ سے سماعت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے  
ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

نعم الا دام الخل! اس حدیث کی تشریح باب ہذا کی پہلی روایت کے ضمن میں  
تفصیل سے گذر چکی ہے۔ وکان المناسب ذکره فی أول الباب۔ (اتحافات ص ۲۲۲)  
(اور اسکا ذکر شروع کتاب میں مناسب تھا)

(۱۶۶/۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَا  
بِتِ أَبِي حَمْرَةَ الثُّمَالِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ هَانِي قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعِنْدَكَ شَيْءٌ فَقُلْتُ لَا إِلَّا خُبْزٌ ”يَابِسٌ“ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِي

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاءِ پاشیاں  
 مَا أَقْفَرَيْتُ مِنْ أَدَمٍ فِيهِ خَلٌّ .

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو کریم محمد بن العلاء نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابو بکر بن عیاش نے بیان کی، وہ ثابت ابو حمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے شععی سے نقل کی۔ وہ یہ روایت ام ہانیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (حضورؐ کی چچا زاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لے آؤ، وہ گھر سالن سے خالی نہیں، جس میں سرکہ ہو۔

راویان حدیث (۳۸۳) ابو بکر بن عیاشؒ (۳۸۴) ثابت ابی حمزہؒ اور (۳۸۵) ام ہانیؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ام ہانیؓ کے گھر و روید مسعود خشک ٹکڑوں اور سرکہ سے ضیافت :

حضرت ام ہانیؓ کی روایت یہاں مختصر منقول ہے، مگر حضرت ابن عباسؓ کی روایت جس کو بیہقی نے تخریج کیا ہے۔ زیادہ مفصل ہے۔ ہم ذیل میں مناوی سے اسے نقل کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس روز مکہ المکرمہ فتح ہوا، اسی روز حضور اقدس ﷺ حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وَ كَان جَائِعًا فَقَالَ لَهَا عِنْدَكَ طَعَامٌ أَكَلَهُ؟ (اور حضور ﷺ بھوکے تھے آپ نے فرمایا آپ کے پاس کوئی کھانا ہے کہ میں اسکو کھا لوں) انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! خشک روٹی کے ٹکڑے ہیں اور مجھے حیا آتی ہے کہ وہ پیش کروں، ارشاد فرمایا، نہیں لے آؤ، آپ نے اس کے ٹکڑے کئے، پانی میں بھگوئے، نمک ملایا، پھر دریافت فرمایا، ما من ادم؟ یعنی کچھ سالن بھی۔ حضرت ام ہانیؓ نے عرض کیا، ما عندی الا شیء من خَلٍّ (کہ میرے پاس تو تھوڑے سے سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے) آپ نے فرمایا اسے لے آئیے، لایا گیا، تو آپ نے اسے روٹی پر ڈالا اور کھانا تنا ول فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر ارشاد فرمایا: نَعَمِ الْاِدَامِ الْخَلُّ يَا ام هَانِي (اے

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ام ہانی سرکہ اچھا سالن ہے) جس گھر میں سرکہ موجود ہو، وہ گھر سالن سے خالی نہیں، لا  
 یقفر بیت فیہ خل۔ (مناوی ص ۲۶۸) وفي الباب ایضاً عن ام سعد عن ابن ماجہ قال  
 دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشۃ وانا عندھا فقال هل من غداء فقالت  
 عندنا خبز وتمر و خل فقال نعم الا دام الخل، اللهم بارک فی الخل فانه ادام الا نبیاء  
 قبلی ولم یقفر بیت فیہ خل۔ (مواہب ص ۱۳۰) (اس باب میں ام سعد کی ایک روایت  
 ہے کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور میں بھی وہاں تھی آپ نے فرمایا کوئی  
 غداء (صبح کا کھانا) ہے حضرت عائشہ نے فرمایا ہمارے پاس روٹی کچھ اور سرکہ ہے پس  
 آپ نے فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے اے اللہ! سرکہ میں برکت ڈال دے یہ تو مجھ سے  
 پہلے پیغمبروں کا سالن تھا اور وہ گھر خالی نہیں جس میں سرکہ ہو)۔ (مواہب ص ۱۳)  
 خوردونوش وسیلہ ہیں مقصد نہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے ہاں خوردونوش وسیلہ تھا، مقصد نہ تھا  
 اور وسیلہ بھی بدرجہ اضطراب و ضرورت کے۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے  
 تکلفی ہو رشتہ داری ہو، باہمی اعتماد ہو اور تعلق مخلصانہ ہو، وہاں کھانے کی طلب اور سوال میں  
 کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ روٹی اور سرکہ بلکہ ہر کھا  
 نے کی چیز کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے کہ کفرانِ نعمت ہے۔ جیسے کہ ملا علی قاریؒ  
 فرماتے ہیں : ثم فی الحدیث الحث علی عدم النظر للخبز والخل بعین الاحتقار و انه  
 لا بأس بسؤال الطعام ممن لا یتحی السائل منہ لصدق المحبة والعلم بمودة  
 المسؤل لذلك۔ (جمع ص ۲۶۸)

-----  
 (۱۶۷/۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ  
 عُمَرَ وَبْنِ مَرْثَةَ عَنْ مَرْثَةَ الْهَمْدِ انِّي عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 فَضَّلْتُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضَلْتُ الثَّرِيدَ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن ثنی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ

ہمیں محمد بن جعفر نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شعبہ سے اور انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے مرہ ہمدانی سے روایت کی۔ وہ یہ روایت حضرت ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

راوی حدیث (۳۸۶) عمرو بن مرہؓ کے حالات ”مذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال فضل عائشة! یا تو مطلق فضیلت مراد ہے یا اپنے زمانے کی عورتوں پر فضیلت مراد ہے یا پھر ازواج مطہرات پر فضیلت مراد ہے۔

### ثرید کی فضیلت اور برکات :

ثرید : فعیل کے وزن پر ہے۔ بمعنی مقبول یعنی مٹو دد کے۔ ضرب کے باب سے ہے یعنی شور بے میں روٹی توڑ کے کھانا خواہ وہ شور با گوشت کا ہو یا کسی اور سالن کا۔ وهو الخبز المأدوم بالمرق و الغالب ان یکون مع اللحم . (اتحافات ص ۲۲۵) اس کا معنی خلط کرنا اور ملانا بھی نقل ہوا ہے۔ ثرید الثوب یعنی کپڑے میں رنگ ملا دیا، جبکہ ثرید میں بھی روٹی اور سالن کو مخلوط کر کے ملا دیا جاتا ہے۔ ویسے تو طعام کے بہت سے اقسام ہیں، مگر منافع کے لحاظ سے ثرید افضل ہے کہ اس کے کھانے میں مشقت نہیں ہوتی۔ وقت کم صرف ہوتا ہے، جلدی ہضم ہوتا ہے۔ تغذیہ اور ترمیم کے اعتبار سے افضل ہے۔

علامہ بیجوریؒ بھی تقریباً یہی نقل کر رہے ہیں : ووجه فضل الثرید علی الطعام مافی الثرید من النفع و سہولة مساعه و تیسر تناوله و بلوغ الکفایة منه بسرعة واللذة والقوة و قلة المشقة فی المضغ . (مواہب ص ۱۳۱)

ابوداؤد میں حدیث ہے، احب الطعام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الثرید من الخبز و الثرید من الحیس (بنی کریم ﷺ کا پسندیدہ کھانا اور روٹی کا ثرید یا حیس



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 (کھجور گھی اور ستوں سے تیار کیا ہوا کھانا) کا ٹرید تھا) حضرت سلمانؓ سے طبرانی اور بیہقی نے  
 روایت نقل کی ہے، البرکة فی ثلاثة فی الجماعة و الثريد و السحور (برکت تین چیزوں  
 میں ہے (۱) جماعت (۲) ٹرید (۳) سحری کھانا) اطباء سے منقول ہے کہ ٹرید کے  
 کھانے سے بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں ..... و قال الاطباء هو یعید الشیخ الی  
 صباہ۔ (جمع ۲۶۹)

### سیدہ عائشہؓ کی فضیلت :

حدیث میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ میں جو فضائل تکوینی طور پر جمع  
 ہوئے ہیں، وہ تمام صفات بیک وقت کسی بھی عورت میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً وہ افضل الای  
 نبیاء کے حیلہ عقد میں آئی ہیں۔ و احب النسء الیہ صلی اللہ علیہ وسلم و اعلمهن و  
 احسنهن و انسبهن۔ (جمع ص ۲۶۹) حضور ﷺ کی محبوب ترین بیوی اور سب سے  
 زیادہ عالمہ اور شرافت نسب کے لحاظ سے بڑھی ہوئی) حضرت خدیجہؓ کے بھی فضائل ہیں اور  
 حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے بھی فضائل ہیں، مگر ان کے جہات اور ہیں، لیکن ایسی ہیئہ  
 جامعہ جو ٹرید کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو، صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے۔ اس لیے  
 علماء نے کہا کہ حدیث میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو  
 جمیع عالم کی تمام نساء پر من جمیع الوجوہ فضیلت حاصل ہے، کیونکہ ٹرید کی فضیلت بھی دیگر  
 اطعمہ پر من کل الوجوہ نہیں (ساری سورتوں میں نہیں ہے) بلکہ من جہات مخصوصہ  
 (مخصوص وجوہ میں) ہے۔ و هو لا یستلزم الا فضیلة من کل الوجوہ۔ تو یہ من کل الوجوہ  
 افضلیت کو لازم نہیں (جمع ص ۲۶۹) حالانکہ صحیح روایات میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت  
 خدیجہؓ کی بھی دیگر خواتین پر فضیلت منقول ہے۔

### فضیلت ٹرید سے فضیلت عائشہؓ کی تمثیل کیوں؟

قال الطیبی والسرفیہ ان الثريد مع اللحم جامع بين القوة ولذة و سهولة  
 تناول و قلة الملة فی المضع ف ضرب به مثلاً لیؤذن بانها اعطيت مع حسن الخلق

وحسن الخلق و حلاوة النطق و فصاحة اللهجة و جودة القريحة و رزانة الرأي و رصانة العقل التحبب الى البعل فهي تصلح للتبعل والتحدث اولاً ستأس بها والا صغاء اليها وحسبك انها عقلت من النبي صلى الله عليه وسلم مالم يعقل غيرها من النساء وروت مالم يرو مثلها من الرجال. (جمع ص ۲۶۹) (علامہ طیبیؒ اس تمثیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں رازیہ ہے کہ شریذ بمع گوشت چونکہ قوت لذت، تناول کرنے میں سہولت اور چبانے میں قلت وقت جیسے اوصاف کا جامع ہے اسی لئے حضرت عائشہؓ کی فضیلت میں اس کو بغرض تمثیل کے لایا گیا تا کہ یہ بتلایا جائے کہ بیشک حضرت عائشہؓ کو حسن صورت، حسن سیرت، میٹھی فصیح زبان، اچھی طبیعت، عقل اور رائے میں مکمل سنجیدگی اور مضبوطی جیسے اوصاف کیساتھ ساتھ اپنے خاوند کے ساتھ الفت محبت اور انتہائی پیار تھا۔ اس لیے تو صرف حضرت عائشہؓ ہی فرمانبردار بیوی ہونے، گفتگو اور کلام کرنے، انس اور محبت کرنے اور راز کی بات کو غور و تدبر سے سننے کی صلاحیت رکھتی تھی اور آپ لوگوں کے لیے تو صرف یہی بات کافی ہے کہ اس نے حضورؐ سے ایسی ایسی باتیں اور معلومات سمجھیں جو عورتوں میں سے کسی دوسری نے نہیں سمجھیں اور ایسی روایات آپؐ سے نقل کی ہیں جو دوسرے مردوں نے نہیں کی ہیں)

## خواتین میں سب سے افضل کون؟

علماء میں یہ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے کہ دنیا بھر کی خواتین میں سب سے زیادہ فضیلت کسے حاصل ہے؟ والدہ عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ، حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ۔ چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ روایات میں فضیلت کی تصریح ہے۔ حضرت مریمؑ کو خود اللہ پاک نے صدیقہ کا خطاب دیا ہے کہ ان کے بطن سے بغیر باپ کے ایک صاحب کتاب نبی پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہؓ نبی علیہ السلام کی سب سے پہلی رفیقہ اور خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے بارے میں نبی علیہ السلام کا ارشاد ”الفاطمہ بضعة منی“ اور سیدة نساء اهل الجنة (فاطمہؓ میرے وجود کا ٹکڑا ہے، آپ جنت والی عورتوں کی سردار ہیں) کی تصریح ہے، پھر سیدہ عائشہؓ کو

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 حسنِ فقاہت، علم اور ازواجِ مطہرات میں دوشیزگی کی امتیاز کی وجہ سے فضیلت ہے۔ امت  
 کو ایک تہائی علمِ دین سیدہ عائشہؓ سے پہنچا ہے۔ سورہ نور کے دور کو ع ان کے حق میں نازل  
 ہوئے ہیں۔

خلاصہ بحث یہ کہ ان سب میں سے کسی بھی خاتون کو من جمیع الوجوہ سب نساء  
 سے افضل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ہر خاتون کو مختلف جہات سے اور جزوی اعتبار سے دوسری  
 عوتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جہاتِ فضیلت بھی مختلف ہیں۔ بغیر باپ کے ایک صاحب  
 کتاب نبی کی والدہ ہونے کے جہت سے حضرت مریمؑ کو جو فضیلت حاصل ہے، وہ ان ہی  
 کا خاصہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی جزیت کے لحاظ سے سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کو جو  
 فضیلت حاصل ہے، وہ کسی دوسری خاتون کو حاصل نہیں۔ اولین رفاقت اور خواتین میں  
 پہلے ایمان لانے اور بحیثیت زوجہ کے مالی اعانت کرنے کی فضیلت حضرت خدیجہؓ کو  
 حاصل ہے۔ تو زوجیت، خدمت، محبت اور اشاعتِ علم دین میں حضرت عائشہؓ افضل ہیں  
 ۔ علامہ علی قاریؒ نے ان چاروں کے متعلق فضیلت کی احادیث پر بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا۔  
 والحاصل ان الحیثیات مختلفہ والروایات متعارضة والمسألة ظنیة والتوقف لا ضرر فیہ  
 قطعاً فالتسلیم اسلم واللہ تعالیٰ اعلم۔ (جمع ص ۲۷۰) (خلاصہ بحث یہی ہے کہ ان چاروں  
 کے متعلق فضیلت کی روایات مختلف اور آپس میں متعارض ہیں اور چونکہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور  
 یقیناً اس میں توقف کرنے میں کوئی نقصان اور حرج نہیں اس لیے (اپنی اپنی حیثیت میں)  
 انکی فضیلت کو تسلیم کر لینا ہی بہتر اور محفوظ طریقہ ہے) (جمع مناوی ص ۲۷)

### باب سے مناسبت کی توجیہ :

بظاہر اگرچہ اس حدیث کا ترجمہ الباب سے کوئی ربط نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ  
 بعید المناسبت ہے۔ الا یقال انه یكون معہ ادام (ہاں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ طعام کے ساتھ  
 سالن بھی ہو تو پھر باب کے ساتھ مناسب فائدہ ہے) (مواہب ص ۱۳۱)

(۱۶۸/۲۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ أَبُو طَوَالَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت اسماعیل بن جعفر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن عبدالرحمن بن معمر انصاری ابوطوالہ نے بیان کی۔ یہ ابوطوالہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔

راوی حدیث (۳۸۷) عبداللہ بن عبدالرحمن کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال رسول الله على وسلم فضل عائشة ..... الخ ، گزشتہ حدیث میں اس کی تشریح تفصیل سے کی جا چکی ہے۔ ان روایات کے ذکر کرنے سے امام ترمذی کا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو کھانوں میں ثرید سے محبت تھی۔ ثرید آپ کو پسند تھا، چنانچہ مختلف روایات سے ثرید کے کھانے اور پسند کرنے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔

(۱۶۹/۲۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ ابْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنْ ثَوْرٍ أَقِطٍ ثُمَّ رَأَاهُ أَكَلَ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأَ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ اُن کے پاس خبر دی عبدالعزیز بن محمد نے۔ سہیل ابن ابی صالح کے واسطے سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، جنہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آں حضرت ﷺ کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمایا۔



ابن حدیث (۳۸۸) عبدالعزیز بن محمد (۳۸۹) سھیل بن ابی صالح اور (۳۹۰) ابیہ حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### الفاظ حدیث کی تشریح :

ثور : کا معنی ٹکڑا۔ الثور : هو قطعة من الشی لان الشیء اذا قطع من الشیء ثار عنه ل و فی القاموس الثور : القطعة العظيمة من الاقط فالاضافة لاغية وهو لبن یجمد ر۔ (علامہ مناویؒ ثور کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں کہ جب ایک چیز دوسری چیز سے کاٹی جائے تو وہ اس سے جدا ہوگئی (اور اسی کو ٹکڑا کہتے) اور قاموس میں ہے کہ ثور پنیر کے ایک بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں (تو اس صورت میں) راقط کی اضافت لاغیہ (لغو) ہوگی اور اقط کا معنی ایسا دودھ جو آگ کیساتھ منجمد کیا گیا (مناوی ۲۷۱) ثور، اقط کا معنی ایک ہی ہے۔ لفظ ثور کو ٹکڑے کے معنی میں مجرد کر لیں اور پنیر کے معنی میں لے لیں یا اضافت ہے، سعید کرز والی، کہ مضاف الیہ مضاف کا بیان ففیہ تجرید و بیان و تاکید (جمع ص ۲۷۱) (تو پھر ثور اقط میں تجرید اور بیان و تاکید)۔ (یعنی اقط بیان اور تاکید ثور کی ہے)

### ست النار سے وضوء کا حکم :

عن ابی ہریرۃ انه رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... الخ اس مضمون کی حدیث اسی باب میں ۱۳ ویں نمبر پر گذر چکی ہے، جسے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے بت کیا ہے کہ آپؐ نے بکری کے پہلو کا پکا ہوا گوشت کھایا، مگر نماز کے لیے تازہ وضو نہ کیا۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ پنیر کا ٹکڑا کھا کر وضو بنایا، پھر آپؐ نے کف شاة سے تہا فرمایا اور وضو کیئے بغیر نماز پڑھ لی۔

اسی ضمن میں دونوں طرح کی روایات آئی ہیں۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ما ست النار (جو چیز آگ پر پکی ہو) اس سے وضو واجب نہیں ہے۔ والذی انتھی الیہ النبی لمسی اللہ علیہ وسلم هو عدم الوضوء مما مسته النار للحديث الصحيح الذی اخرجه

ابو داؤد عن جابر كان اخر الامر من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مسته النار . (حضور اقدس ﷺ کا آگ پر پکی ہوئی چیز کے سلسلہ میں آخری فیصلہ یہ ہے کہ آپ اس کے کھانے کی وجہ سے وضو نہیں فرماتے تھے۔ جیسا کہ ابو داؤد نے حضرت جابر سے حدیث صحیح نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہ کرنا تھا) (اتحافات ص ۲۲۵) اسی سلسلہ کی تفصیلی بحث احقر کی ”توضیح السنن شرح آثار السنن“ میں ملاحظہ فرمائیے۔

## وضوءِ اول و ثانی کا محمل :

حدیث باب میں اتنی بات ملحوظ رہے کہ :

(۱) اس حدیث کے ظاہر سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس روایت میں ”الحکم السابق وهو الوضوء من ثور اقط“ (کہ پہلا حکم یعنی یہ کہ پیر کے ٹکڑے سے وضو کرنا) حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک ”من اكله كفف شاة علم توضئته“ (حضور ﷺ کا بکری کے پہلو کھانے کے بعد وضو نہ کرنے) سے منسور ہو چکا ہے۔ جیسے اسی پر لفظ ثم دلالت کرنا ہے جو تراخی کے لیے آتا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے یوں تطبیق کی ہے کہ پہلے وضو سے مراد وضوء لغوی ہے و هو غسل الکفین و الفم (ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا اور کلی کرنا) اور دوسرے وضوء سے مراد وضوء شرعی ہے، و هو وضوء الصلاة (مکمل وضو یعنی جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے)۔

(۳) بعض حضرات نے اول و ثانی دونوں سے مراد وضوء شرعی لیا ہے، وقال فی وضوئہ اولاً و علم و وضوئہ ثانياً اشارة و تنبيه على انه مستحب لا واجب (کہ پہلا چیز (پیر کے ٹکڑے) کھانے سے وضو کرنا اور دوسری چیز (بکری کا پختہ پہلو) کھانے سے وضو نہ کرنے میں یہ اشارہ اور تنبیہ کر دی کہ وضوء شرعی کرنا مستحب ہے واجب نہیں (مواہب ص ۱۳۱)

اس توجیہ کی تائید حضرت جابر بن ثمرہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ ان رجلاً سأ رسول الله صلى الله عليه وسلم اتوضا من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضا وان شئت

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 فلا تتوضأ: (جمع ص ۲۷۲) (کہ بیشک ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا بکریوں  
 کے گوشت کھانے سے ہم وضو کریں آپ نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو پھر وضو کر لیں اور اگر  
 مرضی نہ ہو تو پھر نہ کریں)

(۱۷۰/۲۶) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَاثِلِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ ابْنِهِ  
 وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَاثِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ صَفِيَّةَ بَتَمْرٍ وَسَوِيقٍ.

ترجمہ : امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ  
 ہمیں یہ روایت سفیان بن عیینہ نے وائل بن داؤد کے واسطے سے اور انہوں نے اپنے بیٹے  
 سے بیان کی، جن کا نام بکر بن وائل تھا۔ وہ زہری سے اور وہ صحابی رسول حضرت انس بن  
 مالک سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے  
 حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

راویان حدیث (۳۹۱) وائل بن داؤد ” (۳۹۲) بکر بن وائل بن داؤد التیمی ”  
 اور (۳۹۳) صفیہ کے حالات ” تذکرہ راویان شمائل ترمذی ” میں ملاحظہ فرمائیں۔

## الولیمۃ کا معنی اور تشریح :

اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صفیة بتمر و سويق . یعنی ولیمہ، کیا  
 لفظ ولیمۃ: ولم سے ماخوذ ہے، وهو الجمع و زناً ومعنی لان الزوجین یجتمعان . (ولم  
 کا معنی جمع ہے وزن اور معنی دونوں کے لحاظ سے کیونکہ (یہاں ولیمہ میں) بھی دونوں  
 خاوند اور بیوی جمع ہو رہے ہیں) کشاف میں ہے کہ ولیمۃ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں، جو  
 مسرت، خوشی اور سرور کے موقع پر کی جاتی ہے۔ من نکاح وختان و غیر ہما (یعنی نکاح  
 اور ختنہ وغیرہ) لیکن اب جب ولیمۃ مطلق ذکر کیا جاتا ہے، مراد نکاح کے وقت دعوت کا  
 اہتمام ہوتا ہے اور جب دوسری مسرتوں کے موقع پر دعوت کی جائے، تو ولیمہ مقید ذکر کیا جاتا  
 ہے۔ مثلاً..... ولیمۃ الختان وغیرہ (ولیمہ ختنہ وغیرہ)۔ (جمع ص ۲۷۳)

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں

ولیمہ کا شرعی حکم :

ولیمہ سنت ہے اور خلوت صحیحہ کے بعد افضل ہے اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ وقال ابن حجر الوليمة طعام يصنع عند عقد النكاح او بعده وهي سنة مؤكدة والافضل فعلها بعد الدخول اقتداءً به صلى الله عليه وسلم (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا کھانا جو نکاح کی وقت یا اسکے بعد تیار کیا جائے اور یہ سنت موکدہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ کو دخول (وطی) کے بعد حضور ﷺ کی اقتداء اور اتباع کے طور پر کیا جائے۔ (جمع: ۲۷۳) ولیمہ میں کوئی خاص مقدار اور معیار مقرر نہیں ہے۔ ہر انسان کی اپنی حیثیت پر منحصر ہے، اگر لحم کی طاقت نہ ہو، تو عام کھانے پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صفیہ کا ولیمہ تیار ہوا سو بقی (کھجور اور ستو) پر کیا گیا۔ آپؐ نے ایک بیوی کا ولیمہ جیس پر کیا۔ جو کھجور گھی اور سے تیار کیا جاتا ہے۔ ایک بیوی کا دو مد پر جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل اہل حجاز کے نزدیک تہائی رطل کے برابر ہے، ایک رطل چالیس تولے کا ہوتا ہے۔ دعوت ولیمہ میں عموم ہونا چاہئے جس میں بغیر امتیاز کے امیر غریب ہر طبقہ کے لوگوں کو مدعو کیا جائے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے، سب کھانوں میں برا، ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس میں مالدار لوگوں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ شر الطعام، طعام الوليمة يرمى عى له الاغنياء و يترك لها الفقراء.

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا ”اولم و لو بشاة“ (متفق علیہ) یعنی ولیمہ کرو، اگر چہ ایک ہی بکری ہو، مطلب یہ ہے گو تھوڑا ہی سامان ہو مگر کرنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ عورت سے ہم بستری کرنے کے بعد ولیمہ کیا جائے۔ گو بہت سے علماء نے نکاح کے بعد بھی جائز فرمایا ہے اور ولیمہ مستحب ہے۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص: ۳۴۶)

(۱۷۱/۲۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي فَائِدَةُ



مَوْلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا  
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَلْتَةَ سَلْمَى أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ اتَّوَهَّأَ  
فَقَالُوا لَهَا اصْنَعِي لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ  
أَكْلَهُ فَقَالَتْ يَبْنَى لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلَى اصْنَعِيهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ شَعِيرٍ  
فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ  
إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هَذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن محمد بصری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت فائد نے بیان کی، جو کہ عبید اللہ بن علی بن ابی رافع کے آزاد کردہ غلام تھے اور خود ابورافع رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبید اللہ بن علی نے اپنی دادی سلمیٰ کے حوالہ سے بیان کی حضرت سلمیٰ کہتی ہیں کہ امام حسن بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم حضرت سلمیٰ کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے، وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ سلمیٰ نے کہا کہ پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا۔ (وہ تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئے گا۔ وہ اٹھیں اور تھوڑے جو لے کر ان کو پیسا پھر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سائیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالہ پیس کر ڈالا اور پکا کر لار کھا کہ حضور ﷺ کو یہ پسند تھا۔

راویان حدیث (۳۹۴) الحسین بن محمد البصری (۳۹۵) الفضیل بن سلیمان (۳۹۶) فائد مولى عبید اللہ بن علی (۳۹۷) مولى رسول اللہ اور (۳۹۸) سلمیٰ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سلمیٰ کی خدمت میں صحابہ کرام کی حاضری :

ان الحسن بن علی و ابن عباس ..... الخ حسن بن علی عبد اللہ بن عباس اور

عبداللہ بن جعفرؓ تینوں صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ تینوں حضرات کو حضور اقدس ﷺ کے عادات و اطوار، اعمال اور اخلاق و خصائل جاننے، سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ تینوں صحابہؓ حضرت سلمیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ بزرگ شخصیت تھیں۔ جنہیں حضور اقدس ﷺ کی خادمہ اور باورچن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لکونہا کانت خادمة المصطفیٰ وطباختہ۔ (مواہب ص ۱۳۲) اسی مناسبت سے ان حضرات نے بہت پیارا سوال کیا، جس کے ایک ایک لفظ سے حضور اقدس ﷺ سے ان کی محبت عشق اور اشتیاق کی خوشبو نپکتی ہے، انہوں نے عرض کیا: یعنی سب نے یا ان میں ایک نے فقالوا! ای بعضهم او کلہم لہا اصنعی لنا طعاماً مما کان یعجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کر دیں، جو حضور اقدس ﷺ پسند فرماتے تھے فقالت یا بنی، صیغۃ تصغیر ہے، شفقت کے لیے، والمقصود بالنداء کل واحد منهم او متکلم منهم (اور اس سے مقصود یا تو نداء ان میں سے ہر ایک کو تھی یا جو ان میں پوچھنے والا تھا) (جمع ص ۲۷۲) لانتشہیہ الیوم، فرمایا میرے پیارے بچو! وہ کھانا تو تنگی اور عسرت کے وقت کا کھانا تھا، اب تو طعام میں وسعت ہے اور آسانی و تیسر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں اس کھانے کی طرف توجہ اور رغبت نہ ہو۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں: لسعة العیش وذہاب ضیقہ الذی کان اولاً وقد اعتاد الناس الأطعمة اللذيذة۔ (مواہب ص ۱۳۲)

یہاں پر حضرت سلمیٰؓ نے اپنے خطاب میں لانتشہیہ سے واحد کو مخاطب کیا حالانکہ مخاطب جماعت تھی۔ اما لا نہا مخاطبت اعظمہم وهو الحسن واما لا نہا نزلت الجميع منزلة الواحد لاتحاد بغیتہم (یا تو اس لیے کہ ان میں سے بڑے یعنی حضرت حسنؓ کو خطاب کیا اور یا آپؐ نے سب کو بوجہ ان کے مقصد کے ایک ہونے ایک فرد قرار دیکر خطاب کیا) (اتحافات ص ۲۲۸) اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس نے اصنعی کا خطاب حضرت سلمیٰؓ کو کیا آپؐ کا مخاطب بھی وہی ایک ہو اگرچہ مراد سب تھے۔ واللہ اعلم۔ انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ہمیں بنا کر دیجئے، چنانچہ اس نے تھوڑا سا جو کا آٹا گوندھ کر ہنڈیا میں ڈالا، پھر زیتون کا تیل، سیاہ مرچ، زیرہ اور تو ابل وغیرہ ملا کر اس میں ملا دیئے۔ تو ابل: اشیاء حارة

تضاف الی الطعام کالکزبرة و الکمون و مشابہما (اتحافات ص ۲۲۸) یہ توبلتہ کی جمع ہے بمعنی گرم مصالحہ کے، اس کے اجزاء طبی طور پر شریک کیئے جاتے ہیں۔ یہ ہندوستان سے لائے جاتے تھے، وہی ادویۃ حارۃ یؤتی بہا من الہند۔ (جمع ص ۲۷۴)

یہ ہے حضور اقدس ﷺ کا پسندیدہ کھانا :

جب کھانا پکا لیا، تو تینوں بر خور داروں کے سامنے رکھا اور فرمایا، و ہذا مما کان یعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یحسن اکلہ۔ (یہ وہ کھانا ہے جو حضور ﷺ کو اچھا اور اس کے کھانے کو پسند فرماتے تھے) علامہ لہجوریؒ لکھتے ہیں، و یؤخذ من ہذا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب تطیب الطعام بما تیسر و سهل وان ذلک لا ینافی الزہد۔ (اور اس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ کھانے کو آسانی سے میسر شدہ چیزوں کیساتھ لذیذ بنانے کو پسند فرماتے تھے اور یہ کہ ایسا کرنا زہد اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے)

(۱۷۲/۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ نُبَيْحِ الْعَنْزِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَذَبَحَنَا لَهُ شَاةً فَقَالَ: كَانَهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نَحِبُ اللَّحْمَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اسے ابو احمد نے بیان کیا۔ ان کے پاس یہ حدیث سفیان نے اسود بن قیس کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت نبیح عنزی سے روایت کی، جنہوں نے اسے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور ﷺ کے لیے بکری ذبح کی۔

حضور اکرم ﷺ نے (دلداری کے لیے اظہار مسرت کے طور پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے، جس کو مختصر کر دیا گیا۔

راویان حدیث (۳۹۹) الاسود بن قیسؒ اور (۴۰۰) نبیح عنزیؒ کے حالات ”تذکرہ راویان

شامل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

قال اتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... الخ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے ہاں رونق افروز ہوئے فنبحنا لہ: ای لا جملہ اصالة ولا صحابہ تبعاً. شاة: وہی جنس يتناول الضأن والمعزو الذکر والاثنی جمیعاً. (ہم نے آپ کے لیے اصالة اور آپ کے صحابہ کے لیے تبعاً بطور خادم ہونے کے ایک بکری ذبح کی اور یہ لفظ شاة یہاں بطور جنس کے مستعمل ہے بکری بھیڑ دُنبے وغیرہ چاہے مذکر یا مؤنث سب کو شامل ہے) (جمع ص ۲۷۵) باقی مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

### میزبان اور مہمان کے اخلاقی فرائض :

اس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کے لیے یہ ہدایت بھی ہے کہ میزبان اس کھانے کا اہتمام کرے، جو مہمان کو پسند ہو اور مہمان کو بھی چاہیے کہ میزبان کو پہلے سے اپنی پسند سے آگاہ کر دے تاکہ وہ مشقت میں نہ پڑے۔

جیسے کہ علامہ بیجوریؒ نے اسی بات کو ان الفاظ میں ذکر کر دیا۔ و یوخذ منه انہ ینبغی للمضيف ان یحافظ علی ما یحبہ الضیف ان عرفہ وللضيف ان ینخر بما یحبہ مالم یوقع المضیف فی مشقة. (مواہب ص ۱۳۳)

### ایک معجزہ کا بیان :

وفی الحدیث قصہ: مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک دلچسپ قصہ اور نرالا واقعہ ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں میں نے جب حضور اقدس ﷺ پر بھوک کے اثرات کا غلبہ دیکھا تو میں بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا اہل عندک شنی رأیت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم. جو عاً شدیداً کیا تیرے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے میں نے تو نبی کریم ﷺ پر سخت فاقہ کے آثار دیکھے ہیں) اس نے ایک تھیلا نکالا، جس میں ایک صاع جو تھے، اس کے علاوہ ہمارے



پاس ایک فر بہ بکری بھی موجود تھی، یاد نہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسے میں نے ذبح کیا اور میری اہلیہ نے جو کا آٹا گوندھ لیا، و ذبحتھا انا و طبخت زوجی الشعیر، پھر ہانڈی میں گوشت ڈالا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپکے سے ساری صورت حال عرض کر دی اور یہ بھی عرض کیا، تعال انت و نفر معک یعنی آپ خود بھی اور چند اصحاب بھی میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ جو کچھ ما حاضر ہے، تناول فرمائیں۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے میری یہ درخواست سنتے ہی تمام لشکر کو مخاطب کر کے پکارا، اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے اور سب کو دعوت دے رہا ہے اور حضرت جابر سے فرمایا ہانڈی کو چولہے سے نہ اتارو اور جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی نہ پکاؤ، لا تنزلن برمتکم ولا تخبزن حتی اجئی۔ چنانچہ جب آپ تشریف لائے، تو خمیر شدہ آٹا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں لعاب ڈالا، پڑھا اور دم کیا۔ اسی طرح ہانڈی کے قریب تشریف لائے اور اس کے ساتھ بھی یہی عمل کیا، پھر حضرت جابرؓ کی اہلیہ سے فرمایا کہ روٹی پکانے والی عورت کو بلاؤ، وہ آپ کے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہانڈی سے چھج بھر بھر کر سالن نکالتے اور دیتے رہو مگر اسے چولہے سے نہ اتارو۔ لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حضرت جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ تمام لشکر نے سیر ہو کر کھانا کھایا، مگر سالن کی ہانڈی اسی طرح اہل رہی تھی اور آٹے کا خمیر بھی ختم نہیں ہوا تھا۔

ملا علی قاری نے یہی بات ان الفاظ میں نقل کر دی۔ فاقسم باللہ لا کلو ا حتی تر کوہ وانحرفوا وان برمتا لغط ای تغلی و یسمع غطیظھا کما ہی و ان عجنینا لیخبز هذا الحدیث من باب المعجزات واستیفائھا یستفاد من المطولات۔

(جمع ص ۲۷۵)

(۱۷۳/۲۹) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ

مِنْهَا وَأَنَّهٗ بِقِنَاعٍ مِّن رُّطْبٍ فَآكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَاتَّهٗ بِعَلَالَةٍ مِّنْ عَلَالَةِ الشَّاةِ فَآكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأَ.

ترجمہ! ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے بیان کیا، انہوں نے جابرؓ سے سنا اور سفیان نے کہا اور ہم سے محمد ابن منکدر نے صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے۔ میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے لیے بکری ذبح کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا، اس کے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں۔ حضور نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا، پھر ظہر کی نماز کے لیے حضور نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انہوں نے باسی گوشت سامنے رکھا۔ حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کے لیے دوبارہ وضو نہیں کیا۔ اسی پہلے وضو سے نماز ادا فرمائی۔

راوی حدیث (۴۰۱) عبداللہ بن محمد بن عقیل کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ القناع: طباق کو کہتے ہیں۔ الطبق الذی یؤکل علیہ و یقال له القنع (بالکسر و بالضم) (ایسا طشت یا ٹرے جس میں کھایا جاتا ہے اور اسکو قناع بھی کہتے ہیں) (جمع ص ۲۷۶) طبق یعمل من خوص النخل (ایسی چنگیری جو کھجور کے پتوں سے بنائی جائے) (اتحافات ص ۲۲۹) علالة: بچا ہوا گوشت یا بچا ہوا دودھ جو تھن میں رہ جائے۔ (اتحافات ص ۲۲۹)

### استنباط مسائل :

ترجمہ الباب سے مناسبت ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بکری کا گوشت کھایا

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
اور رطب یعنی تازہ کھجوریں بھی تناول فرمائیں۔

وضوء من مامست النار کے مسئلہ کی بھی توضیح ہوگئی کہ پکا ہوا گوشت کھایا، مگر وضو نہیں فرمایا ذبح لہ شاة سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت بھی ذبیحہ کر سکتی ہے اس لیے اسے ذبح کرنے کا طریقہ سکھایا جائے تاکہ بوقت ضرورت کام کر سکے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی بزرگ شخصیت اور معزز مہمان کی تشریف آوری کے موقع پر بکری دنبہ وغیرہ کو ذبح کرنا جائز ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہوگی۔ اگرچہ حدیث مذکور میں اس طرف اشارہ نہیں، لیکن حضور ﷺ کی عام عادت مبارک تھی کہ جب کسی کے ہاں کھانا تناول فرمالتے تو ان کے لیے دعا ضرور فرماتے، وکان اذا اکل عند قوم لم یخرج حتی یدعولہم (اور آپؐ جب کسی قوم کے پاس کوئی چیز کھالتے تو وہاں سے نکلنے سے پہلے ان لوگوں کے لیے دعا کر لیا کرتے)۔ (زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵)

### ایک اشکال سے جواب :

البتہ ایک اشکال یہ ضرور واقع ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں، ”ما شبع فی الیوم مرتین“ اور دوسری روایت میں، ما شبع قط سے اس کا تعارض ہے کہ اس روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک دن میں دو دفعہ کھانا کھایا اور بیچ بھی گیا، جسے بعد میں پھر تناول فرمایا۔ شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے دولت کدہ پر کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا کہ میسر نہ تھا اور اگر میسر ہوا، تو فقراء اور مستحقین میں تقسیم کر دیا، جبکہ حدیث میں بیرون خانہ کا واقعہ ہے اور جب آدمی کسی کے ہاں مہمان ہو، تب تو خوب سیر ہو کر اور بار بار کھائے تاکہ میزبان کو مسرت ہو، ویندب ذلک جبراً لخاطر المضيف و نحوه۔ (اور کس کے ہاں مہمان ہونے کی صورت میں میزبان وغیرہ کی دلجوئی کے لیے خوب سیر ہو کر کھانا چاہے) (جمع ص ۲۷۵) اور یہ بھی ممکن ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے اپنے علم کے مطابق وہ خبر دی ہو اور اس واقعہ کا اسے علم نہ ہو۔ یا حضرت عائشہؓ کی روایت کا محمل غالب اوقات ہیں اور یہ روایت علی اقل الاوقات (کبھی کبھار) پر محمول ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں فما مر عن عائشة من نفی ذلک انما هو باعتبار علمها او باعتبار الغالب (جمع ص ۲۷۶) اور یہ بھی توجیہ ہو

سکتی ہے کہ دن میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا۔ دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا جائے۔ (خصائل)

(۱۷۴/۳۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أُمِّ الْمُنْدِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلِيٌّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا ذَوَالِ مُعَلَّقَةَ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقَةٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِيُّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ يَا عَلِيُّ مِنْ هَذَا فَاصْبُ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی“ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عباس بن محمد دوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یونس بن محمد نے بیان کیا۔ ان کے پاس یہ روایت فلیح بن سلیمان نے عثمان بن عبدالرحمن کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث یعقوب بن ابی یعقوب سے اور انہوں نے صحابہ رسول حضرت ام منذر سے نقل کی۔ ام منذر کہتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اقدس ﷺ ان میں سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور کے ساتھ تھے، وہ بھی نوش فرمانے لگے۔ حضور نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو تم مت کھاؤ وہ رک گئے اور حضور تناول فرماتے رہے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لے کر پکائے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ یہ کھاؤ یہ تمہارے لیے مناسب ہے۔

راویان حدیث (۴۰۲) یونس بن محمد (۴۰۳) عثمان بن عبدالرحمن (۴۰۴) یعقوب بن ابی یعقوب اور (۴۰۵) ام المنذر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔



## آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں ----- بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

دوال : دالیہ کی جمع ہے۔ کھجوروں کا خوشہ ہو ہو العنق من البسر یقطع و یعلق فاذا ارطب اکل علی التلویج۔ (مناوی ص ۲۷۶) (گدری کجھور (نیم پختہ) کا وہ خوشہ جو کاٹ کر لٹکایا جاتا ہے۔ پختہ ہو کر تدریجاً کھایا جاتا ہے) و قال ابن العربی الدوال العنب المعلق فی شجرة۔ (مواہب ص ۱۳۴) (ابن عربی فرماتے ہیں کہ دوال انگور کے اس گچھا کو کہتے ہیں جو درخت میں لٹکا ہوا ہو) معلقة ! لٹکا ہوا، تعلق مصدر ہے بمعنی لٹکانا، ایک کام کو بغیر کئے رہنے دینا۔ مہ : باز رہ، رُک جا، اسم فعل بمعنی الامر ای اکف ولا تاکل منه (جمع ص ۲۷۶) (لفظ مہ اسم فعل بمعنی امر کے ہے یعنی رُک جا اور اس سے نہ کھائیے) من نقه الشخص اذا برئ من المرض۔ (جمع ص ۲۷۶) (لفظ ناقہ صیغہ اسم فاعل از نقه الشخص سے ماخوذ ہے جبکہ ایک شخص ابھی بیماری سے صحتیاب ہوا ہو) الاحوال الثلاثة الصحة والمرض والنقاہة وھی حالة بین الحالین الاولین (جمع ص ۲۷۷) ((انسان) کی تین حالتیں یہ ہیں۔ (۱) صحت (۲) بیماری (۳) نقاہت اور وہ دونوں سابقہ حالتوں کی درمیانی حالت کو کہتے ہیں) نقہ تب بولا جاتا ہے، جب آدمی ماندہ ہو اور مرض سے ابھی صحت یاب ہوا ہو، اسی سے نقاہت بولا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ بھی ابھی تازہ مرض سے صحت یاب ہوئے تھے کمزوری اور نقاہت تھی، اس لئے پرہیز کی ترغیب دی گئی۔ سلق : چقندر کو کہتے ہیں۔

### کھڑے ہو کر کھانا :

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کل و علی معہ یا کل۔ (آپ اور حضرت علیؓ) کجھور کے لٹکے ہوئے خوشہ سے) کھا رہے تھے) شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں کہ اس سے کھڑے ہو کر کھانے کا بلا کراہت جواز معلوم ہوتا ہے، تاہم اس کا ترک افضل ہے۔ ”فیہ جواز الاکل قائماً بلا کراہة لکن ترکہ افضل کما فی الانوار“۔

(مناوی ص ۲۷۷)

## اسباب کی رعایت اور پرہیز :

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں، و  
يؤخذ من هذا ان التداوى مشروع ولا ينافى التوكل - (مواہب ص ۱۳۵) اس حدیث  
سے علاج معالجہ کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ توکل کے منافی نہیں ہے) اور یہ بھی معلوم  
ہوا کہ لاغر و کمزور اور نقاہت والے شخص کیلئے سلق و شعیر نافع ہے۔ لا سيما اذا طبخ باصول  
السلق - (مواہب ص ۱۳۵) (خصوصاً جب چقدر کی جڑوں کے ساتھ پکائے جائیں) اور  
ناقہ کیلئے فواکہ بالخصوص کجھور اور انگور مضرت رساں ہیں۔ لضعف المعدة عن دفعها مع  
سرعة استحالتها (مواہب ص ۱۳۵) (اس لئے کہ معدہ ان کی قوت مدافعت سے کمزور ہوگا  
اور ان کا استحالہ بھی جلدی ہو جائے گا) اما الرطب والفاكة فانهما ثقلان على معدة الناقة -  
(اتحافات ص ۲۳۰) (صاحب اتحافات لکھتے ہیں کہ کجھور اور میوہ بیمار اور نقاہت والے  
شخص کے معدہ پر بوجھل ہوتے ہیں)

حدیث میں پرہیز کی تعلیم و ترغیب بھی ہے۔ مرض کے علاج میں پرہیز ایک موثر  
عنصر ہے۔ علامہ ابن قیم نے طب نبوی میں لکھا ہے کہ پرہیز شرعاً مشروع اور حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تعلیم کا حصہ ہے، جو توکل کے خلاف نہیں ہے۔

(۱۷۵/۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ  
طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ أَعِنْدَكَ غَدَاءٌ فَأَقُولُ لَا قَالَتْ فَيَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ  
قَالَتْ فَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَهْدَيْتَ لَنَا هَدِيَّةً قَالَ وَمَا هِيَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ أَمَا  
إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ أَكَلُ .

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں  
کہ ہمیں اسے بشر بن سری نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سفیان ثوری سے طلحہ بن یحییٰ  
کے واسطے سے روایت کی۔ اس نے عائشہ بن طلحہ سے اور انہوں نے یہ روایت عائشہ صدیقہ

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 سے حاصل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لا کر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے۔ جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں، تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کر لیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے، میں نے عرض کیا کہ کجھور کا ملیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا خیال کر رکھا تھا، پھر حضور نے اس میں سے تناول فرمایا۔  
 راویان حدیث (۴۰۶) بشر بن السری (۴۰۷) طلحہ بن یحییٰ اور (۴۰۸) عائشہ بنت طلحہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

غداء : صبح کے کھانے کو کہتے ہیں، وهو الطعام الذی یؤکل اول النهار، اس کے مقابلہ میں عشاء ہے جو شام کے کھانے کو کہتے ہیں۔ الغداء: کھائی جانے والی خوراک کو کہتے ہیں، وهو ما یؤکل علی وجه التغذی مطلقاً فی شمل العشاء کما یشمل الغداء۔  
 (مواہب ص ۱۳۵) غذا ہر وہ چیز جو بغور تغذی (غذاء حاصل کرنے) استعمال ہو، اس لئے عشاء (رات کے کھانے) کو بھی شامل ہے جیسے کہ غداء (صبح کے کھانے) کو شامل ہے۔  
 حیس : ایک خاص قسم کا کھانا یا حلوہ جو کجھور، گھی اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا، وهو التمر، مع السمن والاقط وقد یجعل عوض الاقط الدقیق وقال الشاعر

واذا یحاس الحیس یدعی جندب

لا ام لی ان کان ذاک ولا اب

فیکم علی تلک القضیة اعجب

اذا تکون کرہیة ادعی لها

هذا وجدکم الصغار بعینہ

عجب لتلک قضیة و اقامتی

(مواہب ص ۱۳۵)

(اور کبھی پنیر کی بجائے آٹا ملایا جاتا ہے، شاعر کہتے ہیں : اور جب مشکل اور مصیبت درپیش ہو تو میں بلایا جاتا ہوں اور جب حلوہ اور حیس تیار ہو جاتا ہے تو پھر جندب کو بلایا جاتا

ہے، تمہارے آباء و اجداد کی قسم یہی تو بعینہ ذلت اور خواری ہے۔ اگر حالت ایسی ہوتی ہے تو میرے ماں باپ نہ ہوں یعنی ہلاک ہو جائیں، اس واقعے سے بڑا تعجب اور حیرانگی ہے اور اس سے بڑی حیران کن بات تو اس حالت میں میرا تمہارے ساتھ ٹھہرنا اور قیام ہے)

**نفلی روزے کی نیت کا وقت :**

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رحمہم اللہ عنہم کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ کی نیت بھی رات ہی سے کر لی جائے۔ البتہ کوئی عارض پیش آئے، تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔

### نفلی روزے کے توڑنے کا حکم :

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفلی روزہ رکھے، تو اس کے توڑ دینے کا اختیار ہے۔ یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت ولا تبطلوا اعمالکم (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بنا پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں، لیکن اس حدیث کی وجہ سے چونکہ روزہ توڑنا معلوم ہوتا ہے، اس لئے دونوں چیزوں پر عمل اس طرح کیا جاوے گا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو، تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھنی چاہئے اور بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اس کا مطلب یہ فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی۔ البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لوں گا۔ لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے۔

مسئلہ : اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑ دینے کی نوبت آوے، تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح



ہے کہ حضور اقدسؐ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کر لو۔ (خصائل ص ۱۰۱)  
 ملا علی قاریؒ نے حدیث مذکور سے اظہارِ عبادت برائے مصلحت یا تعلیم مسئلہ اور اپنی  
 حالت کے بیان کرنے پر استدلال کیا ہے۔ ففیہ دلیل علی اظہار العبادۃ لحاجة و مصلحة  
 كتعليم مسئلة و بيان حالة انتهى (جمع ص ۲۷۸) اور علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: وفيه حل  
 اكله صلى الله عليه وسلم الهدية (اور اس حدیث سے حضور ﷺ کا ہدیہ کو تناول فرمانے  
 کا جواز اور حلت معلوم ہوتی ہے) (مناوی ص ۲۷۸)

(۱۷۶/۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا  
 أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمِيَّةَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُونُسَ بْنِ  
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ  
 فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً ثُمَّ قَالَ هَذِهِ إِدَامٌ هَذِهِ فَأَكَلَ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے کہ ہمیں یہ روایت عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی۔ وہ کہتے  
 ہیں کہ ہمیں اسے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت  
 ہمارے باپ نے محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابی  
 امیہ اعور سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے سنی۔ یوسفؒ  
 کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضورؐ نے ایک روٹی کا  
 ٹکڑا لے کر اس پر کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمالیا۔ ترجمہ بالا روایت  
 کے مذکورہ الفاظ کا ہے، جو کے اکثر نسخ شامل کی عبارت ہے۔ بعض نسخ میں عن عبد اللہ بن  
 سلام کا اضافہ بھی ہے۔ اس صورت میں قال رأیت..... الخ، کا ترجمہ دو طرح کا ہو سکتا ہے کہ  
 عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں یا یوسف بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ قال ای عبد اللہ او ابنہ۔  
 (جمع ص ۲۸۰) (یعنی عبد اللہ نے یا اس کے بیٹے (یوسف) نے کہا)

راویان حدیث (۴۰۹) عمر بن حفص بن غیاثؒ (۴۱۰) محمد بن ابی یحییٰ اسلمیؒ (۴۱۱) یزید

بن امیہ الاعورؒ اور (۴۱۲) یوسف بن عبد اللہ بن سلامؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شامل

ترمذیؒ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جو کی روٹی اور سالن :

ہذہ ادام ہذہ : مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل اسی باب کی روایات میں سرکہ کو سالن کہا گیا ہے۔ بلکہ بہتر سالن نعم الادام النخل۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دینا مقصود ہے۔ ہذہ ادام ہذہ یعنی اگر کوئی باقاعدہ سالن میسر نہ ہو، تو کھجور، پیاز، وغیرہ کو بھی بطور سالن استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یعنی زندگی کے قیمتی لمحات و اوقات کو لذت کام و دہن میں نہیں گنوانا چاہئے، بلکہ دین اسلام کی تبلیغ، جہاد فی سبیل اللہ، اعلاء کلمۃ اللہ، ذکر الہی تحصیل و اشاعت علم دین اور عبادت میں لگے رہنا چاہئے۔ فانی دنیا پر فریفتگی عبث ہے بلکہ کھجور کے سالن کے باہمی استعمال سے اغذیہ میں اعتدال کی تعلیم ہے کیونکہ جو کی تاثیر سرد و خشک ہے اور کھجور کی تاثیر گرم و تر ہے۔

علامہ البجوریؒ فرماتے ہیں :

ويؤخذ من هذا انه صلى الله عليه وسلم كان يدبر الغذاء فان الشعير بارد يا بس والتمر حار رطب فكان صلى الله عليه وسلم لا يجمع بين حارين ولا باردين ولا مسهلين ولا قابضين ولا غليظين ولا بين مختلفين كقابض و مسهل ولم يأكل طعاما قط في حال شدة حرارته ولا طيبخا باثنا مسخنا ولا شيئا من الأطعمة العفنة والمالحة فان ذلك كلة ضار مولد للخروج عن الصحة و بالجملة فكان صلى الله عليه وآله وسلم يصلح ضرر بعض الأغذية ببعض اذا وجد اليه سيلا ولم يشرب على طعامه لئلا يفسد ذكره ابن القيم. (مواهب ص ۱۳۶) (اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ غذا کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں سوچ بچار اور احتیاط سے کام لیا کرتے مثلاً جو ٹھنڈے اور خشک ہیں اور کھجور گرم اور تر ہے پس آپؐ کی عادت مبارک کھانے میں یہ تھی کہ نہ کبھی دو گرم چیزیں اکٹھی استعمال کرتے نہ دو ٹھنڈی چیزیں، اس طرح نہ دونوں مسہل اور نہ دونوں قابض و سخت اشیاء کا استعمال کرتے اور نہ دو ایسی چیزیں کہ ان میں سے ایک قابض اور دوسری مسہل ہو کبھی استعمال میں نہ لاتے۔ نیز نہ آپؐ نے کوئی کھانا اور نہ

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 سالن انتہائی گرم حالت میں استعمال فرمایا اور نہ ایسے کھانے جو بد بودار یا کھٹے ہوں اسلئے  
 کہ یہ سب اشیاء نقصان دہ اور صحت کی خرابی پیدا کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر ممکن  
 ہوتا تو آپ بعض غذاؤں کے ضرر اور نقصان کی اصلاح بعض دوسرے اشیاء اور غذاؤں  
 سے کر کے ایک اعتدالی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش فرمایا کرتے۔ نیز آپ کھانا کھانے  
 کے بعد پانی اسلئے نہیں پیتے تھے کہ کھانا خراب نہ ہو جاوے ابنِ قیم نے ایسا ہی ذکر کیا ہے)

-----  
 (۳۳/۱۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ  
 الْعَوَّامِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
 يُعْجِبُهُ الثُّفْلَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی۔ وہ  
 کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سعید بن سلیمان نے عباد بن عوام کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں  
 نے یہ روایت حمید سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے سنی۔ حضرت  
 انس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس کو ہانڈی اور پیالہ میں بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

راوی حدیث (۲۱۳) سعید بن سلیمان کے حالات ”تذکرہ راویان شامل ترمذی“ میں  
 ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

الثفل : تلچھٹ، تہ دنگی، پنجاب میں اسے گروڑی کہتے ہیں۔ ہو الباقی من الطعام و قیل  
 الثفل هو ثرید وهو مختار صاحب النہایة (کھانے سے جو نیچے بچ جائے اور بعض کہتے  
 ہیں وہ ثرید ہے صاحب نہایہ نے اسکو پسند کیا ہے) (اتحافات ص ۲۳۲)

فائق میں ہے کہ ثفل، اصل میں تلچھٹ کو کہتے۔ یہ تیل کا ہو یا شوربے کا، یا  
 شربت کا یا شراب کا یا کسی بھی تیلی چیز کا طیبی نے تصریح کی ہے کہ حدیث میں ثفل سے مراد  
 تہ دنگی ہے۔

## بچے ہوئے کھانے سے محبت :

اس میں بھی تھوڑی چیز پر صبر و قناعت اور ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت پر تشکر و امتنان اور اس کی قدردانی کی تعلیم ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں، وفيه اشارة الى التواضع والصبر والقناعة بالقليل. (جمع ص ۲۸۱) نیز اس میں حضور اقدس ﷺ کے قول کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کو کھلانے پلانے والا خود آخر میں کھاتا پیتا ہے۔ ساقی القوم آخر ہم شرباً یہ حضور اقدس ﷺ کا جذبہ خدمت، ترجیح و ایثار اور کمال تو واضح تھا کہ اہل و عیال، اضياف و خدام، اصحاب و متعلقین کو اوپر کا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود بچا ہوا کھاتے، و لعل وجه اعجابہ انه منضوج غاية النضج القريب الى الهضم فهو اهنأ و امراً و ألد و فيه اشارة الى التواضع والقناعة باليسير۔ (اور نیچے والے کھانے کی پسندیدگی کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ انتہائی پختہ ہوتا ہے اور جلدی ہضم ہوتا ہے پس وہ مزیدار خوش گوار اور لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے آپ کی تواضع اور تھوڑی چیز پر قناعت کرنے کا) (مواعظ ص ۱۳۶) شیخ احمد عبد الجواد الدومی خلاصہ باب میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفي الباب ثلاث و ثلاثون حديثاً . و باستعراض هذه الأحاديث كلها يلاحظ أن ادم رسول الله صلى الله عليه وسلم كان مختلفاً . فمرة كان قنأ و مرة كان رطباً و مرة كان لحماً و مرة كان خلا و مرة كان زيتاً و هكذا، ولكن الحال الغالب عليه هو النقشف و الزهادة۔ (اور اس باب میں تینتیس احادیث ہیں اور ان کی تفتیش اور ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کا سالن مختلف ہوتا تھا کبھی تو کھیرا ککڑی وغیرہ اور کبھی کھجور اور کبھی کبھار گوشت ایسا ہی کبھی سرکہ اور کبھی زیتون کا تیل وغیرہ لیکن اکثر حالات آپ کے تنگدستی اور زہدانہ طریقہ پر گزرتے)۔ (اتحافات ص ۲۳۲)

تمہ :

علامہ ابن قیم نے حضور ﷺ کے مطعومات و مشروبات کے متعلق خوب وضاحت فرمائی ہے۔ البتہ ابتداء میں یہی لکھ دیا کہ لایر دموجوداً ولا تکلف مفقوداً۔



(کہ آپ موجود چیز کو واپس نہ فرماتے اور نہ ہی غیر موجود کے لیے کوئی تکلف وغیرہ کیا کرتے) چنانچہ فرماتے ہیں: **واكل الحلوى والعسل و كان يحبهما واكل لحم الجزور والضان والدجاج و لحم الحبارى و لحم حمار الوحش و الارنب و طعام البحر و اكل الشوى و اكل الرطب و التمر و شرب اللبن خالصاً و مشروباً و السويق و العسل بالماء و شرب نقيع التمر و اكل الخديرة و هي حساء يتخذ من اللبن و الدقيق و اكل القثاء بالرطب و اكل الاقط و اكل التمر بالخبز و اكل الخبز بالنخل و اكل الثريد و هو الخبز باللحم و اكل الخبز بالا هالة و هي الودك و هو الشحم المذاب و اكل من الكبد المشوية و اكل القديد و اكل الدباء المطبوخة و كان يحبها و اكل المسلوقة و اكل الثريد بالسمن و اكل العجين و اكل الخبز بالزيت و اكل البطيخ بالرطب و اكل التمر بالزبد و كان يحبه۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۴) (کہ حضور ﷺ نے حلوہ اور شہد کھایا ہے اور آپ ان کو پسند بھی فرمایا کرتے اور حضور نے اونٹ دنبہ مرغی۔ حباری۔ حمار وحشی۔ خرگوش، مچھلی وغیرہ کا گوشت بھی کھایا ہے۔ نیز آپ نے بھنا ہوا گوشت خشک اور تر کھجور بھی کھائی ہے آپ نے خالص دودھ اور پانی ملا ہوا بھی پیا ہے اور ستو و شہد کو پانی کیساتھ پیا نقيع تمر کو بھی پیا اور آپ نے خریزہ بھی کھایا۔ (یعنی دودھ اور آٹے کو ملا کر پتلی غذا بنا کر پینا) آپ نے کھیرا کو کھجور کیساتھ ملا کر کھایا۔ اور آپ نے پیڑ بھی کھایا اور روٹی کھجور کیساتھ کبھی کھائی تریڈ بھی کھایا آپ نے روٹی پگھلی ہوئی چربی کیساتھ تناول فرمائی آپ نے بھنا ہوا جگر بھی کھایا اور خشک گوشت اور کدو پکا ہوا بھی کھایا اور اس کو پسند بھی فرماتے اور چقندر بھی کھایا اور تریڈ کو گھی کیساتھ کھایا اور روٹی کو زیتون کیساتھ کھایا اور خریزہ کو تر کھجور کیساتھ اور خشک کھجور کو مکھن کیساتھ کھایا اور اسکو پسند بھی کیا کرتے تھے۔**

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۴)

## بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوءٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ بَاب ! حضور اقدس ﷺ کے کھانے کے وقت وضو کا بیان

لفظ وضو کا معنی و تشریح :

وضو: بالفتح سے مراد وہ پانی ہے، جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے اور وضو (بالضم) سے مراد حصول طہارت کا معروف عمل ہے۔ امام ترمذی نے اس باب میں تین روایات نقل کی ہیں کہ عند الطعام، وضو سے مراد کیا ہے؟ وضوء لغوی یا وضوء شرعی اصطلاحی۔ ترجمۃ الباب میں وضوء میں عموم ہے۔ والمراد ما يشمل الشرعی واللغوی بدلیل الاخبار الاتیة۔ (اور وضوء سے مراد عام ہے وضوء لغوی اور شرعی دونوں کو شامل ہے بوجہ ان احادیث کے جو باب میں ذکر ہوگی) (مواہب ص ۱۳۶) حضرات محدثین میں بعض وضوء اصطلاحی مراد لیتے ہیں اور اکثریت نے یہاں وضوء لغوی مراد لیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے یعنی عند الطعام (کھانے کے وقت) اس سے پہلے اور بعد میں ہاتھوں کا دھونا اور منہ صاف کرنا۔ والمراد هنا بالوضوء اللغوی، وهو غسل الیدین والقم لان الوضوء الشرعی لیس مسنوناً قبل الطعام ولا بعده (اور وضوء سے یہاں وضوء لغوی مراد ہے اور وہ دونوں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اس لئے کہ وضوء شرعی نہ کھانے سے پہلے اور نہ بعد میں مسنون ہے) (اتحافات ۲۳۳) عند الطعام کی قید سے عدم وجوب وضوء مستفاد ہے۔ البتہ دونوں لغوی و اصطلاحی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں کہ پہلی دو حدیثوں میں اصطلاحی اور آخری حدیث میں لغوی مدلول ہے۔ فارادۃ الاول من حیث نفيه والثانی من حیث

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 اثباتہ فکانہ قال صفة وضوئہ وجوداً و علماً - (مناوی ص ۲۸۲) (تو یہاں پہلے کا ارادہ کرنا نفی کی حیثیت سے ہوگا اور دوسرے کا ارادہ بحیثیت اثبات ہوگا۔ گویا مصنف نے فرمایا کہ آپ کے وضوء کی صفت وجود اور عدم دونوں کے لحاظ سے) وضوء شرعی جو نماز کے لیے شرط ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت، اس کو صرف استحباب کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح کہ ہر وقت وضوء سے رہنا مستحب ہے۔ و لا یحافظ علی الوضوء الا المؤمن۔ (وضوء پر دوام اور محافظت صرف مؤمن ہی کرتا ہے) (مؤطا امام مالک ص ۱۱) ہمیشہ با وضوء رہنے کے استحباب کا مستدل ہے اور یہی سلف صالحین کا معمول ہے۔

### لفظ طعام کی وضاحت :

طعام لغوی طور پر بمعنی طعم کے مستعمل ہے، ای لکل ما یساغ و عرفاً اسم لکل ما یؤکل ..... و هذا هو المراد هنا وعند اهل حجاز الطعام البر خاصة (کما ورد فی صدقة الفطر صاعاً من طعام او صاعاً من شعیر) وعند الفقهاء هو ما قصد للطعم اقتیاً تا اوتادماً اوتفکھا۔ (مناوی ص ۲۸۶)  
 (عرف میں طعام ہر وہ چیز جو کھائی جائے اور یہی معنی یہاں مراد ہے اور اہل حجاز طعام صرف گندم کو کہتے ہیں) (جیسے کہ صدقہ فطر کے متعلق حدیث صاعاً من طعام او شعیر میں طعام سے مراد گندم ہے) اور فقہاء کے نزدیک ہر وہ چیز جس کے کھانے کا قصد کیا جائے چاہے بلحاظ غذاء حاصل کرنے کے ہو یا ادا م (سالن) بنانے اور یا فاکھ (میوہ) کے طور پر تلیذ کے لئے ہو)

(۱۷۸/۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوا يَا نَتِيكَ بِوَضُوءٍ قَالَ إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوَضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

ترجمہ : ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کی۔ انہوں نے روایت ایوب سے ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے روایت کی اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے، تو آپ کی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کے لئے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے وضو کا اس وقت حکم ہے۔ جب نماز ادا کروں۔

الخلاء! خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ مراد بیت الخلاء ہے، والمراد هنا مكان قضاء الحاجة. (اتحافات ص ۲۳۳) الوضوء (بافتح) پانی مراد ہے یعنی ما يتوضأ به۔

کھانے سے قبل وضوء عرفی مسنون ہے :

قال انما امرت بالوضوء اذا قمت الى الصلوة! مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں وضاحت فرما دی کہ مسلمان کھانا کھانے سے قبل وضوء کو واجب سمجھ کر اپنے لئے لازمی قرار نہ دے دیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ وضوء شرعی نماز پنجگانہ، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت، مس مصحف اور ارادة الطواف کے لئے واجب ہے۔ کھانے سے قبل یا بعد میں وضوء عرفی یا لغوی یعنی غسل الفم والیدین (ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) مستحب ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں :

”ولا يستفاد من هذا الحديث ان الرسول لم يتوضأ الوضوء اللغوي، كما

لا يستفاد منه انه توضأ، والحصر في الحديث اضافي.“ (اتحافات ص ۲۳۳)

اور اس حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لغوی وضوء (ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) بھی نہیں کیا جیسے کہ اس سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے وضوء فرمایا اور اس حدیث میں ..... انما امرت ..... الخ میں حصر اضافی ہے (یعنی نماز کے لئے وضوء)



(۱۷۹/۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ  
عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاتَى بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ  
أُصَلِّيُ فَاتَوَضَّأَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سعید بن عبد الرحمن مخزومی نے بیان کی۔  
ان کو یہ روایت سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ  
روایت سعید بن حویرث اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی۔  
ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے، حضور کی  
خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ نے پوچھا کیا وضو نہیں فرمائیں گے۔ حضور نے ارشاد  
فرمایا کیا اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

راویان حدیث (۴۱۴) عمرو بن دینار اور (۴۱۵) سعید بن الحویرث کے حالات ”تذکرہ  
راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وضوء تو نماز کے لئے ضروری ہوتا ہے :

الغائط : غوط سے ہے بمعنی کھودنے کے، داخل ہونے اور دھنس جانے کے لئے  
بھی بولا جاتا ہے۔ غائط نرم، کشادہ، ہموار اور پست زمین کو کہتے ہیں۔ چونکہ لوگ پاخانے  
کے لئے ایسی ہی جگہ تلاش کرتے تھے، اسی لئے اسے الغائط سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی  
روایات میں خرج من الخلاء کے الفاظ تھے، یہاں خرج من الغائط کے الفاظ ہیں۔  
مقصد دونوں روایات کا ایک ہی ہے کہ آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے، تو وضو کئے بغیر  
کھانا تناول فرمایا اور توجہ دلانے پر فرمایا، اصلی فتو ضاً یعنی وضوء تو نماز پڑھنے کے لئے  
ضروری ہے۔ اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضوء کروں۔

(۱۸۰/۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَمِيرٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ (ح)  
وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ زَادَانَ

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ.

ترجمہ : امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں قیس بن ربیع نے بیان کی۔ (تحویل) ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں عبدالکریم جرجانی نے بیان کی۔ انہوں نے روایت قیس بن ربیع سے اور انہوں نے ابی ہاشم سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت زاذان سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت سلمان فارسیؓ سے سماعت کی۔ سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔

راویان حدیث (۴۱۶) قیس بن الربیع ” (۴۱۷) عبدالکریم بن محمد الجرجانی ” (۴۱۸) ابوہاشم ” اور (۴۱۹) زاذان ” کے حالات ” تذکرہ راویان شمائل ترمذی ” میں ملاحظہ فرمائیں۔

برکتِ طعام ہاتھ دھونے میں ہے :

بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده، حضرت سلمان فارسیؓ نے توراہ میں اپنا پڑھا ہوا سبق ان بركة الطعام الوضوء بعده کہ کھانے میں برکت کا سبب اس کے بعد وضو (ہاتھ دھونے) میں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا تو آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور بعد دونوں مواقع پر ہاتھ منہ صاف کرنا اور ان کی طہارت کرنا باعث برکت ہے۔ وضوء سے مراد وضوء لغوی ہے، اصطلاحی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے، سلمان فارسیؓ نے توراہ کے حوالے سے بات کی ہے، ہو سکتا ہے کہ توراہ میں صرف طعام کے بعد ہاتھ منہ دھونے کا ذکر ہو۔ اس صورت میں جو طعام سے پہلے ہاتھ دھونے کا

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ذکر ہے یہ شریعت محمدیؐ کا اضافہ ہو۔ ایماً الی ان شریعتہ زادت الوضوء قبلہ ایضاً  
 استقبالاً للنعمة بالطهارة المشعرة للتعظیم اس میں اشارہ ہے کہ آپؐ کی شریعت نے کھانا  
 کھانے سے پہلے وضوء (ہاتھ منہ دھونے) کا اضافہ بھی اس لئے کیا تا کہ کھانے کی نعمت کا  
 استقبال طہارت سے کیا جائے جو اس کی تعظیم پر دال ہے۔ (جمع ص ۲۸۴) اور یہ بھی ہو سکتا  
 ہے کہ تورات میں قبل الطعام اور بعد الطعام دونوں وقتوں میں ہاتھ منہ دھونے کا حکم ہو مگر  
 بوجہ تحریف قبل الطعام ہاتھ دھونے کا حکم اس سے حذف کر دیا گیا ہو و هذا یحتمل ان یکون  
 (جمع ص ۲۸۴)

اشارة الى تحريف ما في التوراة -

بركة الطعام الوضوء قبلہ کا مطلب شارحین حدیث نے لکھا ہے، کھانے میں  
 اضافہ ہوتا ہے۔ شکم سیری نصیب ہوتی ہے، ومعنی بركة الطعام من الوضوء قبلہ النمو  
 والزيادة فيه نفسه اور بعدہ کا مطلب یہ ہے جن فوائد اور مقاصد کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے،  
 پورے حاصل ہوتے ہیں۔ کھانا بدن کا جز بنتا ہے، فرحت اور انبساط نشاط پیدا کرتا ہے۔  
 عبادات، انابت الی اللہ، ذکر اللہ اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے ان فوائد کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمادیا۔ النمو والزيادة في  
 فوائدھا و آثارھا بان یکون سبباً لسكون النفس و قراره اسبباً للطاعات و تقوية  
 للعبادات و الاخلاق المرضية و الافعال السنية. (جمع ص ۲۸۵)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے سے قبل ہاتھ دھونا ”فقر“ کو دور کرتا  
 ہے اور بعد میں ہاتھ دھونا ”جنون“ کو دور کرتا ہے۔ صاحب العوارف فرماتے ہیں، کھانے  
 سے قبل ہاتھ دھونا فقر کی دوری کا اس لئے سبب بنتا ہے کہ یہ آداب کے ساتھ نعمت کا استقبال  
 ہے اور یہ نعمت کا شکرانہ ہے اور شکر نعمت کی زیادتی کا سبب ہے۔ لہذا ہاتھوں کو دھونا نعمت کو  
 کھینچ کر لائے گا اور فقر کو ہٹا دے گا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو  
 شخص یہ چاہے کہ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ ہو، تو اس کو چاہیے کہ کھانے سے قبل اور  
 بعد میں ہاتھ دھولیا کرے۔ (اتحاف ج ۵ ص ۲۱۳)

ملا علی قاریؒ نے وضوء لغوی قبل الطعام و بعد الطعام کی ایک اہم وجہ یہ بھی بیان

فرمائی ہے کہ ولان الاكل بعد غسل اليدين يكون اهنأ وامراً ولان اليد لا تخلو عن تلوث في تعاطي الاعمال وغسلها اقرب الى النظافة و النزاهة (والغسل بعد الطعام) سبب لازالة اللسومات... قال صلى الله عليه وسلم من بات وفي يده غمرة ولم يغسله فاصابه شيء فلا يلوم من الانفسه۔ (جمع ص ۲۸۶)

اور اس لئے بھی کہ ہاتھ دھونے کے بعد کھانا زیادہ لذیذ اور خوشگوار لگتا ہے اور اس لئے بھی کہ ہاتھ عام طور پر کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے ملوث رہتے ہیں تو ان کا کھانا کھانے سے پہلے دھو لینا صفائی اور پاکی کا ذریعہ ہو جائیگا اور کھانا کھالینے کے بعد ہاتھوں کا دھونا چکنائی وغیرہ کے دور کرنے کا سبب ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات گزاری اور اس کے ہاتھوں میں چکنائیتھی اور اس کو نہ دھویا تو اگر اس کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

=====



بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات کے بیان میں

جو قبل الطعام وبعده پڑھا کرتے تھے

یہاں قول سے مراد مطلق ارشاد، یا کوئی بات اور گفتگو مراد نہیں، بلکہ وہ اذکار اور ادعیہ مراد ہیں، جو کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد آپ کا معمول تھے۔ اللہ کے نام سے آغاز اور حمد و شکر پر اختتام یہ کھانے کے آداب سے ہے۔ ای قبل الطعام وهو التسمية وبعد ما يفرغ منه هو الحمدلة. (مواہب ص ۱۳۸) (یعنی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ پڑھنا) پانی کا حکم بھی کھانے کی طرح ہے، بل ہو منه كما يوحذ من قوله تعالى 'فيما حكا في القرآن ومن لم يطعمه فانه مني' (بلکہ وہ کھانے ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ومن لم يطعمه الخ جس کی حکایت قرآن مجید میں ہے سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہاں يطعمه کی ضمیر کا مرجع نہر ہے (جو کہ پانی پر مشتمل ہوتی ہے) (مواہب ص ۱۳۸) اس باب میں مصنف نے سات احادیث نقل کی ہیں۔

(۱۸۱/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ جُنْدَلٍ الْيَافِعِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَلَمْ أَرِطَعَامًا كَانَ أَكْبَرَ بَرَكَاتٍ مِنْهُ

أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا وَلَا أَقْلَ بَرَكَتَةٍ فِي آخِرِهِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ هَذَا قَالَ إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللَّهِ حِينَ أَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللَّهَ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ .

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے لہیعہ نے یزید بن ابی حبیب کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت راشد بن جندل سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت حبیب بن اوس سے ابو ایوب انصاریؓ کے واسطے سے سنی۔ ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا۔ میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداء میں یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا، اس کے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔

راویان حدیث (۴۲۰) یزید بن ابی حبیب (۴۲۱) راشد بن جندل الیافعی (۴۲۲) حبیب بن اوس اور (۴۲۳) ابو ایوب الانصاریؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ کی برکتیں :

قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... الخ ، مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی بات کا مقصد یہ ہے کہ کھانا شروع کرتے وقت جو برکت تھی، وہ کھانے کے اختتام کے وقت نہیں تھی، بلکہ بے برکتی معلوم ہو رہی تھی، اس لئے حیرت و استعجاب کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ کیف هذا؟ یہ کیا کیفیت ہے، ای بین لنا الحکمة و السبب فی حصول عظمة البركة و کثرتها فی اول اکلنا هذا الطعام و قلتها فی الآخر و انعدام البركة منه . (جمع ص ۲۸۶) یعنی ہم کو اس کی حکمت اور سبب تو بتلائیے کہ ہمارے کھانے کی ابتداء کے

وقت تو کھانا بہت بابرکت اور کثیر تھا اور پھر آخر میں تھوڑا اور بے برکت کیوں ہو گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا، انا ذکرنا اسم اللہ تعالیٰ حین اکلنا کہ ہم نے ابتداء میں کھاتے وقت بسم اللہ کہی تھی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف بسم اللہ سے سنتِ تسمیہ حاصل ہو جاتی ہے، البتہ الرحمن الرحیم کے بڑھادینے سے وہ اکمل ہو جاتی ہے۔ کما قالہ الغزالی والنووی وغیرہا جیسے کہ امام غزالی اور امام نووی وغیرہ نے بھی ایسا کہا ہے (جمع ص ۲۸۶) شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں، و التسمیة علی الطعام مطلوبة حتی من الجنب والحائض، وھی بسم اللہ اور کھانے پر تسمیہ کہنا شرعاً مطلوب ہے حتی کہ بجنسی اور حائضہ عورت سے بھی اور وہ لفظ بسم اللہ ہے (اتحاف ص ۲۳۶) تفصیلی قصہ ترجمہ میں دیکھ لیں۔

### شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے :

فاکل معہ الشیطان: شیطان فیعان کے وزن پر ہے، شطن بمعنی بعد سے ماخوذ ہے، یعنی بعد عن رحمة اللہ اللہ کی رحمت سے دور، یا فعلان کے وزن پر ہے اور نشاط یشط سے ماخوذ ہے بمعنی بھڑکنا اور شعلہ کی طرح اٹھنا، اکل شیطان، عند الجمہور (جمہور کے نزدیک شیطان کا کھالینا) حقیقت پر محمول ہے اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو، جمہور محدثین کہتے ہیں کہ شیطان کھانا کھالیتا ہے اور وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں۔ واکل الشیطان محمول علی حقیقتہ عند جمہور العلماء سلفاً وخلفاً لا مکانہ شرعاً وعقلاً. (جمع ص ۲۸۶) جمہور متقدمین و متاخرین علماء کے نزدیک شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے کیونکہ یہ شرعاً وعقلاً ممکن ہے۔

### ایک اشکال کا جواب :

(۱) یہاں ایک اشکال یہ بھی وارد ہوتا ہے جب مسئلہ یہ ہے کہ کھانا کھا۔ تے وقت دستر خوان پر جب ایک نے بسملہ پڑھ لی، تو وہ سب کے لئے کافی ہے۔ جیسے کہ ملا علی قاری لکھتے

ہیں کہ: لو سَمِي واحد في جماعة ياكلون لكفى ذلك وسقط عن الكل (جمع ص ۲۸۶) تو پھر جب یہ شخص آیا اور اس نے بسملہ نہ پڑھی، تو بے برکتی کیوں آئی۔ کیونکہ پہلے سے بیٹھی ہوئی جماعت کی بسملہ اس کے لئے بھی کافی تھی۔ شارحین حدیث جو اب میں کہتے ہیں کہ ”قعد، ای بعد فراغنا من الطعام ولم یسم، جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے اور وہ آکر بیٹھا اور بسملہ نہیں پڑھی، تو کھانے میں بے برکتی آگئی۔

(۲) اویقال ان شیطان هذا الرجل جاء معه فلم تكن تسميتا مؤثرة فيه ولا هو سَمِي یعنی لتكون تسميته ما نعة من اكل شيطانه معه۔ (جمع ص ۲۸۶) یا جو اباً یہ کہا جائے کہ اس شخص کا شیطان اس کے ساتھ ہی آیا تھا اس لئے ہماری بسم اللہ کہنا اس میں مؤثر نہ رہی اور خود اس نے تو بسم اللہ پڑھی نہیں تا کہ اس کا تسمیہ اس کے شیطان کے کھانے سے مانع اور رکاوٹ بن جاتا۔

(۳) مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک جماعت کھانے میں اکٹھی مشغول ہو اور ان میں سے ایک نے بسملہ پڑھ لی ہو، فحينئذ تسمية هذا الواحد تجزى عن البواقي من الحاضرين تو پھر اس وقت اس کا بسم اللہ پڑھ لینا باقی حاضرین سے کافی ہو جاتا (جمع ص ۲۸۶) مگر یہ بات اس شخص کے لئے نہ ہوگی، جو ان کے ساتھ اوائل میں بوقت بسم اللہ پڑھنے کے موجود نہ تھا۔ کیونکہ تسمیہ سے مقصود یہ ہے کہ شیطان کھانا کھانے والے مسلمان کے ساتھ کھانے پر تمکن حاصل نہ کرے اور جب جماعت کے ساتھ کھانے کے وقت عند التسمیہ ایک انسان موجود نہ تھا، تو جماعت کے پہلے سے پڑھی ہوئی تسمیہ اس غیر حاضر انسان کے کھانے میں شیطان کے تمکن میں مانع بننے کے لئے مؤثر نہ ہوگی۔

(۱۸۲/۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ النَّسْتَوَائِيُّ عَنْ بُنْدَلِ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَانْسَى أَنْ يَذْكَرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى طَعَامِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.



ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابو داؤد نے بیان کی۔ ان کے پاس ہشام دستوائی نے بدیل عقیلی کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عمیر سے اخذ کی۔ انہوں نے اسے ام کلثوم سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ کہہ لے۔

راویان حدیث (۲۲۳) ہشام الدستوائی (۲۲۵) عبداللہ بن عبید بن عمیر اور (۲۲۶) ام کلثوم کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### جب تسمیہ بھول جائے :

جب کھانا کھاتے وقت آدمی تسمیہ بھول جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ دورانِ طعام جس وقت بھی یاد آئے اگرچہ آخری لقمہ ہی لے رہا ہو، ای نسی التسمیة حین الشروع فی الاکل ثم تذکرہ فی اثناہ یعنی ایک شخص کو شروع کھانے میں بسم اللہ کہنا بھول گیا اور پھر اسکو کھانے کے دوران یاد آیا (مواہب ۱۳۹) تو بسم اللہ اولہ و آخرہ پڑھے، تو یہ اسی برکتِ تسمیہ کے لئے کفایت ہے۔ ابو داؤد میں روایت ہے کہ ایک شخص نے کھانا شروع کیا، مگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا، حتی لم یبق من طعامہ الا لقمۃ، جب اس نے آخری لقمہ اٹھایا تو اس وقت اسے یاد آیا اور اس نے پڑھا بسم اللہ اولہ و آخرہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا دیا، فضحک صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ما زال الشیطن یا کل معہ فلما ذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ۔ (پھر فرمایا کہ شیطان لگا تا اس کے ساتھ کھا رہا تھا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان کے پیٹ میں جو کچھ تھا قسّی کر دیا) محشی مشکوٰۃ شریف نے مرقات کے حوالہ سے استقاء ما فی بطنہ کے متعلق یہ لکھ دیا کہ المراد بہ رد البرکة الذاہبۃ بترک التسمیة کانہا کانت فی جوف الشیطان امانۃ فلما سمی رجعت الی الطعام۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۵) کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بسم اللہ کے چھوڑنے کی وجہ سے وہ لقمہ

ہوئی برکت پھر واپس لوٹ آئی گویا کہ وہ شیطان کے پیٹ میں امانت تھی جب اس شخص نے بسم اللہ پڑھ لی تو وہ دوبارہ کھانے کو لوٹا دی گئی۔

### اولہ و آخرہ کا تلفظ :

ان کو بفتح اللام و الراء پڑھا جائے۔ یا تو یہ ترکیب میں منصوب بنزع الخافض (یعنی بحذف جار) ہیں۔ اور وہ لفظ فی ہے اصل عبارت ای فی اولہ و آخرہ یا پھر مفعول بہ فعل محذوف اکتلت کا ہیں اور عبارت اس طرح ہوگی۔ ای اکتلت اولہ و آخرہ مستعینا باللہ... الخ. (جمع ص ۲۸۸)

### ایک اعتراض کا جواب :

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اول و آخر کہنے سے وسط نکل جاتا ہے۔ (۱) کیونکہ اول و آخر کنایہ ہے تعمیم سے فالمعنی بسم اللہ علی جمیع اجزائہ (مواہب ۱۳۹) پس معنی یہ ہوگا کہ میں جمیع اوقات و اجزاء میں اللہ کا نام لیکر کھاتا ہوں۔ اس کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔ ولہم رزقہم فیہا بکرۃ و عشیاء کہ اس میں بھی ذکر صبح و شام کا ہے۔ اور مراد تعمیم ہے لقولہ تعالیٰ اکھا دائم بوجہ اس فرمان خداوندی کہ جنت کے کھانے دائمی ہونگے۔

(۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولہ سے مراد نصف اول اور آخرہ سے مراد سے نصف ثانی لیا جائے۔ فلا واسطۃ تو درمیانی واسطہ نہ رہا (مواہب ۱۳۹)

(۱۸۳/۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ فَقَالَ أُذُنُ يَا بُنَيَّ فَسَمَّ اللَّهُ تَعَالَى وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں عبد اللہ بن صباح ہاشمی بصری نے بیان

کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اسے عبدالاعلیٰ نے معمر کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے ان کے باپ کے واسطے سے روایت کی اور انہوں نے عمر بن ابی سلمہ سے سماعت کی۔ عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں۔ کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

راویان حدیث (۴۲۷) عبدالاعلیٰ اور (۴۲۸) عمر بن ابی سلمہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### کھانا کھانے کے تین آداب :

- (۱) کھانا بسم اللہ سے شروع کرنا (۲) دائیں ہاتھ سے کھانا (۳) اپنے سامنے سے کھانا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ادن منی یا بنی : اے میرے پیارے بچے بصیغۃ التصغیر شفقت و اہتماماً بحالہ (یعنی یا بُنَیْ كَالْفِظِ بِصِغَةِ تَصْغِيرِ لَانَا) شفقت اور اسکے حال کے اہتمام کے لیے ہے۔ (جمع ص ۲۸۸) اس میں بڑوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ چھوٹوں پر شفقت، محبت اور توجہ و عنایت رکھیں، خاص کر کھانے کے وقت میں لشلۃ الاستحیاحینڈ (مناوی ص ۲۸۸) (کہ اس وقت کھانے میں وہ شرم و حیاء محسوس کرتے ہیں)

حضرت عمر بن ابوسلمہ کہتے ہیں۔ کہ اس موقع پر حضور اقدس نے مجھے کھانا کھانے کے تین آداب سکھلائے۔

### کھانا شروع کرتے وقت بسملہ پڑھنا سنت ہے :

- (۱) فسم اللہ تعالیٰ، (بسم اللہ کہیں) یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ اتفاقاً واجماعاً۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ بھی سنت ہے کہ بسملہ اونچی آواز سے پڑھی جائے، لیسمع من عندہ، (تا کہ جو اسکے پاس ہیں وہ بھی سن لیں) سنت تو لفظ بسم اللہ سے حاصل ہو جائے گی۔ والا فضل اکمالها (مناوی ص ۲۸۸) اور بہتر ہے کہ مکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھے بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بسملہ کے بعد اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَا رَزَقْتَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (یہ دعا پڑھے) اے اللہ جو تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس میں برکت ڈال دے اور ہمیں عذابِ جہنم سے بچائیے) کا اضافہ کرے۔ العبادی الشافعی کہتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ شروع کرنا اس اللہ کے نام سے کہ اسکے نام لینے کی وجہ سے کوئی چیز نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتی) کا اضافہ بھی مستحب ہے۔ (مناوی ص ۲۸۸)

دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید :

(۲) و کل بيمينك (اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا) صرف کھانا ہی نہیں بلکہ عزت و شرف اور احترام و اکرام کے تمام کام دائیں ہاتھ سے کرنے چاہئیں۔ البتہ اگر عذر ہے اور دایاں ہاتھ استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے، تو پھر بائیں ہاتھ کے استعمال کی اجازت ہے۔ لفظ یمن، يمن، بمعنى "البركة" سے ماخوذ ہے۔ اس لیے دائیں ہاتھ کو اعمال شریفہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور اعمالِ حسیہ کو بائیں ہاتھ کے ساتھ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اکل باليمين (دائیں ہاتھ سے کھانے) سمیت تینوں امر ندب و استحباب کے لیے ہیں۔ البتہ بعض علماء نے اکل باليمين کے امر کو وجوب کے لیے لیا ہے، کیونکہ اکل بالشمال (بائیں ہاتھ سے کھانے) پر حدیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ایک قصہ نقل ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو کھانا کھاتے دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ آپ نے اُسے فرمایا كُلْ بِيْمِيْنِكَ یعنی دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے کہا لَا اسْتَطِيْعُ (میں تو اسکے ساتھ کھانے کی طاقت نہیں رکھتا)۔

حضور اقدس ﷺ اس کے اس کورے اور گستاخانہ جواب پر ناراض ہوئے اور فرمایا لَا اسْتَطَعْتَ (تیری طاقت نہ ہو) (اس کا ہاتھ شل ہو گیا) اور اس کے بعد پھر وہ دائیں ہاتھ سے کوئی چیز بھی اپنے منہ کے قریب نہ لے جاسکا، فلما لم يكن له في ترك الاكل باليمين عنبر بل قصد المخالفة دعى عليه فثلت جبکہ اس شخص کا دائیں ہاتھ سے کھانے میں کوئی عذر نہ تھا بلکہ اس کا ارادہ آپ کی مخالفت کا ہی تھا اس لیے اُس پر بددعا کی اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔) (مناوی ص ۲۸۹) اسی طرح طبرانی میں روایت ہے کہ حضور اقدس



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ﷺ نے سببِ الاسلامیہ کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی ہے تو آپ نے بددعا دی، تو وہ طاعون کے مرض میں ہلاک ہو گئی۔ جمہور علماء ان روایات کو زجر و توبخ اور سیاست پر حمل کرتے ہیں (جیسے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں) فحملہ الجمهور علی الزجر والسیاسة. (جمع ص ۲۸۹)

ایک اور روایت میں ہے لا تا کلو ابالشمال فان الشيطان یا کل بالشمال رواہ ابن ماجہ عن جابر (کہ آپ نے فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ شیطان بھی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے ابن ماجہ نے یہ روایت حضرت جابر سے نقل کی ہے) ایک دوسری روایت میں اذا اکل احدکم فلیا کل بيمينه و لیشر بيمينه و لیأخذ بيمينه و لیعط بيمينه فان الشيطان یا کل بشماله و یشر بشماله و یعط بشماله و یاخذ بشماله و الظاهر انه نہی عن التشبه بالشيطان فیفید الاستحباب (جمع ص ۲۸۹) (آپ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے پئے اور دائیں ہاتھ سے اٹھائے اور دائیں ہاتھ دے بیشک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے اٹھاتا ہے اور بظاہر آپ کا مقصد شیطان ہی کیساتھ مشابہت کرنے سے روکنا ہے تو اس سے (ان کاموں کا دائیں ہاتھ سے کرنے کا استحباب معلوم ہو)۔

اپنے سامنے سے کھانا :

(۳) وکل مما ینالک، اگر بہت سے افراد ایک جگہ کھا رہے ہوں اور برتن ایک ہو اور کھانا بھی ایک ہی نوعیت کا ہو، تو اپنے سامنے کھانا چاہیے۔ ثم الجمهور علی سنیۃ الاکل مما ینالک منفردا کان اولاً لان الاکل من کل جانب حالة غیر ملائمة لتہذیب الطعام منبئی علی حرص صاحبہ بل ہوا کل حیوانات و موجب لکراہیۃ اکل ما بقی من الطعام و سوء عشریۃ و ترک مودۃ مع صاحبہ لتفسیر طبعہ بذلک (پھر جمہور علماء کے نزدیک ہر شخص کو) اپنے سامنے سے کھانا سنت ہے چاہئے کھانیوالا اکیلا ہو یا بہت ہوں۔ اس لیے کہ ہر طرف ہاتھ بڑھا کر کھانا ایک غیر مہذب عادت ہونے کیساتھ ساتھ کھانیوالے کے

حریص ہونے کی علامت بھی ہے بلکہ یہ تو ایک قسم جانوروں کا کھانا ہوا نیز بچ جانے والا کھانا دوسروں کے لیے کراہت کا سبب اور اپنے ساتھ کھانے والوں کو طبعی نفرت اور قطع تعلق کا ذریعہ اور ایک قسم بدترین برتاؤ ہے) (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۶۳) اور اگر برتن میں مختلف اشیاء ہیں، تو پھر اپنی پسند کی چیز دوسری طرف سے بھی اٹھائی جاسکتی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کان اذا اتى بطعام اكل مما يليه و اذا اتى بالتمر جالت يده الشريفه فيه (جب حضورؐ کے پاس کوئی کھانا لایا جاتا تو آپؐ اپنے سامنے سے کھایا کرتے اور اگر کچھور (یا کوئی میوہ) لایا جاتا تو پھر ہاتھ مبارک کے ذریعہ ادھر ادھر سے بھی اٹھالیا کرتے) (مناوی ص ۲۸۹) اسی طرح ترمذی کے ایک حدیث میں ہے فقال يا عكراش كل من حيث شئت فانها غير لون واحد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۷) (آپؐ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے مرضی ہو کھالے کیونکہ مختلف انواع کی چیزیں ہیں)

### ایک اشکال سے جواب :

باقی رہا یہ اشکال کہ حضور ﷺ کدو کے قتلے برتن میں تلاش کرتے اور تناول فرماتے رہے، کان يتبع الدباء من حوالى القصعة، جو اس روایت کے خلاف ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ دراصل نبیؐ کی علت تقدیر اور ایذاء رفقاء ہے اور حضور اقدس ﷺ کے اس اقدام میں وہ موجود نہیں و ذلك منتف في حقه صلى الله عليه وسلم (جمع ص ۲۸۹) او المراد من التبع بيمينه و شماله مما يليه بعد فراغ ما بين يديه ولم يكن احد في جانبه وهذا ظهر. (یا حضور ﷺ کے دائیں بائیں تلاش کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپؐ اپنے سامنے کے کھانے سے فراغت کے بعد ایسا کیا کرتے درآنحال کہ آپؐ کے جانبین میں بھی کوئی شخص نہ ہوتا تھا اور یہی بات زیادہ واضح اور ظاہر ہے)

(۱۸۴/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رِيَّاحٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
 أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ.

ترجمہ ”امام ترمذی“ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے کہ ہمیں  
 اسے ابو احمد زبیری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان ثوری نے ابو ہاشم  
 کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اسماعیل بن رباح سے روایت کی۔ انہوں  
 نے یہ روایت رباح بن عبیدہ سے صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ کے واسطے سے سماعت  
 کی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب کھانے سے فارغ  
 ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ (تمام تعریف اس  
 ذاتِ پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)  
 راویان حدیث (۴۲۹) اسماعیل بن رباح اور (۴۳۰) رباح بن عبیدہ کے حالات  
 ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے سے فارغ ہونے کی دعا :

الحمد لله الذي..... الخ مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا  
 ہے، جب کھانا کھالیا جائے، تو اس پر کھلانے والے رازق حقیقی کا شکر ادا کیا جائے اور اس  
 تشکر و امتنان کے کلمات مبارک حضور اقدس ﷺ نے تعلیم فرمادیئے تاکہ منعم حقیقی کا شکر  
 ادا ہو زیادہ نعمت کی طلب ہو، اداء شکر المنعم و طلب زیادة النعمة (جمع ص ۲۹۰) ارشاد  
 باری تعالیٰ ہے، لئن شكرتم لازيدنكم، اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو میں ضرور زیادہ  
 عطا کروں گا) چونکہ اصل طعام تھا اور پانی اس کے ضمن میں تبعاً پیا جاتا ہے اسی لیے اولاً  
 طعام کا ذکر کیا، پھر پانی کا ذکر کیا گیا، کھانے پینے سے جسم میں قوت استحکام اور قوام آتا ہے،  
 لهذا اطعمنا و سقانا میں جسم کے قوام کا ذکر و شکر ہے اور جعلنا مسلمين میں روح کے قوام کا  
 شکر ہے، ای منقادین لجميع امور الدين للجمع بين الحمد على النعمة الدنيوية والا  
 خروية۔ (مواہب ص ۱۴۰) (ہمیں سارے دینی امور کی تابعداری کرنے والے بنا دے  
 جیسے کہ نعمت دنیوی و اخروی پر حمد و شکر کی توفیق دیدی ہے)

(۱۸۵/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرُ مَوْدِعٍ وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ رَبَّنَا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ یحییٰ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ثور بن یزید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے خالد بن معدان نے بیان کیا اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول ﷺ کے سامنے حضرت ابو امامہؓ سے سماعت کی۔ حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرُ مَوْدِعٍ وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لیے منحصر ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسی تعریف جو پاک ہے ریا و غیرہ اوصاف رذیلہ سے جو مبارک ہے ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے استغناء کیا جاسکتا ہے) (اے اللہ ہمارے کر کو قبول فرما)

راویان حدیث (۲۳۱) ثور بن یزید اور (۲۳۲) خالد بن معدان کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### لفظ ”المائدة“ کا معنی و تشریح :

اذا رفعت المائدة..... الخ، دسترخوان کو کہتے ہیں، جس پر طعام چنا جائے، والمائدة تطلق على كل ما يوضع عليه الطعام (جمع ۲۹۰) یہ مادیمید سے مشتق ہے۔ اذا تحرك کبھی ذکر ماندہ کا ہوتا ہے اور مراد نفس طعام یا طعام کا بقیہ یا طعام کا برتن ہوتا ہے۔ یقول: یہ دعا پڑھے اور یہ بھی اونچی آواز سے، کیونکہ یہ بھی سنت ہے کہ جب کھانا کھا لے، تو اس وقت تک اونچی آواز سے دعا نہ پڑھے جب تک دوسرے شرکاء فارغ نہ ہو جائیں، کیلایکون منعاً لهم (تا کہ دوسرے شرکاء کے کھانے سے رک جانے کا سبب نہ ہو۔) (جمع ص ۲۹۰)



## دستر خوان اٹھائے جانے کے وقت کی دعا :

الحمد لله حمداً كثيراً... الخ ، جب دسترخوان اٹھا لیا جائے تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا پڑھتے الحمد لله : ای علی ذاته و صفاته و افعاله التي من جملتها الانعام بالاطعام۔ (سب تعریفیں اللہ کے لیے یعنی اسکی ذات و صفات افعال کی وجہ سے جن میں سے ہمیں کھلانے کا انعام بھی ہے) (جمع ۲۹۰) حمداً : مفعول مطلق ہے باعتبار ذاتہ یا اس اعتبار سے کہ معنی فعل کو متضمن ہے یا فعل مقدر کے لیے مفعول مطلق ہے۔ کثیراً : یعنی اس کی حمد کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی نعمتوں کی کوئی غایت نہیں ہے۔ طیباً : ریا، سمعہ اور ہر عیب سے پاک، علامہ بیجوری فرماتے ہیں، کونہ خالصاً من الرياء والسمعة والاصاف التي لا تليق بجنا به تعالى۔ (مواہب ص ۱۴۱)

غیر مودع (بتشديد الدال المفتوحة) ای حال کونہ غیر متروک لنا بل نعود اليه كره بعد كره او المكسورة ای حال کونی غیر تارک له فمؤدی الروایتین واحد و هو دوام الحمد واستمراره (غیر مودع اگر بتشديد دال مفتوحہ ہے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ اس حال میں کہ وہ نہیں چھوڑے گئے بلکہ ہم اس کی طرف بار بار رجوع کریں گے۔ اور اگر دال مکسورہ کیساتھ ہو تو پھر معنی یہ ہوگا اس حال میں کہ میں اسکو چھوڑنے والا نہیں۔ تو دونوں صورتوں کا حاصل اور خلاصہ ایک ہوا یعنی کہ حمد و ثنا کا دوام و استمرار) (مواہب ص ۱۴۱) غیر مستغنی عنہ ای لا يستغنى عنه احد (اتحافات ص ۲۳۹) (یعنی اس سے کوئی بھی مستغنی نہیں (سب اسکے محتاج ہیں))

ربنا : دراصل یاربنا ہے منادی ہے، اس لیے منصوب پڑھا جاتا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں، ربنا : روی بالرفع والنصب والجر فالرفع علی تقدیر هو ربنا او انت ربنا اسمع حملنا و دعائنا او علی انه مبتداء و خبره غیر مودع بالرفع مقدم علیہ والنصب علی انه منادی حذف منه حرف النداء والجر علی انه بدل من الله (جمع ص ۲۹۲) ربنا کے اعراب کے متعلق تین صورتیں ہیں رفع۔ نصب، جر پھر رفع یا تو اسلئے ہے کہ ترکیب میں خبر مبتداء مخدوف کی ہے یعنی ہو ربنا یا انت ربنا ہوگا یعنی تو ہمارا رب ہے تو ہماری حمد و ثنا اور دعاسن

لے اور یا اس لیے مرفوع کہ ربنا ترکیب میں متبداء ہے اور اسکی خبر غیر مودع اس پر مقدم ہے اور اس کا نصب بنا پر منادی ہونے کے ہے اور حرف نداء محذوف ہے یعنی یا ربنا۔ اور جر کی صورت میں یہ لفظ اللہ سے ترکیب میں بدل واقع ہوگا۔

جب کسی دوسرے کے ہاں دعوت ہوتی :

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی کے گھر میں کھانا تناول فرماتے تو نہ اٹھتے جب تک ان کے لیے دعانہ فرما لیتے۔ جناب حضرت عبداللہ بن سبرہ کے گھر میں یہ دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَاَرْحَمْهُمْ (اے اللہ تو رزق میں برکت نازل فرما اور انکو بخش دیں اور رحمت سے نواز دیں) اور حضرت سعد کے گھر میں یہ دعا پڑھی اَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَاَكَلَ طَعَامُكُمْ الْاَبْرَارُ وَصَلْتُ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور اللہ کے پاک فرشتوں کی دعائیں تم پر ہوں) اور ایک نوجوان (عمر و بن الحنف) نے حضور اقدس ﷺ کو دودھ پلایا، تو آپ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ امْتِعْهُ بِشَبَابِهِ (اے اللہ اسکو اپنی نوجوانی سے مستفید فرماویں) ملا علی قاری لکھتے ہیں، فمرت عليه ثمانون سنة لم ير شعرة بيضاء (پس اسی سال عمر ہونے کے باوجود کوئی ایک بال سفید بھی نہ دیکھا) (جمع ص ۲۹۲) شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے یہ دعا بھی ثابت ہے، اَللّٰهُمَّ اطعمت و سقيت و اغيت و اقيت و هديت و احيت فلک الحمد علی ما اعطيت۔ (مواہب ص ۱۴۱) (اے اللہ تو نے کھلایا پلایا تو نے استغنا اور بے نیازی عطا کی اور تو نے ہدایت اور زندگی مرحمت فرمائی آپ نے جو کچھ عنایت فرمایا اس پر سب حمد و ثنا آپ ہی کے لیے ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ ان لوگوں کے لیے جو مساکین کی مہمان نوازی کرتے، تعریف اور دعائیں کرتے۔ فقال مرة الا رجل يضيف هذا رحمه الله. (ایک بار آپ نے فرمایا کہ کوئی ہے ایسا شخص کہ اس کی مہمان نوازی کرے اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے) اسی طرح حضور ﷺ نے ایک انصاری اور اس کی بیوی (جنہوں نے ایثار کر کے اپنا اور بچوں

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 کا کھانا مہمان کو کھلایا) کی مدح میں فرمایا۔ لقد عجب الله من صنعكما الليلة (اللہ تعالیٰ  
 آپ دونوں سے آج کی رات کے عمل سے بہت خوش ہوئے) (زاد المعاد ج ۲ ص  
 ۲۵) جب حضور اقدس ﷺ اجتماعی طور پر اپنے رفقاء کے ساتھ کھانا کھاتے، تو آپ سب  
 سے آخر میں فارغ ہوتے لکی لا یخجل الجلیس وعسی ان یکون له فی الطعام حاجة۔  
 (تا کہ کھانے والے ساتھیوں میں سے کوئی شرمندہ نہ ہو جائے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو  
 ابھی کھانے کی ضرورت باقی ہو۔) (اتحافات ص ۲۴۰)

(۱۸۶/۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ بُدَيْلِ  
 بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
 قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَ  
 كَلَهُ بِلِقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَمَى لَكَفَاكُمْ .

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو بکر محمد بن ابان نے بیان کی۔ وہ کہتے  
 ہیں کہ ہمیں اسے وکیع نے ہشام دستوائی کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت  
 بدیل بن میسرہ عقیلی سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عبید بن عمیر سے  
 روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ام کلثوم سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے ذریعہ سے نقل  
 کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ چھ آدمیوں  
 کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اس نے دو لقموں میں سب کو نمٹایا۔ حضور  
 اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔  
 راوی حدیث (۴۳۳) ابو بکر محمد بن ابان کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں  
 ملاحظہ فرمائیں۔

عدم تسمیہ کی وجہ سے کثیر طعام میں بے برکتی :

فجاء اعرابی فاکله بلقمتین بسم اللہ کی برکت کا بیان ہے۔ تفصیلی قصہ تحت

اللفظ ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اعرابی : نسبة الی الاعراب وهم سكان البوادی سواء

کانوا من العرب او من غیرہم (اعرابی کا معنی بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جنگلوں اور دیہاتوں میں رہنے والوں کو کہا جاتا ہے چاہے وہ عرب ہوں یا غیر عرب۔) مواہب ص (۱۳۱) اعرابی آتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑا ابھی دو بڑے بڑے لقمے ہی لیے تھے کہ کھانا ختم ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لو سٹی لکفاکم، اگر یہ نو وارو بسملة پڑھ لیتا تو کھانا سب کے لیے کافی ہوتا۔ ای الطعام ببرکة التسمية (جمع ص ۲۹۲) فی ستة من اصحابہ میں کثرت طعام کو اشارہ ہے، یعنی کثرت طعام کے باوصف اس شخص کے ترک تسمية کی وجہ سے شیطان شریک طعام ہو گیا اور بے برکتی ہو گئی۔ وفی هذا کمال المبالغة فی زجر تارک التسمية علی الطعام لان ترکها یمحقہ (اور اس میں کھانے کے وقت بسم اللہ چھوڑنے والے پر مکمل ڈانٹ وار دہوئی کیونکہ تسمیہ کا چھوڑ دینا بے برکتی کا سبب ہوا) (مواہب ص ۱۳۲)

(۱۹۷/۷) حَدَّثَنَا هَنَادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غِيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِنَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ أَوْ يَشْرِبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہناد اور محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو اسامہ نے زکریا بن ابی زائدہ کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت سعید بن ابی بردہ سے روایت کی اور انہوں نے اسے حضرت انس بن مالک سے سنا تھا حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضامندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھاوے یا ایک گھونٹ پانی پیوے اور حق تعالیٰ شانہ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ. (اے اللہ حمد و ثناء اور شکر آپ ہی ذات اقدس کا ہے میں تو آپ کی تعریف و ثناء کا حق ادا کرنے سے عاجز ہوں)

راویان حدیث (۴۳۴) ابو اسامہ (۴۳۵) زکریا بن ابی زائدہ اور (۴۳۶) سعید بن



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ابی بردہؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

لیر ضی عن العبد: ای یثنیہ ویرحمہ، الأكلة، اگر ضم ہمزہ کے ساتھ پڑھیں تو مراد لقمہ ہے اور بفتحھا المرۃ (مواہب ص ۱۴۲) او: کلمۃ او للتووع ولیست للشک (لفظ او یہاں تنوع اور تقسیم کے لیے ہے نہ کہ شک کے لیے۔) (مواہب ص ۱۴۲)

### کھانے کے بعد ترغیب حمد و شکر :

مقصد ترغیب حمد و شکر ہے کہ مسلمان جب کھانا کھائے یا پانی پیئے، حمد و شکر کرے، چاہے وہ ایک لقمہ ہو یا ایک گھونٹ، مادہ حمد سے ماخوذ، جو کلمہ بھی ادا کیا جائے، سنت حمد و شکر ادا ہو جائے گی۔ البتہ جو کلمات حمد و شکر اس سے قبل آپؐ نے تعلیم فرمادیئے ہیں، فہو بیان لاکمل (تویہ کامل ترین الفاظ حمد و شکر کا بیان ہے)۔ (مواہب ص ۱۴۲)

### خلاصہ باب :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ! خلاصہ باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ الحار من الاطعمۃ والاشربۃ، ویوصی غیرہ، فان فیہ البرکۃ، وروی ابو نعیم ان النبی ﷺ کان ینہی عن النوم عقب الاکل، وقال انه یقسی القلب ولذا نصح الاطباء بالمشی بعد العشاء، ومن هنا نعلم ان الاسلام یتمشی مع قواعد الصحۃ والعافیۃ علی اتم وفاق (اتحافات ص ۲۴۱) (اور نبی کریم ﷺ کھانے پینے کی گرم چیزوں کو ناپسند فرمایا کرتے اور انکے علاوہ کے کھانے کی تاکید فرماتے کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے۔ ابو نعیم کی روایت ہے کہ آپؐ کھانا کھانے کے بعد سونے سے منع فرمایا کرتے اور کہا کہ یہ دل کو سخت کر دیتا ہے۔ اس لیے تو طبیب اور ڈاکٹر حضرات رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کی تاکید کرتے ہیں انہی روایات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے صحت و عافیت کے اصول کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا ہوا ہے۔) (اے اللہ سارے حمد و ثنا

تو آپ ہی کے ذات کے لائق ہیں میں انکے بیان کرنے سے قاصر ہوں (اللهم لك الحمد ولك الشكر لا احصي ثناء عليك .

تکملہ :

(۱) شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں :

وليسن تقديم الصبيان على المشائخ في الغسل قبل الطعام لان ايدى الصبيان اقرب الى الوسخ وقليفقد الماء لو قلم المشائخ واما بعد الطعام فبالعكس اكراما للشيوخ وهذا كله في غير صاحب الطعام اما هو فيتقدم بالغسل قبل الطعام ويتأخر بعده..... ويسن تنشيف اليدين من الغسل بعد الطعام لانه ربما كان بالمنديل وسخ يعلق باليد ولان بقاء اثر الماء يمنع شدة التصاق الدهنية باليدين. اور سنت ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینے میں بچوں کو بڑوں پر مقدم کیا جائے اس لئے کہ لڑکوں کے ہاتھ عام طور پر میلے کھیلے ہوتے ہیں اور اگر مشائخ کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں تو بسا اوقات پانی ختم ہو جاتا ہے (تو پھر لڑکے انہی میلے کھیلے ہاتھوں کیساتھ شریک طعام ہونگے) البتہ کھانا کھالینے کے بعد بزرگوں کے ہاتھ بچوں سے پہلے احتراماً دھلائے جائیں واضح ہو کہ یہ گذشتہ حکم صاحب طعام کے علاوہ لوگوں کے لئے تھا اور صاحب طعام کے لئے یہ ہے کہ وہ کھانے سے پہلے تو ہاتھ دھونے میں پہل کرے لیکن کھانے کے بعد کی صورت میں ہاتھ دھونے میں تاخیر کرے نیز کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھنا سنت ہے نہ کہ کھانے سے پہلے اس لئے کہ اگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے تو ہو سکتا ہے کہ تولیہ وغیرہ میں کچھ میل ہو تو وہ ہاتھوں میں لگ جائیگی اور اس لئے بھی کہ دھلے ہوئے ہاتھوں میں پانی کی بقیہ تری چکناہٹ کو ہاتھوں پر چپکنے سے مانع ہوگی۔

(مواہب ص ۱۳۸)

(۲) علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ :

وكان (صلى الله عليه وسلم) لا يانف من مواكلة احد صغيرا كان او كبيرا حرا

كان او عبدا اعرابيا او مهاجرا، حتى لقد روى اهل السنن عنه انه اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة فقال كل باسم الله ثقة عليه وتو كلا عليه.

(زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ کسی دوسرے کو کھلانے میں ناپسندی کا اظہار نہ فرماتے تھے چاہے وہ کھانے میں شریک ہونے والا چھوٹا لڑکا ہوتا یا بڑا آزاد ہوتا یا غلام اعرابی ہوتا یا مہاجر۔ اتنے حد تک کہ اصحاب سنن نے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کے کاسہ میں رکھتے ہوئے کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھائیے۔

=====

## بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدْحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پیالے کے بارے میں

قدح : قاف اور دال کے فتح کے ساتھ، ایسا برتن جس میں کوئی چیز پی جائے، ہو ما یشرَب فیہ (مناوی ص ۲۹۳) ابن اشیر کہتے ہیں کہ یہ درمیانی حجم کا پیالہ ہوا کرتا تھا، ہوا اناء بین اناءین لا صغیر ولا کبیر، اس کی جمع اقداح آتی ہے، جیسے سبب کی جمع اسباب آتی ہے اور قدح: دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو مراد تیر ہے اور قدح جب دال کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے، تو مراد زخم لگانا اور چھیلنا ہوتا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد پیالے اور ان کے مختلف نام تھے

(۱) الریان (۲) مغیثاً (۳) وقدح مضرب بسلسلة من فضة فی ثلاثة مواضع و آخر من زجاج و آخر من عیدان بفتح العین، والعیانة النخلة السحوق (ریان، مغیث اور ایک ایسا پیالہ بھی جس پر تین جگہ چاندی کے پترے یا تار وغیرہ لگے ہوئے تھے اور ایک پیالہ شیشے کا بھی ایک اور کھجور سے لفظ عیدان (عین کے فتح کیساتھ) یہ عیدانہ کی جمع ہے اور اس کا معنی کھجور کا لمبا درخت)۔ (اتحافات ص ۲۴۲) اس باب میں مصنف نے دو احادیث ذکر کی ہیں۔

(۱۸۸/۱) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ طَهْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدْحَ خَشَبٍ غَلِيظًا مُضْبِيًّا بِحَدِيدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ هَذَا قَدْحُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن اسود بغدادی نے بیان کی۔ وہ



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عمرو بن محمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عیسیٰ بن  
 طہمان نے ثابت کے واسطے سے بیان کی۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے  
 ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، نکال کر دکھلایا اور  
 فرمایا کہ اے ثابت! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

راویان حدیث (۴۳۷) الحسین بن الاسود البغدادیؒ اور (۴۳۸) عمرو بن محمدؒ کے  
 حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

قدح خشب، یہ اضافت بیان یہ ہے یا بمعنی من کے ہے، ای قدح من خشب  
 لکڑی کا پیالہ (مواہب ص ۱۴۲) مضیباً کہتے ہیں باب مضیب جب وہ ضربات (لوہے یا  
 پتیل کی چوڑی پتروں) کے ساتھ باندھ لیا جائے۔ ضبۃ! لوہے کی چوڑی پتری کو کہتے ہیں،  
 جو دروازہ بند کرنے کے لئے اندر کی طرف سے لگائی جاتی ہے۔ اس کی جمع ضربات آتی ہے۔  
 كحبة و حبات (مناوی ص ۲۹۴) مضیب کا معنی ہے کہ لوہے کی پتری لگی ہوئی ہو، تضیب  
 سے اسم مفعول ہے، اگر یہ پتری لکڑی کی ہو، تو اسے اصاد کہتے ہیں، اسی سے مؤصدة بمعنی  
 بند شدہ کے آیا ہے ظاہر ہے کہ آپؐ کا پیالہ مبارک پھٹ گیا ہوگا، جسے بعد میں پتری لگادی  
 گئی ہوگی۔ حدیث سے متبادریہی ہے یہ تضیب (پتری لگانے کا عمل خود حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ تضیب کا عمل پیالے کی حفاظت کے لئے  
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے، غیر مرضی ناپسندیدہ قول ہے۔ (مواہب ص  
 ۱۴۲) لیکن علامہ ملا علی قاریؒ نے دونوں قول احتمالی طور پر نقل کر کے تطبیق کی صورت بھی بیان  
 کر دی۔ فرماتے ہیں، فيحتمل ان الواصل هو النبي صلى الله عليه وسلم او انس  
 وكلام العسقلاني يميل الى الاول حيث قال هو الظاهر... ثم قال و يحتمل ان يكون  
 الواصل انسا ويؤيده مارواه البيهقي عن انس و لفظه فجعلت... الخ، والظاهر ان يحمل  
 قوله فاتخذ على انه امر بالاتخاذ على الاسناد المجازي و يحتمل قوله فجعلت على  
 الاسناد الحقيقي فاتفق الروايتان۔ (المجمع ص ۲۹۴) پس یہ احتمال بھی ہے کہ اس کو جوڑنے

اور ٹانگا لگانے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا انسؓ اور علامہ عسقلانیؒ کا رجحان پہلے قول کی طرف ہے کیونکہ اس نے کہا کہ یہی بات ظاہر اور واضح ہے۔۔۔ پھر کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ جوڑنے والا حضرت انسؓ ہو اور اس کی تائید بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت انسؓ سے ہے کہ فجعلت مکان الشعب سلسلہ (کہ میں نے اس کے پھشن کی جگہ پتری لگائی) لیکن زیادہ واضح تو یہ ہے کہ فاتخذ مکان الشعب الخ کو اسناد مجازی پر حمل کیا جائے (یعنی آپؐ نے اس ٹوٹے پن (چیر) کے بنانے کا حکم فرمایا) اور حضرت انسؓ کے قول فجعلت الخ کو اسناد حقیقی (کہ میں نے جوڑا) پر محمول کیا جائے تو دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائیگی۔

### کمال تو اضع اور ترک تکلف :

فقال يا ثابت هذا قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم : دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پتريوں لگا پیالہ دکھایا جا رہا ہے، جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور رغبت کے ساتھ استعمال فرمایا تھا، وہیہ دلیل علی کمال تو اضعه و ترک تکلفه و جاء فی روایة عن انس انه قال لقد سقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا القدح اكثر من كذا وكذا۔ (جمع ص ۲۹۴) اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک تکلف اور کمال تو اضع کی دلیل ہے اور ایک روایت میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے سے اتنے اتنے بار سے بھی زیادہ پلایا ہے۔

### نافع اشیاء کی حفاظت و اصلاح مستحب ہے :

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافع چیز کی حفاظت اور ممکن اصلاح و استعمال مستحب ہے اور اس کو ضائع کرنا مکروہ ہے۔ واشتری هذا القدح من میراث النضر بن انس بثمان مائة الف درهم اور نضر بن انسؓ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم پر خریدا گیا۔ امام بخاریؒ سے روایت ہے کہ میں نے یہ پیالہ بصرہ میں دیکھا ہے اور اس سے پانی

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 بھی پیاہے کان مضیاً بفضة یعنی اس پر چاندی کی پتیریاں لگی ہوئی تھیں، جبکہ اس روایت  
 میں مضیاً بحدید کی تصریح ہے ویمکن الجمع بانہ کان مضیاً بكل من الفضة  
 والحديد۔ اور ان کی تطبیق بایں صورت بھی ممکن ہے کہ چاندی اور لوہے ہر دونوں کی پتیریاں  
 لگائی گئی ہوں۔

(۱۸۹/۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ  
 سَلَمَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ بِهَذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِيذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی۔ وہ  
 کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عاصم بن عاصم نے بیان کی۔ اُن کو یہ روایت حماد بن سلمہ سے  
 ملی۔ انہوں نے یہ روایت حمید اور ثابت دونوں کے واسطے سے حضرت انس بن مالک سے  
 سنی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ  
 سے پینے کی سب انواع پانی، نبید، شہد، دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

صحابہ کرام کی والہیت :

لقد سقیت رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذا القدح..... الخ، مضمون  
 حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہو گیا ہے بھذا القدح میں کتنا پیار، کتنی محبت اور حضور  
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہیت ظاہر ہو رہی ہے۔

حضرت انسؓ کو اس بات پر کتنا فخر و امتیاز اور ناز ہے کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں آپؐ کو ہر  
 چیز پلایا کرتا تھا، اپنے نصیب و سعادت پر انہیں مسرت ہے کہ مجھے آپؐ کی خدمت کا نادر  
 سے نادر موقع نصیب ہوتا رہا۔

پیالے کی ساخت :

القدح سے مراد وہی پیالہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ هو قدح الخشب الغليظ المضرب

بالحدید موٹی لکڑی کا ایسا پیالہ جس پر لوہے کی پتیریاں لگائی گئی ہوں۔ (مواہب ص ۱۲۳)  
 وقد ثبت فی الصحیح ان قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان عند انس قدح  
 جید عریض ای طولہ اکثر من عرضہ اتخذ من النضار و هو العود الخالص ، وقیل انه  
 کان من النبع وقیل انه کان من الاثل اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا وہ پیالہ جو حضرت انسؓ کے پاس تھا ایک اچھا مضبوط چوڑا پیالہ تھا یعنی اس کی لمبائی  
 چوڑائی سے زیادہ تھی اور وہ خالص عمدہ لکڑی سے بنایا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نبی (ایک  
 قسم کی لکڑی جس سے تیر و کمان بنائے جاتے تھے) سے بنایا گیا تھا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ  
 وہ جھاؤ (کھگل) کی لکڑی کا تھا۔ (اتحافات ص ۲۲۳)

الشراب کله : پیئے جانے والی تمام اشیاء، چار اشیاء کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ الماء  
 والنبیذ، والعسل، واللبن پانی۔ نبیذ۔ شہد اور دودھ کا یہ اشیاء اربعہ، بدل مفصل من  
 مجمل ہے یا بدل بعض من کل ہے۔ اہتماماً بشأنها لکونها أشهر الانواع ان چار چیزوں  
 کی اہتمام شان کے لئے کیونکہ یہ پئے جانے والی اشیاء میں مشہور ترین قسمیں  
 ہیں۔ (مواہب ص ۱۲۳) نبیذ: کا معنی کھجور، کشمش یا خوبانی کو پانی میں بھگو دیا جائے۔  
 جب اس کا اثر اچھی طرح پانی میں آجائے، تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے۔ ہوماء يجعل فیہ  
 تمرات لیحلو (اتحافات ص ۲۲۳) آپ کے لئے بھی رات کے وقت کھجوریں بھگو دی  
 جاتی تھیں، جسے آپ صبح کے وقت نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ اور آنے والی رات کو بھی  
 اور کل آئندہ عصر تک پھر اگر اس میں سے کچھ بچ جاتی تو اپنے خادم کو پلا دیتے اگر اس سے  
 نشہ ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تھا ورنہ اس کے بہا دینے کا حکم فرما دیتے اور آپ کو اس کے  
 پینے سے زیادتی قوت کا عظیم نفع ہوتا تھا علامہ بیجوریؒ اس کو اس عبارت میں بیان کرتے  
 ہیں۔ وکان ینبذہ صلی اللہ علیہ وسلم اول اللیل ویشرب منه اذا اصبح یومہ ذلک  
 ولیلة التی تجنی والغدالی العصر فان بقی منه شئی سقاہ الخادم ان لم یخف منه اسکار  
 او الا امر بصبہ، وهو له نفع عظیم فی زیادة القوۃ۔ (مواہب ص ۱۲۳)

=====



## بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پھل تناول فرمانے کے بیان میں

فاکھہ، میوہ اور پھل کو کہتے ہیں۔ تر ہو یا خشک ہر قسم کا پھل جس کو کھا کر لذت حاصل کی جائے اور اس سے غذا اور دوا مقصود نہ ہو، خواہ روٹی کے بعد ہو یا کسی بھی وقت، اور چاہے وہ تر (میوہ) ہو یا خشک جیسے انجیر، خر بوزہ، کشمش، انگور یا اس جیسے دوسرے میوہ جات، صاحب اتحافات لکھتے ہیں: مَا يَتَفَكَّهُ بَعْدَ الطَّعَامِ أَوْ فِي أَيْ وَقْتٍ رَطْبًا كَانَ أَوْ يَابَسًا كَيْنٍ وَبَطِيخٍ وَزَيْبٍ وَعَنْبٍ وَمَا اشْبَهَ ذَلِكَ . (اتحافات ص ۲۴۲) اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم کے پھل کھانے کا بیان ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ جب سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تو آپ ان کے لئے دعائے برکت فرماتے۔

”نخل“ اور ”رمان“ کا حکم :

بعض حضرات نے یہاں یہ بحث بھی چھیڑ دی ہے کہ نخل اور رمان، فواکہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دونوں فواکہ میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ امام اعظمؒ کے زمانہ میں یہ دونوں غذا اور دوا کے طور پر استعمال ہوتے تھے قرآن مجید میں بھی فیہما فاکھہ ونخل ورمان آیا ہے، عطف تغایر کا متقاضی ہے۔

لہذا ان دونوں کو فواکہ سے متغایر ہونا چاہیے۔ جیسے صاحب اتحافات یہی لکھتے ہیں۔ وَقِيلَ إِنَّ التَّمْرَ وَالرَّمَانَ لَيْسَا مِنَ الْفَاكِهَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرَمَانٌ

وَالْأَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمَغَايِرَةُ۔ (اتحافات ص ۲۴۲)

حضرات صاحبینؓ نے جب دیکھا کہ اب لوگ انہیں تغذی اور تداوی کے طور پر نہیں بلکہ تفکھ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس لئے انہوں نے اسے فواکہ قرار دیا، وذهب الراغب الی ان الفاکهه هی الثمار کلها اور امام راغبؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ فاکهه سب میوہ جات کو شامل ہے (اتحافات ص ۲۴۴) شارحین حدیث نے قطعی فیصلہ یہ کیا ہے کہ تفکھ یا تغذی کا دار و مدار عرف پر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں سات روایات نقل کی ہیں۔

(۱۹۰/۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقَثَاءَ بِالرُّطْبِ.  
ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسمعیل بن موسیٰ فزاری نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن جعفرؒ سے سنی۔ عبداللہ بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

راوی حدیث (۴۳۹) اسماعیل بن موسیٰ الغزالیؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذیؒ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ککڑی اور کھجور کا یکجا استعمال :

یا کل القثاء بالرطب ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ککڑی ٹھنڈی (بارد) سبزی ہے اور کھجور (حار) گرم میوہ ہے۔ طبی نقطہ نظر سے دونوں کو ملا کر کھانا اعتدال ہے۔ جس کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا۔ نیز ککڑی پھسکی اور کھجور میٹھی ہوتی ہے، دونوں کو یکجا کھانے سے ذائقہ میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتا ہے۔

وفی الصحيح انه كان ياكل الرطب بالقثاء والفرق بينهما ان المقدم اصل

فی الماکول کالخبز والمؤخر کالادام، وقد اخرج الطبرانی بسند ضعیف ان عبد اللہ بن جعفر قال رأیت فی یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قثاء وفی شمالہ رطبا وهو یا کل من ذامرة ومن ذامرة وهو محمول علی تبدیل ما فی یدیه لئلا یلزم الاکل بالشمال اور صحیح میں ہے کہ آپؐ تر کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھایا کرتے تھے یعنی مندرجہ بالا روایت کے عکس اور دراصل انکے درمیان فرق یہی ہے کہ جس کا ذکر پہلے ہو تو وہی ماکول ہونے میں اصل ہوتی ہے جیسے روٹی اور جو مؤخر ہو وہ بمنزلہ ادام اور سالن کے ہے امام طبرانی نے ایک سند ضعیف سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں ککڑی اور بائیں ہاتھ میں تر کھجور دیکھی اور آپؐ کبھی اس سے کھاتے اور کبھی اس سے اور اس کا محمل یہی ہوگا کہ آپؐ کے ہاتھوں میں جو چیزیں تھی اسے تبدیل فرما کر کھا رہے تھے اور یہ اس لئے تاکہ آپؐ کا بائیں ہاتھ سے کھانا لازم نہ آجائے۔ (جمع ص ۲۹۶) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہ یک وقت متعدد اشیاء کا کھانا زہد و تقویٰ کے خلاف نہیں ہے..... قال النووی فیہ جواز اکل الطعامین معا والتوسع فی الاطعمقولا

خلاف بین العلماء فی جوازہ۔ (جمع ص ۲۹۶)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف کھانوں، اطعمہ اثمار اور ماکولات کی صفات اور طبائع کو ملحوظ رکھ کر استعمال کرنا جائز ہے، جو طبی قواعد میں چلتا ہے۔ لان فی الرطب حرارة وفی القثاء برودة فاذا اکلما معا اعتدلا وهذا اصل کبیر فی المركبات من الادویة (جمع ص ۲۹۶) اس لئے کہ تر کھجور گرم ہے اور ککڑی ٹھنڈی اور جب دونوں اکٹھے کھائے جائیں تو پھر دونوں میں اعتدالی کیفیت ہو جائیگی۔ اور یہی مرکب دوائیوں کے بنانے کا بنیادی قانون اور اصل ہے۔

(۱۹۱/۲) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُرَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ

عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبَطِيخَ بِالرُّطْبِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبدہ بن عبد اللہ خزاعی بصری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سفیان سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کی اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

تربوز اور کھجور کا یکجا استعمال :

کان یا کل البطيخ بالرطب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ بطیخ کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے خر بوزہ اور بعض نے تربوز قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کا صحیح معنی تربوز ہے، کیونکہ تربوز سرد ہے اور کھجور کی گرمی کو معتدل کر دیتا ہے چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں تصریح ہے کہ جب آپ تربوز کے ساتھ تازہ کھجوریں تناول فرماتے تو ارشاد فرماتے، یوقول يدفع حر هذا برد هذا و برد هذا حر هذا۔ (جمع ص ۲۹۶) کہ اس کی (کھجور کی) گرمی اس (تربوز کی) ٹھنڈک کو دور کر دیتی ہے اور اس (تربوز کی) ٹھنڈک اس کی (کھجور کی) گرمی کو دور کر دیتی ہے۔

(۱۹۲/۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدًا يَقُولُ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدًا قَالَ وَهْبٌ وَكَانَ عَمِيْقًا لَهٗ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخَرْبِزِ وَالرُّطْبِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابراہیم بن یعقوب نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے وہب بن جریر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں میرے باپ نے



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حمید کو یہ کہتے ہوئے سنا یا اس نے کہا کہ روایت حمید نے  
 میرے سامنے بیان کی، کہتے ہیں کہ وہب حمید کا دوست تھا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت  
 انس بن مالکؓ سے بیان کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو خر بوزہ اور کھجور کھٹے کھاتے ہوئے دیکھا۔

خر بوزہ اور کھجور :

یجمع بین الخربز والرطب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خر بوزہ اور تازہ  
 کھجوریں یکجا تناول فرماتے تھے۔ دونوں کو ملا کر کھانے میں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ  
 خر بوزہ پھیکا ہو، کھجور سے اس کے مزے میں مٹھاس اور اعتدال پیدا کر دیا جاتا ہے۔ بعض  
 حضرات نے کہا کہ برودت خر بوزہ میں بھی من وجہ ہوتی ہے۔ اگرچہ پائیدار نہ ہو، فان فیہ  
 برودة يعدلها الرطب کہ خر بوزہ میں ٹھنڈک ہے اس کو کھجور معتدل بنا دیتی ہے (جمع ص  
 ۲۹۷) لفظ خربز (بکسر تین) اور خربز (بفتح تین) فارسی سے معرب ہے۔

فارسی میں اسے خر پزہ اور خربزہ کہتے ہیں، ای کان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کل  
 الخربز ویأتمم بالرطب۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خر بوزہ کھاتے اور اس کا ادام کھجور کو بنا  
 لیتے۔ (اتحافات ص ۲۴۶)

-----  
 (۱۹۳/۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا  
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ  
 عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ الْبَطِيخَ بِالرُّطْبِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن یحییٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ  
 ہمیں اسے محمد بن عبدالعزیز رملی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن  
 یزید بن صلت نے محمد بن اسحاق کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت یزید بن رومان  
 سے انہوں نے عروہ سے روایت کی۔ عروہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت  
 کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں  
 تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

۱۶۴

راویان حدیث (۲۴۰) محمد بن عبدالعزیز (۲۴۱) عبداللہ بن یزید بن ا لصلت اور  
 (۲۴۲) یزید بن رومان کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں  
 غذا میں اعتدال اور اصلاح ضرر کا اہتمام :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل البطیخ بالرطب. اس حدیث کی تشریح وہی  
 ہے، جو اس سے قبل کی حدیث میں عرض کر دی ہے۔ شیخ عبدالرؤف، علامہ ابن قیم کے  
 حوالے سے تحریر فرماتے ہیں، وقد علم من هذا الخبر وما قبله من احادیث الباب  
 والذی قبله انه صلی اللہ علیہ وسلم کان یعدل الغذاء ویلبرہ فکان لا یجمع بین حارین  
 ولا باردین ولا لزجین ولا قابضین ولا مسهلین ولا غلیظین ولا بین لبن وسمک ولا  
 بین لبن وحمض ولا بین مستحیلین الی خلط واحد ولا بین مختلفین کقابض و مسهل  
 وسریع الهضم و بطینہ ولا بین شوی و بطیخ ولا بین طری و قدید ولا بین لبن و بیض  
 ولا بین لحم و لبن ولم یأکل طعاماً قط فی وقت شدة حرارته ولا طینخا باثناً یسخن له  
 بالغلو لا شیاً من الاطعمة العفنة والمالحة فان ذلك کله ضار مولد للخروج عن  
 الصحة و کان یصلح ضرر بعض الاغذیة ببعض اذا وجد الیه سبیلاً ولم یشرب علی  
 طعامه لئلا یفسد ذکرہ ابن قیم. (مناوی ص ۲۹۸)

اس حدیث اور اس باب کی دوسری احادیث جو اس سے پہلے گذر چکی ہیں بلکہ اس  
 باب سے پہلے باب کی احادیث سے یہی کچھ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غذاء کو  
 ہر طرح معتدل بنانے پر توجہ دیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے تو دو گرم چیزوں کو اکٹھا کھاتے اور  
 نہ دو ٹھنڈی کو اسی طرح نہ دو لیسدار چیزوں کو اور نہ ہی دو قابض اور نہ ہی دو مسهل چیزوں کو  
 یکجا استعمال کرتے اور نیز نہ دو گاڑھی چیزوں کے درمیان اجتماع کرتے نہ ہی دو دھ اور مچھلی  
 کو اکٹھا کھاتے اور نہ دو دھ اور کسی کھٹی اشیاء کو اکٹھے استعمال میں لاتے اور نہ ایسی دو چیزیں  
 جنکی تحلیل اخلاط میں سے کسی ایک خلط کی طرف ہو اور نہ دو مختلف چیزیں کہ ایک قابض اور

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 دوسری مسہل ہو زود ہضم اور دوسری دیر ہضم ہو کو بیک وقت استعمال میں لاتے اور نہ بھنے ہوئے گوشت اور خربوزہ کے درمیان یا تازہ اور باسی کا اجتماع فرماتے اسی طرح دودھ اور انڈے اور گوشت اور دودھ بھی اکٹھے نہ کھاتے آپ نے کبھی سخت گرم کھانا نہیں کھایا اور نہ رات کا پکا ہوا دن کو گرم کیا جاتا اور نہ کوئی متعفن اور کھٹی غذا میں استعمال میں لاتے حاصل یہ کہ کھانے کی مذکورہ اشیاء انسانی صحت کے لئے مضر اور نقصان کا باعث بنتے ہیں آپ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ بعض غذاؤں کے ضرر اور نقصان کو بعض دوسری غذائی اشیاء کو ملا کر اصلاح کر دیا کرتے اگر کوئی ایسا طریقہ ممکن ہوا کرتا نیز کھانے کے بعد فوری پانی نہیں پیا کرتے تاکہ غذا کی خرابی پیدا نہ ہو جائے۔ ابن قیم نے یہ تفصیل ذکر کی ہے۔

(۱۹۴/۱۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مِلْنَا اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ قَالَ ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَيُلِدُّ يَرَاهُ فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مالک بن انس نے بیان کیا۔ (تحویل) ہمیں یہ روایت اسحاق بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مالک بن سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ سے سنی۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضور کی خدمت میں لا کر پیش کرتے، تو حضور یہ دعا پڑھتے، اللہم بارک لنا فی ثمارنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی صاعنا و فی ملنا، اللہم ان ابراہیم

عبدک و خلیلک و نیک وانی عبدک و نیک وانه دعاک لمکة وانی ادعوک للمدینة بمثل ما دعاک به لمکة و مثله معه، (اے اللہ ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت نازل فرما دے اور ہمارے مدینہ شہر میں برکت عنایت کر دے اور ہمارے صاع او ر مد میں برکت عطا فرما دے) (یہ ماپنے کے پیمانے ہیں) اے اللہ بیشک ابراہیمؑ تیرا بندہ خلیل اور نبی تھا اور میں بھی تیرا ہی بندہ اور نبی ہوں اور بیشک ابراہیمؑ نے تجھ سے مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لئے وہی دعا جو اس نے مکہ کے لئے کی تھی اس سے دگنی۔ اس کے بعد جس چھوٹے بچے کو دیکھتے اس کو مرحمت فرما دیتے۔

### پہلا پھل حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا :

مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں وضاحت کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے، کان الناس اذا رآوا اول الثمر الخ اس کو الباکورة کہتے ہیں۔ حضور کے پاس لاتے، اپنے سے حضور کو ترجیح دیتے اپنی اولاد، خاندان سے بھی آپ کو ترجیح دیتے، لانہ اولی الناس بما سیق الیہم من الرزق۔ اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سے ان ہی کو عطا کردہ رزق کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلا پھل قوم کے اکابر علماء اور رصلحاء کے پاس لانا مستحب ہے۔ علامہ بیجوریؒ بھی یہی نقل کرتے ہیں: ویؤخذ منه انہ لیندب الاتیان بالباکورة لاکبر القوم علما و عملا۔ (مواہب ص ۱۲۵)

جب باغ لگتا اور میوہ پکتا تو صحابہ کرامؓ سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرماتے تاکہ آپ سب سے پہلے اسے تناول فرمادیں اور اس کے لئے برکت وسعت کی دعا فرمادیں اور اس لئے بھی کہ آپ کو اس ثمر جدید سے فرحت و انبساط حاصل ہو۔ فلا شک ان له فرحة تملأ القلب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو قلبی مسرت اور خوشی ہو جایا کرتی۔ (اتحاف ص ۲۴۷)

### پہلے پھل کی دعا :

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول پھل دیکھ کر دعا فرماتے، اللهم



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 بارک لنا فی ثمارنا ..... الخ۔ برکت سے مراد آفات و بلیات اور نقصان و مضرت سے  
 حفاظت اور اثمار میں اضافہ اور زیادتی اور مخلوق کا ان سے ظاہری و باطنی منفعت اٹھانا  
 مقصود ہے۔

### مدینہ منورہ کے لئے دعا :

و بارک لنا فی مدینتنا یعنی اس کے رہنے والوں کو رزق میں وسعت عطا فرما، ان  
 کی دشمنوں سے حفاظت فرما، بکثرة الارزاق فیہا و باقامة الشعائر الاسلام فیہا کہ  
 اس میں لوگوں کے رزق میں فراوانی اور اسلامی شعائر کے قیام کی توفیق ارزانی ہو۔  
 (مواعظ ص ۱۳۵) اس لئے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے سکانِ مدینہ کا اجر دو گنا  
 کر دیا ہے و فتح علیہم کنوز کسری و قیصر و خاقان مما لا یحصی اور فتوحات  
 اسلامیہ میں انکو قیصر و کسریٰ اور خاقان کے بیٹا خزانے ہاتھ آئے۔ (اتحافات ص  
 ۲۳۷) اور ایمان بھی ہمیشہ مدینہ منورہ میں اپنی تمام کیفیات اور جلوہ آرائیوں کے ساتھ  
 موجود ہوتا ہے، والایمان دائما یارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا (اور ہمیشہ  
 ایمان سمٹ کر مدینہ شریف کی طرف آئیگا جیسے گھوم پھر کر سانپ بھی اپنی غار کی طرف آتا  
 ہے) ہر سال ہر وقت زائرین کے وفد مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی میں زیارت اور صلوة  
 و سلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ وفی ذلک تکثیر للخیر ونشر للبر اور اس میں  
 خیر و بھلائی کی کثرت اور نیکی کا پھیلاؤ اور پہنچانا ہوتا ہے۔ (اتحافات ص ۲۳۷)

### صاع اور مد میں برکت کا معنی :

و بارک لنا فی صاعنا و مدنا : مد کی جمع مداد، امداد اور مد آتی ہے۔ صاع  
 بالاتفاق چار مد کا ہوتا ہے لیکن مد میں اختلاف ہے۔ امام صاحب کے ہاں مد دو (۲) رطل کا  
 ہوتا ہے۔ شوافع حضرات کے ہاں مد ایک رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔ صاع اور مد کے  
 لئے دعا کرنا، دراصل فصل ہی میں خیر و برکت کی دعا کرنا ہے کہ یہ اسی زمانے میں جنس کو  
 ناپنے کے پیمانے تھے، یعنی جب ہم ان پیمانوں کے ساتھ نئی پیدا ہونیوالی فصل کو ناپیں، تو یہ

فصل زیادہ سے زیادہ نافع ثابت ہو، والمراد بالبركة في الصاع والمد، البركة في الشئ الذي يكال بهما. (صاع اور مد میں برکت کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ان سے ناپی جاتی ہے اس میں برکت عطا فرمادے)۔ (اتحافات ص ۲۷۸)

اللهم ان ابراهيم..... الخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا تیسرا حصہ اپنے شہر مدینہ منورہ کے لئے خصوصیت اور اہتمام سے اس میں خیر و برکت کی طلب ہے۔ دعا کے آغاز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر سے غرض اپنے باپ ابراہیم کی عبودیت اور نبوت اور خلیل ہونے کو اپنی دعا کی قبولیت کیلئے وسیلہ بنانا تھا۔ علامہ بیجوری لکھتے ہیں کہ :  
والغرض من ذلك التوسل في قبول دعائه بعبودية ابيه ابراهيم و خلته و نبوته .  
(مواہب ص ۱۲۵) الخلة: وهي المحبة التي تمكنت في القلب وملائت خلاله ایسی محبت جو دل کی گہرائی سے ہو۔ (اتحافات ص ۲۲۷)

### مقام خلت و محبت :

انسی عبدک و نیک ، اپنے کو خلیل نہ کہا، حالانکہ آپؐ بھی خلت سے سرفراز تھے، اس لئے کہ آپؐ مقام محبت سے نوازے گئے تھے، جو مقام خلت سے ارفع ہے یا اپنے جد امجد کے سامنے تواضع اور انکساری کا اظہار ہے جیسے اسی بات کو علامہ بیجوری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لانه خص بمقام المحبة الأرفع من مقام الخلة او ادبا مع ابيه الخليل فلاينا في انه خليل ايضاً. (مواہب ص ۱۲۵) عبديت کو رسالت پر مقدم کیا، لانہا اصل الرسالة کہ یہ عبديت رسالت کی بنیاد ہے۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا :

وانه دعا لمكة، (اس نے دعا کی تھی مکہ شریف کیلئے) اور وہ دعا یہ تھی جو سورہ ابراہیم میں مذکور ہے، جب انہوں نے اپنے نو مولود فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو سرزمین عرب میں اللہ کے بھروسے پر تنہا چھوڑ دیا، تو بارگاہ ربوبیت میں یہ دعا کی، رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ فَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ  
 الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں  
 کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لابسائی ہے اے پروردگار تاکہ وہ نماز  
 پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ انکی طرف جھکے رہیں اور ان کو میوؤں سے روزی  
 دے تاکہ (تیرا) شکر کریں)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ حضرت ہاجرہ اور  
 حضرت اسمعیل سے وہاں ایک قوم آباد ہوئی، پھر بیت اللہ کی تعمیر ہوئی، پھر لوگوں کی عبادت  
 کا مرکز بنا، لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ دنیا بھر کا بہترین پھل وہاں موجود اور دنیا کی ہر  
 ضرورت کی چیز وہاں دستیاب ہے۔

مدینہ منورہ کے حق میں دعا کی قبولیت :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مقصد یہی تھا کہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ  
 کو بھی یہی خیر و برکت، مرکزیت، محبوبیت اور اس سے دوچند برکات و ثمرات عطا ہوں، آج  
 وہ دعا قبول ہوئی مدینہ منورہ میں بھی ہر چیز دستیاب ہے، دنیا کا ہر پھل، ہر نعمت میسر ہے بلکہ  
 مکہ مکرمہ سے سستی بھی ہے۔ ومثلہ معہ ای ادعوک بضعف ما دعاک لہ ابراہیم  
 لمکہ وقد استجیت دعوة الخلیل لمکہ والحبيب لمدينة فصار يجنى اليهما من  
 مشارق الارض ومغار بها ثمرات كل شئى (مواہب ص ۱۲۵) (یعنی اے اللہ میں تجھ  
 سے اس کے دو گنا کی دعا کرتا ہوں جو دعا ابراہیمؑ نے مکہ کے لئے کی تھی۔ تحقیق قبول ہوئی  
 ابراہیمؑ کی دعا مکہ کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ شریف کے لئے آج اس وقت ہر  
 دونوں (مکہ اور مدینہ شریف) کو زمین کے گوشہ گوشہ اور مشرق و مغرب کے سب ممالک  
 سے ہر قسم کے میوہ جات وافر طور پر آتے رہتے ہیں)

دنیا میں سب سے بہترین جگہ مکہ اور مدینہ ہیں :

اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کی جگہ (روضہ

اقدس) کے علاوہ دنیا کے تمام مقامات سے مکہ و مدینہ افضل ہیں۔ علامہ بیجوریؒ نے تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے: **قد انعقد الاجماع علی ان مکة والمدينة افضل البقاع.... والخلاف (فیما بینہما) غیر البقعة الشریفة والا فهو افضل من السموات والارض جمیعا.** (اس پر اجماع ہے کہ دنیا کے تمام مقامات سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں اور پھر ان دونوں کے درمیان افضلیت کا اختلاف روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میں ہے ورنہ یہ بقعہ مبارکہ تو آسمان وزمین اور سب کائنات سے افضل ہے)

(مواہب ص ۱۴۵)

### چھوٹے بچوں پر شفقت :

ثم یدعو اصغر ولید..... الخ، دعا سے فراغت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت مکرم کے کم عمر اور صحابہ کرامؓ کے کم عمر بچوں کو بلا کر اس پھل سے ان کو عنایت فرماتے شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں: **کان اذا اتى النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیا کورة الثمر وضعها علی عینیہ ثم علی شفتیہ وقال اللهم كما اربتنا اوله فارنا آخره ثم يعطيه من يكون عنده من الصبيان.** (اتحافات ص ۲۳۸) (کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیا پھل لایا جاتا تو اس کو پہلے اپنی آنکھوں مبارک پر اور پھر ہونٹوں پر رکھ لیا کرتے اور یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ جیسے کہ اسکا شروع نیا پھل دکھایا ہے تو ہمیں اسکا آخر بھی دکھلا دیں) پھر جو چھوٹے بچے آپ کے پاس ہوتے انہیں دے دیا کرتے۔ نئے پھلوں میں بچوں کو ترجیح دینا اس لئے بھی تھا کہ وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، بلکہ اس کے پکنے، اترنے اور اتارنے کے لئے منتظر رہتے ہیں، **اولتكون هناك مناسبة بين الباكورة في الرطب والصغار فهم اقرب العهد بالخلق والايجاد (اور یا اس لئے کہ نئے پھل (کھجور وغیرہ) اور چھوٹے بچوں میں ایک قسم کی مناسبت بھی ہے۔ کہ ان کے خلق و ایجاد کا زمانہ قریب قریب ہے)۔** (اتحافات ص ۲۳۸) **وفیه بیان حسن عشرتہ و کمال شفقتہ و مرحمتہ و ملاطفہ مع الکبیر والصغیر و تنزیل کل احد فی مقامہ و مرتبہه للائقة به.** (جمع ص ۳۰۰) اور آپ کے اس معاملہ میں اچھے برتاؤ کمال شفقت و مہربانی و نرم دلی ہر چھوٹے اور بڑے کیساتھ نیز



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں رکھنا جس کا وہ لائق ہے کا بیان واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔  
 ولید مفرد ہے جمع کے معنی میں ہے بچوں میں پھل تقسیم کرنے کے عمل میں ترحم  
 علی الصغار ہے دوسرا یہ کہ آپ خود تناول نہ فرماتے تھے، کیونکہ ایسے پھل جب عام لوگوں  
 کو میسر نہ ہوں اور وہ نہ کھا سکیں، تو آپؐ بھی کھانا پسند نہیں فرماتے تھے، جب فراوانی ہو  
 جاتی اور پھل ہر ایک کو دستیاب ہوتا، تب آپؐ بھی پسند فرماتے تھے۔

والنفوس الذکوة لا تشوق الی تناول شیء من انواع الباکورة الا بعد عموم  
 الوجود، فيقدر کل احد علی تحصیله. (نیک اور پاکباز لوگ نئے پھل کے انواع  
 تناول میں ابتداء ہرگز شوق نہیں رکھا کرتے البتہ جب عام طور پر کثرت سے موجود ہو اور  
 ہر ایک اس کے حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو پھر ان میں سے تناول کرنے میں حرج  
 محسوس نہیں کرتے) (اتحافات ص ۲۴۸)

(۱۹۵/۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِي حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ  
 بْنِ اسْحَقَ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مَعُوذِ بْنِ  
 عَفْرَاءَ قَالَتْ بَعَثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُّطْبٍ وَعَلَيْهِ اَجْرٌ مِّنْ قِنَاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِنَاءَ فَاتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ حَلِيَّةٌ قَدْ قَلِمْتُ عَلَيْهِ مِّنْ  
 الْبُحْرَيْنِ فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن حمید رازی نے بیان کی۔ وہ کہتے  
 ہیں کہ ہمیں بیان کیا ابراہیم بن مختار نے، انہوں نے یہ روایت محمد بن اسحاق سے ابو عبیدہ بن  
 محمد بن عمار بن یاسر کی وساطت سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ربیع بنت معوذ بن  
 عفراء سے حاصل کی۔ ربیع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ  
 کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار کٹڑیاں بھی تھیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کٹڑی مرغوب تھی۔ میں جس وقت  
 کٹڑیاں لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ حضور والا کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے

تھے۔ حضور نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

راویان حدیث (۲۲۳) ابراہیم بن المختار (۲۲۴) ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر اور (۲۲۵) الربیع بنت معوذ الانصاریہ کے حالات ”مذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

قالت بعثی..... الخ، قصہ تو سارا ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ معاذ بن عفراء! هو عمها وهو المشارک لاختیه فی قتل ابی جہل بیدر، وحز رأسه وهو مجروح مطروح (اتحافات ص ۲۲۹) (یہ معاذ بن عفراء حضرت معوذ بن عفراء کا چچا تھا اور یہی اپنے بھائی کے ساتھ ابو جہل کے قتل میں شریک تھا اور ابو جہل کا سر جدا کیا اور وہ زخمی شدہ زمین پر گرا ہوا تھا) القناع: مراد طبق ہے، یہدی علیہ (جو آپ کو ہدیہ میں پیش کیا گیا) (مواہب ص ۱۳۶) الطبق الذی یؤکل فیہ. (طبق وہ برتن جس میں کھانا کھایا جاتا ہے) (اتحافات ص ۲۲۹) اجر، اصل میں اجر و تھا، فلس کے وزن پر ہے ”واو“ سے بدل دیا گیا، لو وقوعها رابعة ضمہ کوی کی مناسبت سے کسرہ سے بدل دیا گیا، پھر اس میں قاض کا اعلال جاری ہوا اس کا مفرد ”جرو“ ہے، وهو الصغیر من کل شیء حیواناً کان او غیرہ (مواہب ص ۱۳۶) جرو کا معنی ہر چیز میں سے چھوٹا چاہئے حیوان ہو یا غیر حیوان۔ غیر عام ہے انا، ہو یا خر بوزہ یا ککڑی، مراد چھوٹا پھل ہے۔

زغب : ازغب کی جمع ہے جو الزغب سے ہے، وهو صغار الریش اول طلوعه وشبه به القثاء الصغیر یعنی روئیں جو چوزے کے بدن میں شروع میں نکلتی ہیں، الزغب پرندوں کے بچوں کے لئے بولا جاتا ہے، جب نوزائیدہ بچے کے جسم پر ابھی پورے بال نہ اُگے ہوں، بلکہ روئیں روئیں سے ہوں۔ اسی طرح ککڑی کے لئے بول کر اس طرف اشارہ ہے کہ ابھی بالکل ککڑی کے پکنے کا آغاز تھا۔ وہ نہایت ہی نرم و نازک تھی اور اس پر ابھی بالکل روئی روئی سی آئی ہوئی تھی۔

## ککڑی اور کھجور کے تحفہ پر حضورؐ کا معاملہ :

وکان... الخ، یہ تو پہلی روایات میں آچکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مع رطب کے محبوب تھی، وعندہ حلیة... الخ، ای لباس یتزین بہ ایسا لباس جس سے زینت اور خوبصورتی کی جائے۔ (اتحافات ص ۲۲۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے، ای من خراج البحرین وهو اقلیم بین البصرة و عمان یعنی بحرین کے خراج میں وصول ہوئے تھے بحرین بصرہ اور عمان کے درمیان ایک ملک ہے۔ (مواہب ص ۱۲۶) فملاً یدہ، ای احدی یدیه لا کلنا یدیه (مواہب ص ۱۲۶) فاعطانیہ راویہ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بھر کر مجھے زیورات دیئے۔ لعظیم سخائہ صلی اللہ علیہ وسلم و فیہ کمال المناسبة فان الاثنیٰ یلیق بها الحلیة۔ (مواہب ص ۱۲۶) سخاوت میں ایک عظیم شخصیت ہونے کی بنا پر اور اس میں کمال مناسبت کو بھی ملحوظ رکھا گیا کیونکہ عورتوں کیساتھ زیورات زیادہ لائق اور مناسب ہوتے ہیں۔

(ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، و فیہ دلیل کمال کرمہ و مروۃ (اور اس میں آپ ﷺ کے کمال مروۃ اور انتہائی سخی ہونے کی بھی دلیل ہے) (جمع ص ۳۰۲) شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں، فیہ عظیم سخائہ، اس میں آپؐ کی کثرتِ سخاوت وجود معلوم ہوتی ہے۔ (اتحافات ص ۲۲۹)۔

## ککڑی اور کھجور ملا کر کھانے میں فریبی کا فائدہ :

ککڑی کھجور کیساتھ ملا کر کھانے میں بہت سے فائدے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ اس سے بدن فریبہ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فریبہ ہو، تاکہ اٹھان کچھ ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی، جس سے میرے بدن میں اچھی فریبی آ گئی۔ ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک کے ساتھ

تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ کبھی نمک کے ساتھ فرماتے ہوں، کبھی کھجور کے ساتھ، کہ رغبت کسی وقت بیٹھے کی ہوتی ہے، کسی وقت نمکین کی۔  
(خصائل)

(۱۹۶/۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مَعُوذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطْبٍ وَأَجْرِ زُعْبٍ فَأَعْطَانِي مِائَةَ حُلِيَا أَوْ قَالَتْ ذَهَبًا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شریک نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عبداللہ بن محمد بن عقیل نے دی۔ وہ اسے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ربیع کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کو لے کر گئی، تو حضور نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔

راوی کو تردو :

قالت اتيت ..... الخ' یہ روایت بھی گذشتہ روایت کے ہم معنی ہے اور ربیع بنت معوذ سے ہے، البتہ اس کی نچلی سند میں کچھ اختلاف ہے۔ راوی عبداللہ کو تردو ہے کہ حضرت ربیع نے واقعہ بیان کرتے ہوئے، فاعطانی مائۃ حلیا کہا تھا یا ذہباً کہا تھا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ آپ نے اسی وقت بطور اکرام و انعام کے سونے یا اس سے بنائے ہوئے زیور سے اسے ہاتھ بھر کر نوازا تھا۔

خلاصہ باب :

شیخ احمد عبدالجواد الدومی خلاصہ باب میں بیان فرماتے ہیں، وفي الباب سبعة احاديث و منها نعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يبرز في كل ما يأكل وما يختار و انه كان يكافئني على الهدايا باعظم منها ويعطى عطاء من لا يخشى الفقر



آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ابدا . اور اس باب میں سات حدیثیں ہیں اور ان سے یہی معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کھانے وغیرہ بلکہ ہر پسندیدہ اشیاء کے دینے میں دوسروں سے فوقیت لے جاتے تھے  
 اور آپ کسی شخص کے تحائف دینے پر اس کا بدلہ کہیں اس سے بڑا عنایت فرما دیتے بلکہ  
 آپ کے عطایا تو اتنے زیادہ ہوا کرتے اور ایسے شخص کی مانند خرچ کیا کرتے جسکو کبھی فقر و  
 فاقہ کا خوف اور فکر نہ ہو۔ (اتحافات ص ۲۵)

=====

## بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پینے کے اشیاء کے بیان میں

شراب: پی جانے والی چیز کو کہتے ہیں، مایشراب والمصبر من شرب اور شراب کا لفظ شرب یشرب کے باب کا مصدر ہے۔ (اتحافات ص ۲۵۱)  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ اس باب میں آپ کے مشروبات، پانی، دودھ، شہد، نبید وغیرہ کے پینے کا بیان ہے۔ اس سے مراد وہ شراب نہیں، جو قطعاً حرام ہے، جسے قرآن میں ”الخمر“ کہا گیا ہے بلکہ شراب سے مراد آپ کے پاکیزہ مشروبات ہیں کہ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں کون کون سے مشروبات استعمال فرمائے۔

نیز پینے کے آداب میں یہ بھی ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے اور اگر بائیں جانب اکابر ہوں اور دائیں میں اصاغر ہوں، تو پھر اصاغر پر اکابر کا ادب واحترام، ترجیح واکرام ضروری ہے۔ انہیں اپنے بزرگوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

(۱۹۷/۱) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلُوُّ الْبَارِدُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت معمر سے زہری کے واسطے سے روایت کی انہوں نے یہ روایت عروہ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے

سماعت کی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی مرغوب تھا :

كان احب الشراب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلو البارد، عرب کی پتھر ملی اور ریگستانی زمین بالخصوص مدینہ منورہ میں اکثر کنویں کھاری تھے۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی کہیں کہیں بلکہ کم دستیاب ہوتا تھا۔ بعض اوقات میٹھا پانی بھی دور دراز مقامات سے لایا جاتا تھا۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں کھجور بھگو کر نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ شہد کا شربت جو میٹھا اور خوب ٹھنڈا ہوتا نوش جان فرماتے۔ آپ کی بارگاہ میں کھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا، جو میسر ہوتا کھا لیا کرتے تھے، مگر ٹھنڈے پانی کا اہتمام ہوتا تھا۔ مقام ”سقیا“ جو مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر ہے، وہاں سے آپ کے لئے پینے کا پانی لایا جاتا تھا کیونکہ وہاں کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا ہوتا تھا۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں، المراد بالماء الحلو: العذب، أو المنقوح فيه تمر أو زبيب أو الممزوج بالعسل. (اتحافات ص ۲۵۱) الماء الحلو سے مراد خوشگوار میٹھا پانی وہ پانی جس میں کھجور یا کشمش ڈال دی گئی ہو اور یا شہد کے ساتھ ملایا ہو پانی)

ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے برکات :

ابن القیم فرماتے ہیں، جب پانی میں وصفین مذکورین یعنی الحلاوة والبرودة (مٹھاس اور ٹھنڈک) جمع ہو جائیں تو یہ حفظِ صحت کی ضمانت ہے۔ حرارت کی رافع ہیں، و حفظ علی البدن رطوباته الاصلية اور بدن کی رطوباتِ اصلية (یعنی نرم و نازک ہونے کی کیفیت) کی حفاظت کرتا ہے (اتحافات ص ۲۵۱) جبکہ نمکین پانی اس کی ضد ہے۔ اس لئے بعض اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہ کرام کے گھروں سے میٹھا پانی

طلب کیا جاتا تھا۔ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں، واذا شربت الحلو البارد احمد ربی من وسط قلبی، ای من الاعماق۔ (اور جب میں میٹھا اور ٹھنڈا پانی پی لیتا ہوں تو پھر دل کی گہرائی سے اپنے رب کی حمد و ثناء کرتا ہوں)۔ (اتحافات ص ۲۵۲) حضرت مولانا امجد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت تھانویؒ سے فرمایا کرتے، اشرف علی! ٹھنڈا پانی پیو، ٹھنڈا پانی، کہ زبان کے ساتھ دل بھی کہے، الحمد للہ۔

(۱۹۸/۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ فَجَاءَ تَنَا بِنَاءٍ مِنْ لَبْنٍ فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ وَخَالِدٌ عَنْ شِمَالِهِ فَقَالَ لِي الشُّرْبَةُ لَكَ فَإِنْ شِئْتَ أَثَرْتُ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِأُوَثِّرَ عَلَى سُورِكَ أَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ لَبْنًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزَىءُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبْنِ.

قال أبو عيسى هكذا روى سفيان بن عيينة هذا الحديث عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها ورواه عبد الله بن المبارك وعبد الرزاق وغير واحد عن معمر عن الزهري عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلاً ولم يذكر واقبه عن عروة عن عائشة وهكذا روى يونس وغير واحد عن الزهري عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلاً.

قال أبو عيسى إنما أسنده ابن عيينة من بين الناس وميمونة بنت الحارث زوج النبي صلى الله عليه وسلم هي خالة خالد بن الوليد وخالة ابن عباس وخالة يزيد بن الأصم رضي الله عنهم.



وَ اٰخْتَلَفَ النَّاسُ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ فَرَوَى  
بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ  
عَنْ عُمَرُو بْنِ حَرْمَلَةَ وَالصَّحِيحُ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے اسمعیل بن ابراہیم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر علی بن زید نے عمر کے واسطے سے دی جو کہ ابن ابی حرمہ ہیں۔ انہوں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں اور خالد بن الولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں۔ حضورؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں جانب۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے، تو خالد کو ترجیح دیدے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے (پس خوردہ) پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ (اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما) اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے بعد اس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد اسمیں زیادتی کی دعا اس لئے تعلیم فرمائی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتی ہو۔

راویان حدیث (۴۴۶) علی بن زیدؓ اور (۴۴۷) عمر ہو ابن ابی حرمہؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## تشریح حدیث :

قال دخلت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم.... الخ، تفصیلی قصہ تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے۔ ذیل میں متن حدیث کی تشریح لکھی جا رہی ہے۔ دخلت کے بعد انا کی ضمیر، ضمیر تاکید ہے۔ ”تصحیح اللعطف“ عطف کو صحیح کرنے کے لئے (کیونکہ قانون نحوی کی رو سے جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی چیز کا عطف کیا جائے تو تاکید منفصل کیساتھ لانی ضروری ہے) حضرت میمونہؓ سے مراد ام المؤمنینؓ ہیں۔ ان کا نام برہہ تھا۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے میمونہ رکھ دیا۔ آپ نے ان کے ساتھ ذی قعدہ ۷ھ میں عمرہ القضاء کے موقع پر مکہ المکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام سرف میں نکاح کیا اور ان کے وفات بھی ہجرت کے ۲۴ ویں سال ۵۱ ویں یا ۶۱ ویں سال میں ہوئی۔ یہیں پر ان کا مرقد بنا۔ یہ آپ کی سب سے آخری زوجہ ہیں۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پڑھائی یہ عباس کی بیوی ام الفضل کی بہن تھیں۔ باناء من لبن، الخ، ای باناء مملوء من لبن (یعنی ایسا برتن جو دودھ سے بھرا ہوا تھا) و انا علی یمینہ و خالد عن شمالہ! انا کے بعد لفظ علی اور خالد کے بعد لفظ عن سے تعبیر جبکہ دونوں کا معنی ایک ہے۔ لتفنن فیہما انہما بمعنی وهو مجرد الحضور (صرف عبارت میں تفنن اور تنوع پیدا کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی محض انکا وہاں موجود ہونا)۔ (جمع ص ۳۰۳)

## تقدیم الایمن مستحب ہے :

الشربة لک، یعنی میرے بعد دودھ پینے کی باری تمہاری ہے، اگر چاہو تو خالد کو اپنے اوپر ترجیح دے سکتے ہو، لانک صاحب الیمین وقد ورد الایمن فالایمن۔ (اس لئے کہ آپ دائیں جانب والے ہوں اور الایمن فالایمن کا حکم بھی وارد ہوا ہے) اس سے یہی استفادہ ہوتا تقدیم الایمن ندبا ولو صغیراً مفضولاً و لذا قال فان شئت اثرت بہا خالداً (کہ دائیں طرف والے کو مقدم رکھنا اگر چہ وہ چھوٹا اور مفضول بھی ہو مستحب ہے اسی

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 لئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دیدے (کہ اکبر و افضل کا  
 لحاظ اور مراعات بھی ضروری ہے، پھر اختیار و مشیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حضرت ابن عباسؓ کو دیدی۔ مقصود ان کی تطہیب خاطر تھی اور اس امر پر تنبیہ مقصود تھی کہ  
 ان کے لئے ایثار اور اکبر و افضل کو ترجیح دینا اولیٰ ہے۔

### حضرت ابن عباس کی محبت و عشق رسولؐ :

فقلت ..... الخ ' حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، میں نے کہا حضور! میں تو آپ  
 کے بچے ہوئے دودھ پر کسی کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ پر آپ کے  
 پس خوردہ کی اہمیت اور اس کا شغف و محبت غالب ہوا، جو آپ کے ساتھ غایت تعلق خاطر  
 اور غایت عشق و محبت کا ثمرہ تھا۔

### قربات میں ایثار کا مسئلہ :

یہاں پر ایک اہم مسئلہ یہ بھی زیر بحث لایا گیا ہے کہ قربانی میں ایثار جائز ہے یا  
 نہیں، اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شوافع حضراتؒ کہتے ہیں کہ قربات میں اپنے اوپر  
 دوسرے کو ہرگز ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ حدیث باب بظاہر شوافع کا مستدل ہے، لیکن  
 احنافؒ کہتے ہیں کہ جب قربات نافلہ ہوں تو ایثار؛ بلا کراہت جائز ہے۔ احنافؒ کا مستدل  
 بھی یہی حدیث ہے کیونکہ اگر اس میں کراہت ہوتی تو آپؐ ان شنت اثرت بھا خالدؓ،  
 (کہ آپؐ خوشی سے چاہیں تو خالد کو ترجیح دیدیں) ارشاد نہ فرماتے، تو اس سے ثابت ہوا کہ  
 قربات نافلہ میں ایثار بلا کراہت جائز ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ جہاں عبادتِ محضہ ہو یا جہت  
 عبادتِ راجح ہو وہاں ایثار مکروہ ہے، جہاں عبادتِ مرجوح ہو وہاں ایثار جائز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار اور ابن عباسؓ کے جواب پھر حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم اصرار سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنا حق خوشی خاطر سے دے تو  
 دے سکتا ہے۔ مگر اس کو ایثار و ترجیح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جنگِ احد میں باپ اور بیٹے  
 دونوں کا جذبہ تھا کہ وہ دونوں جہاد میں شریک ہوں، قرعہ اندازی ہوئی تو نام بیٹے کا نکلا۔

باپ نے خواہش ظاہر کی بیٹا اگر تم چاہو تو اپنے اوپر مجھے ترجیح دے کر جہاد میں بھیج سکتے ہو، مگر بیٹے نے کہا: یا ابا لا یوثر بالجنة احد احداً أبدا (اے میرے پیارے والد جنت ملنے میں کوئی بھی کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا)۔ (مواہب ص ۱۴۸)

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹے کو اپنے قرعہ اور ارادے پر قائم رکھتے ہوئے جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی۔

### ایک فائدہ :

الشیخ ابراہیم البجوری فرماتے ہیں، ویؤخذ من هذا الحدیث ان من سبق الی مجلس عالم او کبیر وجلس بمحل عال لا ینقل منه لمجنی من هو افضل منه فیجلس ذلک الجائی حیث یتھی بہ المجلس ولو دون مجلس من هو دونہ (مواہب ص ۱۴۹) (اس حدیث سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص کسی عالم یا بزرگ کی مجلس کو سبقت کرتے ہو پہلے پہنچ کر اونچے اور معزز مقام پر بیٹھ گیا تو کسی ایسے شخص کے آجانے سے جو اس سے افضل بھی ہے اسکو وہاں سے اٹھایا نہیں جائیگا اور چاہئے کہ وہ بعد میں آنے والا مجلس کے آخر میں کہیں بیٹھ جائے اگر چہ اسکی یہ نشست کا مقام اس سے کم مرتبہ والے شخص کی نشست سے نیچے اور کمزور کیوں نہ ہو)۔

### جب مطعومات مل جائیں تو یہ دعا پڑھیں :

ثم قال رسول الله عليه وسلم، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کو اللہ پاک کوئی چیز کھلائیں، تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ۔ (اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت نازل فرمائیے اور ہمیں اس سے بھی اچھا کھلائیے) دعا میں لفظ ”خیر“ استعمال ہوا ہے جبکہ افضل اور احسن وغیرہ صیغوں میں نفس فعل میں اشتراک ہوتا ہے جبکہ لفظ ”خیر“ عام ہے کہ نفس فعل میں بھی اشتراک نہیں ہوتا اور پھر اسی کی خیریت کے مراتب کی تحدید بھی نہیں ہے۔ لہذا لفظ ”خیر“ جامع اور حاوی ہوا اس جگہ بھی خیریت ظاہر و خیریت باطن سب مراد ہیں۔



جب دودھ ملے :

اور کسی کو حق تعالیٰ شانہ دودھ عنایت فرماویں، تو یہ دعا پڑھنی چاہیے، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ' یہاں دودھ کی دعا میں اس سے بہتر کے بجائے زِدْنَا مِنْهُ یعنی اس کے اضافے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ دودھ میں تو خیر ہی خیر ہے۔ اس سے بہتر کوئی چیز ہے ہی نہیں کیونکہ دودھ میں کھانے اور پینے کے تمام ضروری اجزاء پائے جاتے ہیں۔ وَكَانَ اللَّبَنُ طَعَامًا وَشَرَابًا لِعَظِيْمٍ فَائْتَدَتْهُ وَقَدَايِدُ الطَّبِّ الْحَدِيْثُ مَا ذَكَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ دودھ سے بہتر خورد و نوش کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا اس سے بہتر کے حصول کے بجائے اسی میں اضافہ کی دعا تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ حکیم اور ڈاکٹر سب یہی کہتے ہیں کہ دودھ میں ہر قسم کے روغنیات، چربی، نشاستہ، پروٹین، نمکیات، معدنیات پائے جاتے ہیں، جو انسانی جسم کی نشوونما کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یہ اجزاء اس طرح یکجا کسی بھی دوسرے غذا میں نہیں پائے جاتے یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دو سال تک بچہ صرف دودھ پر گزارہ کرتا ہے۔

قال ابو عیسیٰ..... الخ ' امام ترمذیؒ اس سے سند کی غرابت کی طرف اشارہ کرنا

چاہتے ہیں اور غرابتِ سند، صحت اور حسن کے منافی نہیں ہے۔

=====

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پینے کے طریق کار کے بیان میں

تمہید و تلخیص :

شرب کا لغوی، لفظی اور حقیقی معنی ”المص“ ہے۔ ان الشرب وهو مصدر بمعنی التشرّب وهو المراد هنا (مواہب ص ۱۵۰) بیشک شرب مصدر بمعنی تشرّب (تفعل) کے ہے اور یہاں یہی مراد ہے (البتہ علامہ بیجوریؒ سابقہ باب میں لکھ چکے ہیں کہ شرب، شین کے تینوں حرکات کے ساتھ مصدر ہے۔ ہاں بفتح الشین مصدر قیاسی ہے اور باقی دونوں صورتوں میں مصدر سماعی ہے۔ (مواہب ص ۱۴۷) امام ترمذیؒ نے اس باب میں دس احادیث درج فرمائی ہیں، جن سے آپ کے مشروبات کے استعمال یعنی پینے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے بیٹھ کر بھی پانی نوش فرمایا۔ بعض حالات میں کھڑے ہو کر بھی پیا، دو سانس میں پیا اور تین سانس میں بھی نوش فرمایا۔ نیز اس باب میں بعض صحابیات کی محبت و عشق رسول کی والہانہ کیفیات بھی بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت کبشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ نے تبرکاً و ادباً جس مقام پر آپ نے (مشکیزہ کے) منہ لگا کر پانی پیا تھا۔ وہ انہوں نے کتر کر رکھ لیا، تا کہ کسی اور کا منہ اس جگہ نہ لگے۔

(۱۹۹/۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْأَحْوَلِ وَمُغِيرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ترجمہ : ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ہشیم نے بیان کیا۔ ان کو اس حدیث کی خبر عاصم احوول اور مغیرہ نے شعیب کے واسطے سے دی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

### بیٹھ کر کھانا پینا مسنون ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرب زمزم وهو قائم۔ زمزم: اس کنویں کو کہتے ہیں جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کے مقام پر معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہوا، وہی بنو معروفہ بمکہ سمیت بذالک لان ہاجرہ قالت لها عند کثرة ماٹھا زمی زمی (مواہب ص ۱۵۱) (یہ مکہ شریف میں ایک مشہور کنواں ہے اس کو زمزم اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب اس کا پانی بہت ہوا تو حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ زمی، زمی) عام اور معمول کے حالات میں کھانا پینا بیٹھ کر مسنون ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا خلاف سنت اور خلاف ادب ہے۔

### بعض استثنائی حالات :

تاہم بوجہ عذر شرعی کے کھڑے ہو کر ممنوع نہیں بلکہ اجازت ہے۔ البتہ بعض قسم کے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ آپ کے عمل میں واضح ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر قبلہ رو پیٹ بھر کر پینا سنت ہے۔ بعض حضرات نے زمزم کے پانی کو بھی کھڑے ہو کر پینے کے ذیل میں لا کر اس کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ جس طرح کہ عام پانی کے بارے میں نہیں وارد ہے۔ لایشر بن احدکم قائما من نسی فلیستقی ضرور بضرورتہم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پئے جس نے بھول کر پیادہ قسی کر دے۔ (مسلم) حدیث میں فلیستقی کا امر استحباب پر محمول ہے، فان الامر اذا تعذر حملہ علی الوجوب حمل علی الاستحباب (اس لئے کہ جب امر کو وجوب پر حمل کرنا مشکل ہو جائے تو پھر استحباب پر حمل

کیا جائیگا)۔ (جمع ص ۳۰۸) اور ان لوگوں نے آپ کے زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کی توجیہ کی ہے کہ یہ بوجہ ازدحام کے عذر پر مبنی تھا یا بیان جواز کے لئے ہے، مگر علماء کرام کا مشہور قول ہے کہ زمزم اسی نبی میں داخل نہیں۔ اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔

آب زمزم پیتے وقت یہ دعا مسنون ہے، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (اے اللہ میں تجھ سے علم نافع اور فراخی رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں) اسی طرح وضو کے بعد جو پانی برتن میں بیچ جائے، اس سے کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو کر دو تین گھونٹ پینا مستحب ہے۔ پھر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مشکیزہ اونچی جگہ لٹکا ہوا تھا اور گلاس نہیں تھا، تو آپ نے مشکیزہ کے منہ کے ساتھ اپنا منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی نوش جان فرمایا۔ ایسی استثنائی صورت میں کھڑا ہو کر پانی پینا جائز ہے۔

### روایات میں تطبیق :

شارحین حدیث دونوں قسم کی روایات کھڑے ہو کر پینے سے نبی اور کھڑے ہو کر پینے کے ثبوت کی صورت میں تعارض سے جواب میں کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے سے نبی، نبی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور بیٹھ کر پینے کا امر استحبابی ہے، وجوبی نہیں اور کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں، والتوفیق بینہما ان النہی محمول علی التزیہ و شربہ

قائمًا لیبان الجواز. (جمع ص ۳۰۷)

نوٹ: یہ تطبیق کی ضرورت شاید مطلق پانی پینے کے متعلق ہو حالانکہ یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا زمزم کے متعلق ہے، جس کو اکثر حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھڑے ہو کر پینا مستحب گردانتے ہیں۔ جیسے ملا علی قاری نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ویمكن ان یکون القیام مختصا بماء زمزم وبفضل ماء الوضوء علی ما وقع فی صحیح البخاری عن علی کرم اللہ وجہہ انہ شرب قائما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کما رأیتمونی ونکتة التخصیص فی ماء زمزم ہی الاشارة الی استحباب التضرع من مائه فی فضل الوضوء ہی الایماء الی وصول



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 برکتہ الی جمیع الاعضاء..... الخ. (جمع ص ۳۰۷) (اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھڑے ہو کر پینا  
 ماء زمزم اور وضوء سے بچے ہوئے پانی کیساتھ خاص ہو جیسے کہ صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے  
 منقول ہے کہ آپؓ نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور پھر کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا  
 ہی کرتا ہوا دیکھا جیسے کہ تم لوگوں نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا اور کھڑے ہو کر پینے کا نکتہ زمزم  
 کے پانی میں تو یہ ہے کہ اس سے خوب سیر ہو کر پینا مستحب ہے (اور پوری سیرابی کی صورت  
 کھڑے ہونے میں ہے) اور وضوء کے بقایا پانی کو کھڑے ہو کر پینے میں اس طرف اشارہ  
 ہے کہ وضوء کی برکت سارے اعضاء تک پہنچ جائے)

کھڑے ہو کر پینے کے نقصانات :

شیخ احمد عبدالجواد الدومی، علامہ ابن القیم کے حوالے سے لکھتے ہیں، وللشرب  
 قائماً آفات منها انه لا يحصل به الری الدائم (اتحافات ص ۲۵۶) ولا یستقر فی المعدة  
 حتی یقسمه الكبد علی الاعضاء ویلاقی المعدة فرما یرد حرار تھا ویسرع النفوذ الی  
 السافل البدن بغیر تلریج فیضر ضرراً بیناً (مناوی ص ۳۰۸) اور کھڑے ہو کر پینے میں  
 کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اس میں دائمی خوشگوار سیرابی نہیں ہوتی نیز ایسی صورت میں وہ  
 معدہ میں قرار نہیں پکڑتا ہے تاکہ جگر اس کو دوسرے اعضاء کی طرف منتقل اور تقسیم کرتے اور  
 وہ پانی صرف معدہ تک ہی پہنچا ہے تو بعض اوقات معدہ کی حرارت اس کو دفع کرتی ہے  
 تو وہ نچلے بدن میں جلدی سرایت کرتا ہے نہ کہ بتدریج جس سے بدن کو واضح نقصان پہنچ  
 جاتا ہے۔

(۲۰۰/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ  
 عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَشْرِبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت حسین معلم سے روایت کی۔

انہوں نے عمرو بن شعیب سے ان کے باپ اور دادا کی وساطت سے حاصل کی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔

راویان حدیث (۲۲۸) الحسین المعلم (۲۲۹) عمرو بن شعیب (۲۵۰) ابیہ اور (۲۵۱) عن جدہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### شرب قائماً وقاعداً کی توضیح :

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرب قائماً . حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: ای نادراً لیان الجواز وحمل النهی عنه علی التزیہ او لضرورة اولخصوصیة۔ یعنی کبھی کبھار بیان جواز کے لئے اور جس روایت میں آپ نے اس سے منع فرمایا وہ یا تو نہی تزیہی ہے یا کسی خاص ضرورت کے تحت ایسا کیا اور یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی (جمع ص ۳۰۸) تقدیم قیام، قاعدا پر (یعنی حدیث کے الفاظ میں قائماً کے لفظ کی تقدیم قاعدا پر) کثرت قیام پر دال نہیں بلکہ لانہ احق بالاہتمام لمافیہ من الرد علی المنکر چونکہ (قیام کے منکر کی تردید مقصود تھی اس لئے بطور اہتمام کے قیام کو مقدم کیا) (مناوی ص ۳۰۸) وقاعدا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں، ای مراراً لیان الافضل والوجه الاکمل وعادته الاجمل۔ یعنی بیٹھ کر آپ نے کئی دفعہ اس لئے پیا ہے کہ اس کی افضلیت، اکملیت اور آپ کی ایک عادت جمیلہ کا بیان ہو جائے (جمع ص ۳۰۸)

ابن العربی کا ارشاد :

وقال ابن العربی للمرء ثمانية احوال قائم، ماش، مستند، راکع، ساجد، متکی، قاعد، مضطجع وکلها یمکن الشرب فیها واهناها واکثر استعمال القعود والقیام ففعله قاعداً غالباً لانه اسلم وقائماً نادراً لعلم الحرج.

ابن العربی فرماتے ہیں کہ ہر انسان کی آٹھ حالتیں ہیں :

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 (۱) کھڑا ہونا (۲) چلنے والا (۳) ٹیک لگا کر کھڑا ہونے والا (۴) رکوع کرنے والا

(۵) سجدہ کرنے والا (۶) تکیہ لگانے والا (۷) بیٹھنے والا (۸) لیٹنے والا

اور ان سب حالتوں میں پینا ممکن ہے۔ البتہ ان میں خوشگوار اور زیادہ استعمال ہونے والا طریقہ بیٹھنا یا پھر کھڑا ہونا ہے اس لئے آپ نے اکثر تو بیٹھ کر پیا کہ یہ سلامتی والا طریقہ ہے اور کبھی کبھار کھڑے ہو کر بھی پیا تا کہ امت کے لئے حرج نہ ہو (مناوی ص ۳۰۸) قائماً وقاعداً میں ایجاز ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے، رأیتہ یشرب قائماً وایتہ یشرب قاعداً لیفید شربہ مرة قاعداً و مرة قائماً۔ (مناوی ص ۳۰۸) کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے پیتے بھی دیکھا ہے اور بیٹھے ہوئے بھی تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر پانی پیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی توجہیات :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کھڑے ہو کر ممانعت اور آپ کے بیٹھ کر پینے میں فعل کے تعارض کے سلسلہ میں حضرات محدثین کی توجہیات لکھتے ہیں کہ: بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی۔ اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روایت ناسخ ہیں ممانعت کے لئے، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے۔ نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پینے میں مضرتیں ہیں الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر نوش فرمانا بیان جواز کے لئے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں، البتہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔

شیخ احمد الجواد الدومیؒ کا ارشاد :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں:

وفی الحدیث دلیل علی جواز الشرب من قیام وقعود و لکن الغالب انہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یشرب قاعداً، اور اس حدیث میں کھڑے اور بیٹھ کر پینے کے جواز کی دلیل ہے

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب معمول بیٹھ کر پینے کا تھا۔ (اتحافات)

(۲۰۱ / ۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِكِ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت عبد اللہ بن مبارک نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عاصم احوال سے شعبی کے واسطے سے اخذ کی اور انہوں نے اسے عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

قال سقيت النبي صلى الله عليه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم، یہی مضمون باب ہذا کی حدیث اول میں گزر چکا ہے۔ آب زمزم کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو کر پینا افضل اور مستحب ہے اور خوب سیر ہو کر پینا چاہیے۔ شیخ ابراہیم اللیجوریؒ لکھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پینے والے کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ پانی پئے اور یہ کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِالَّذِي شَرِبَ الْمَاءَ قَائِمًا وَقَاعِدًا۔ اے اللہ تو رحمت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے پانی کھڑے ہو کر پیٹھے ہو کر پیا ہے اس دعا کی تلقین کے بعد لکھتے ہیں، فانہ بسبب ذلك يندفع عنه الضرر اس دعا کے سبب اس پینے والے کی تکلیف دور ہو جائے گی (یعنی جس تکلیف کے دور کرنے کی نیت سے پیا) (مواہب ص ۱۵۱)

(۲۰۲ / ۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفِ الْكُوفِيِّ قَالَا ابْنَانَا ابْنُ الْفَضِيلِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَالِ بْنِ سَبْرَةَ قَالَ أَتَى عَلِيًّا بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَفِرَاعِيَهُ وَرَأْسَهُ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هَذَا ضَوْءٌ مَنْ لَمْ



يُحَدِّثُ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو کریم محمد بن علاء اور محمد بن طریف کوفی نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ اس روایت کی خبر ہمیں ابن فضیل نے اعمش کے واسطے سے دی۔ انہوں نے یہ روایت عبد الملک بن میسرۃ سے نزال بن سبرہ کے واسطے سے روایت کی۔ نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جوان کا دارالقضا تھا) تشریف فرما تھے۔ ایک کوزہ پانی لایا گیا، انہوں نے ایک چلو پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئے مضمضہ کیا اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر اور سر پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے، جو پہلے سے با وضو ہے۔ ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔  
راویان حدیث (۲۵۲) محمد بن طریف الکوفی (۲۵۳) الاعمش (۲۵۴) عبد الملک بن میسرۃ اور (۲۵۵) النزال بن سبرہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ”رحبة“ کا معنی، تشریح اور تعین :

وہو فی الرحبة، مضمون حدیث کی توضیح تحت اللفظ ترجمہ میں کر دی گئی ہے۔ اس روایت میں حضرت علیؑ کے عمل کا ذکر ہے جبکہ وہ رحبة میں تھے رحبة: صحن مسجد کو کہتے ہیں۔ وسط مسجد کو بھی کہتے ہیں اور کوفہ میں ایک محلے کا نام بھی رحبہ ہے، مگر اس جگہ یہ مراد نہیں بلکہ جامع کوفہ کے وسط میں ایک چبوترہ تھا، جس پر امیر المؤمنین وعظ فرمایا کرتے تھے۔  
والمراد بالرحبة رحبة الكوفة او رحبة المسجد وهي المكان المتسع (اتحافات ص ۲۵۸) حضرت علیؑ کا قیام کوفہ میں کافی عرصہ رہا۔ انہوں نے ایک چبوترہ جامع مسجد کوفہ میں بنوایا تھا، اگر کوئی دنیاوی باتیں کرنا چاہے تو رحبہ کے نام سے موسوم تھا، جس کو حضرت عمرؓ نے بنوایا تھا، اگر کوئی دنیاوی باتیں کرنا چاہے تو رحبہ میں چلا جائے یہ مسجد سے خارج تھا، نماز جنازہ بھی یہاں پڑھی جاتی تھی۔ موطا امام محمد میں ہے، من كان منشدا شعرا او متكلما بكلام الدنيا فليذهب الى الرحبة. جو کوئی شعر گوئی کرنا چاہے یا کوئی

دنیاوی بات کرنی ہو تو وہ چبوترہ کی طرف چلا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہلکا سا وضو :

حضرت علیؑ کا یہ وضو فرمانا تجدید، تنظیف اور نشاط کے لئے تھا۔ ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لیا، ثم شرب منه وهو قائم، اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل۔ کہ ایسا ہی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں، وفيہ دلیل علی ان افعاله صلی اللہ علیہ وسلم کا قوالہ (اور اس میں دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کا حکم اقوال جیسے ہے) (مناوی ص ۳۱۰) علامہ اللججوری فرماتے ہیں، ویؤخذ من الحدیث ان الشرب من فضل وضوئہ مستحب (اور یہ بھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو پینا مستحب ہے) (مواہب ص ۱۵۲) اور یہ بھی لکھا ہے کہ..... وان کان الشرب قائما لیان الجواز (اگرچہ اس پانی کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے ہے) (مواہب ص ۱۵۳)

وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینا :

فقہ کی کتابوں میں وضو کے بقیہ پانی اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے، علامہ شامی نے وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کو شفاء امراض کے لئے مجرب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ اسے مستحب کہتے ہیں۔

شارحین حدیث کی بعض توجہیات :

یہاں پر حدیث مختصر نقل ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بخاری کے حوالے سے مفصل منقول ہے۔ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ ہاتھ منہ وغیرہ پر حقیقتہً مسح کیا ہو، مقصد نشاط، تنظیف اور تازگی ہو، تو اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجازاً ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے بھی اس کو وضو کہنا درست ہے۔ اس لئے کہ اس میں پاؤں کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اسی بات کا

قرینہ ہے کہ یہاں وضوء لغوی مراد لیا جائے اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس میں تو پاؤں کا ذکر نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ پاؤں کا ذکر دیگر روایات میں صراحتاً موجود ہے۔ یہ توجیہ اس لئے بھی راجح ہے کہ بعض روایات میں مسح کی جگہ ہاتھ منہ دھونے کا ذکر آیا ہے۔ جب یہ توجیہ تسلیم کر لی جائے، تو پھر اس حدیث سے تجدید وضوء مراد ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ یہی توجیہ بندہ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے۔

(۲۰۳/۱۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيُوسُفُ بْنُ حَمَادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي عَصَامٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ وَيَقُولُ هُوَ أَمْرًا وَارْوِي .

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث قتیبہ بن سعید اور یوسف بن حماد نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالوارث بن سعید نے ابی عصام کے واسطے سے بیان کی۔ ابو عصام نے اسے صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے نقل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

راویان حدیث (۲۵۶) یوسف بن حماد (۲۵۷) عبدالوارث بن سعید اور (۲۵۸) ابی عاصم کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## تین سانس میں پانی پینا :

كان يتنفس في الإناء ثلاثاً إذا شرب. صحیحین میں ابوقادہ سے روایت ہے، نہی

ان يتنفس في الإناء، لہذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ انہ کان یشرّب ثلاث مرّات اور ہر مرتبہ برتن کو اپنے منہ سے جدا کرتے، سانس لیتے اور پھر برتن منہ کو لے جاتے، منہی عنہ تو تنفس فی الإناء ہے۔ یعنی برتن میں سانس لینا، اس طرح پانی آسانی سے پیا جاتا ہے۔ معدہ پر

بوجھ نہیں پڑتا بلکہ اسے فرحت و انبساط حاصل ہوتا ہے۔ پیاس رفع ہوتی ہے۔ طبیعت پر خوش گو اثر مرتب ہوتا ہے اور انسان خوب سیرا ہوتا ہے۔ وورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان يشرب في ثلاثة انفاس واذا أدنى الاناء الى فيه سمى الله واذا أخره حمد الله يفعل ذلك ثلاثاً. (مواہب ص ۱۵۳) اور حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے اور جب برتن کو منہ مبارک کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب منہ سے دور کرتے تو الحمد للہ پڑھتے اور آپ ایسا تین مرتبہ ہی فرمایا کرتے تھے)

### برتن میں سانس لینے کی مضرتیں :

اگر منہ برتن کے ساتھ لگائے رکھے اور برتن میں سانس لیتا رہے، تو ناک کی آلائش اور رشاش کا پانی کے برتن میں گرنے کا امکان ہے، جس سے طبعی تشنہ پیدا ہوتا ہے۔ ویسے بھی جو سانس نکالی جاتی ہے، وہ اندر کے ہر قسم کے جراثیم سے ملوث ہوتی ہے اس لئے برتن کے اندر سانس لینے سے اجتناب کیا جائے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں، وقلور دانه صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن العب نفساً واحداً وقال ذلك شرب الشيطان رواه البيهقي عن ابن شهاب مرسلًا۔ (جمع ص ۳۱۱)

اور حدیث میں وارد ہوا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سانس سے (جانوروں جیسے) پینے کو منع فرمایا اور کہا کہ یہ شیطان کا پینا ہے امام بیہقی نے یہ روایت ابن شہاب زہری سے مرسل نقل فرمائی ہے۔

علماء و اطباء نے ایک ہی سانس میں پینے کی بہت سی مضرتیں لکھی ہیں۔ بالخصوص ضعف اعصاب کا سبب بتایا ہے۔ نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔ وفی مسند الفردوس عن علی مرفوعاً اذا شربتم الماء فاشربوه مصاً، ولا تشربوه عبا فان العب یورث الکبار (وجع الکبد) اور (مسند الفردوس میں حضرت علیؑ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جب تم پانی پیو تو چوس کر اور سانس نکال کر پیو اور ایک ہی سانس میں نہ پیا کرو کیونکہ یہ (بعض اوقات) درد جگر پیدا کرتا ہے)۔ (اتحافات ص ۲۵۹)



هو امراً: افعل من مرأ الطعام او الشراب في جسده اذا لم يتقل على المعدة وانحدر عنها طياً بلذة و نفع و منه فكلوه هنيئاً مريئاً و اروي! من الرى اى اشدر يا و ابلغه و انفعه بمعنى اقمح للظماً و اقوى على الهضم. حديث شريف في لفظ امرأية اسم تفضيل ہے از مقولہ مرأ الطعام او الشراب في جسده سے ہے یعنی جس وقت کھانا پینا معدہ پر بوجھل نہ ہو اور اس سے خوشگوارى لذت اور نفع کی صورت میں منتقل ہو جائے۔ قرآن مجید کی آیت فكلوه هنيئاً مريئاً بھی اسی مادہ سے ہے اروی کا معنی بھی زیادہ خوشگوار نافع پیاس کو ختم کرنے اور ہضم ہونے میں قوی اور مفید ہو۔ (مناوی ص ۳۱۱)

(۲۰۴/۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ رِشْدِينَ بْنِ كَرِيبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنْفَسَ مَرَّتَيْنِ. ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن خشرم نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عیسیٰ بن یونس نے انہوں نے یہ حدیث رشدین بن کرب سے ان کے باپ کے حوالہ سے روایت کی اور انہوں نے اُسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے، دو دفعہ سانس لیتے تھے۔

راویان حدیث (۴۵۹) رشدین بن کریب اور (۴۶۰) عن ابیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پانی پینے میں دو بار سانس لینا :

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا شرب تنفس مرتين. مراد بعض اوقات ہیں۔ اس توجیہ سے روایات کے درمیان جمع اور تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ مارواہ المصنف فی جامعہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشربوا واحدا كشرب البعير ولكن اشربوا مشى وثلاث وسموا اذا انتم شربتم واحملوا اذا انتم رفعتم. (جمع ص ۳۱۲)

جس کو امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اونٹ جیسے ایک سانس سے نہ پیا کرو لیکن دو یا تین سانس نکال کر اور جس وقت تم پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب برتن کو منہ سے جدا کرو تو پھر الحمد للہ پڑھو۔ اصلاً سارا مشروب یکبارگی پینا ممنوع ہے بلکہ دو یا تین سانس یعنی وقفے ضرور لینا چاہئیں تاکہ مشروب سے بھرپور استفادہ کیا جاسکے اور اگر مشروب میں دو وقفے یا دو سانس لیئے جائیں، پھر بھی تین دفعہ پیا جاتا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں: التنفس مرتین کان حالا من احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما التنفس ثلاثاً فهو الغالب. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ سانس نکالنا یہ تو کبھی بطور عارضی حالت کے ہوتا تھا اکثر آپ تین مرتبہ سانس نکال کر پیا کرتے تھے۔ (اتحافات ص ۲۶۰)

(۲۰۵/۷) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَرَ عَنْ جَلَّتْهُ كَبْشَةَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قَرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ فَأَنَّمَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَقَطَعْتُهُ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سفیان نے یزید بن یزید بن جابر کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبد الرحمن بن ابی عمر سے ان کی دادی کبشہ کی وساطت سے اخذ کی۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، وہاں ایک مشیکزہ لٹک رہا تھا۔ حضور نے کھڑے ہوئے اس مشیکزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ میں نے اٹھ کر مشیکزہ کے منہ کو کتر لیا۔

راویان حدیث (۴۶۱) یزید بن یزید اور (۴۶۲) کبشہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم :

قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم... الخ عربوں میں پانی کی

آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 قلت کے پیش نظر وہ لوگ مشکیزے بھر کر اس کے منہ کس لیتے اور کسی اونچی جگہ پر لٹکا لیتے،  
 جہاں اس پر ہوا لگتی پانی ٹھنڈا بھی رہتا اور محفوظ بھی۔ حسب ضرورت منہ کھول کر برتن میں  
 پانی انڈیل کر پی لیا جاتا۔ حضرت کبشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے  
 گھر آئے تو لٹکے ہوئے مشکیزے کے ساتھ منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پی لیا (وجہ ظاہر  
 ہے کہ کوئی چھوٹا برتن یا گلاس وغیرہ میسر نہ ہوگا) یہاں ایراد حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ  
 بتایا جائے کہ حسب ضرورت اور بوجہ عذر کے کھڑے ہو کر بھی پانی پینا جائز ہے۔ حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس اباحت کی وضاحت فرمادی ہے۔ وفعله صلی اللہ  
 علیہ وسلم لیان الجواز اولمکان الضرورة۔ (جمع ص ۳۱۲) اور نبی علیہ السلام کا یہ عمل یا تو  
 بیان جواز کے لئے یا کسی ضرورت کی وجہ سے ہوگا۔

### حضرت کبشہؓ کی ایک مجاہدہ ادا :

فقتت الی فیہا فقطعته، حضرت کبشہؓ نے اپنا عمل بتایا کہ جب آپؐ نے مشکیزے  
 سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا تو میں نے مشکیزے کے منہ کا وہ حصہ کاٹ لیا، جسے آپؐ نے  
 منہ لگا کر پانی نوش فرمایا تھا۔ امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ سے اس کی دو وجہ نقل کی ہیں۔  
 (۱) ایک تو تبرکاً۔ (۲) یہ کہ دوسرا کوئی استعمال نہ کرے اور بے ادبی نہ ہو ای قطعہ  
 لصیانتہ عن الابتذال بشرب کل احد منه وللتبرک وللإستشفاء به قطعها فم القربة  
 للوجهین المذكورین کما قالہ النووی فی شرح مسلم۔ (مواہب ص ۱۵۵ جمع ص ۳۱۳)

### تعارض سے جواب :

یہاں ایک بحث یہ بھی ہے کہ آپؐ کا یہ عمل بخاری میں حضرت انس کی روایت کے  
 خلاف ہے، جس میں تصریح ہے، نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشرب من فی السقاء۔  
 (جمع ص ۳۱۲) یعنی آپؐ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی ہے۔  
 علماء محدثینؒ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیان جواز پر حمل ہے یا ممانعت کی  
 روایت خلاف اولیٰ پر محمول ہے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شرب قائماً ضرورت کی

وجہ سے تھا کہ کوئی برتن موجود نہ تھا۔ نیز یہ بھی تشریحی نہیں بلکہ شفقت کی بنا پر ہے۔ فسانہ  
 نہی تنزیہی لیان الافضل والاکمل (جمع ص ۳۱۲) (کہ یہی تنزیہی ہے افضل اور  
 اکمل صورت کا بیان ہے) کہ شاید کوئی زہریلی چیز ہو، کیرا ہو یا بچھو ہو، جو اندر چلا گیا ہوتا کہ  
 اس کی مضرت سے بچا جاسکے۔ جیسا کہ حدیث میں ایک شخص کا واقعہ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ  
 ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا تو آپ  
 ﷺ نے اس سے پانی پینے کی ممانعت فرمادی۔

محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ممسوس مبارک :

اور ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر شخص کا منہ بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے  
 مشکیزہ کیساتھ لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے یا وہ اس کے مس کردہ مقام سے محبت کریں  
 تاہم بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں، جن کا لعاب ذہن، قند و شکر سے زیادہ شیریں،  
 بیماریوں کے لئے راحت جان و ذریعہ شفا اور دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور  
 باعث فرحت و انبساط اور ذریعہ سرور قلب بنتا ہے.....

عناب لب، لعاب ذہن، شرب وصال

یہ نسخہ چاہئے تیرے بیمار کے لئے

حضرت تھانویؒ نے بھی کسی جگہ یہ شعر نقل کیا ہے کہ محبوب کی گالیاں بھی محبوب

ہوتی ہیں.....

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ سے کیا بھلی

قربان تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح

لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب دو عالم ہیں کے مشکیزے سے پانی پینے

کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۰۶/۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ

ثَابِتِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْأَنْاءِ ثَلَاثًا



آفتاب نبوت ﷺ کی ضیا پاشیاں -----  
 ثَاوَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلَاثًا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عزہ بن ثابت انصاری نے بیان کی۔ وہ یہ روایت صحابی رسول حضرت ثمامہ بن عبد اللہ سے نقل کرتے ہیں ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

قال كان انس بن مالك ..... الخ اس حدیث کی تشریح باب ہذا کی پانچویں حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمادیں۔ الزعم: اضداد سے ہے، جس طرح جھوٹی بات کہنے کو زعم کہتے ہیں۔ اسی طرح سچی بات کو بھی زعم کہتے ہیں۔ جیسے کہ صاحب اتحافات نے یہی معنی نقل کیا ہے۔ الزعم هنا محقق و فعل انس اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم (اتحافات ص ۲۶۱) (کہ زعم بمعنی حق کے ہے یعنی حضرت انس کا یہ فعل) (تین بار سانس نکالنا) حضور کی اتباع کیلئے تھا) يتنفس في الاناء اي خارجة لا في جوفه۔ (مواہب ص ۱۵۵) کہ سانس نکالتا تھا برتن میں یعنی برتن کے باہر نہ کہ اس کے اندر۔

-----  
 (۲۰۷/۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ابْنَةِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلِيمٍ وَقَرَبَةً مُعَلَّقَةً فَشَرِبَ مِنْ قَرَبَةِ الْقُرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى رَأْسِ الْقُرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر ابو عاصم نے ابن جریج کے واسطے سے دی۔ انہوں نے یہ روایت عبدالکریم سے اور انہوں نے براء بن زید سے روایت کی (جو حضرت انس کے نواسے تھے) اور انہوں نے حضرت انس بن مالک سے نقل کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے پاس گھر تشریف لے

گئے۔ وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، حضورؐ نے کھڑے ہوئے اس میں سے پانی نوش فرمایا۔ ام سلیم کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے منہ کو کتر کر رکھ لیا۔

راوی حدیث (۴۶۳) عبدالکریم الجزریؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### حضرت ام سلیمؓ کا قصہ :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم..... الخ اس حدیث کی تشریح اسی باب کی ساتویں حدیث میں گذر چکی ہے۔ وہاں حضرت کبشہؓ نے خود اپنا قصہ بیان کیا تھا۔ یہاں حضرت انسؓ اپنی والدہ حضرت ام سلیمؓ کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ابو شیخ ابن حبانؒ نے کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث یوں نقل کی ہے :

عن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فرأی قرۃ معلقة فیہا ماء فشرب منها وهو قائم فقامت ام سلیم الیہا فقطعتها بعد شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منها وقالت لا یشرب منها احد بعد شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

حضرت انس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے پاس انکے گھر گئے آپ نے ایک لٹکا ہوا مشکیزہ جس میں پانی تھا جب دیکھا تو اس سے کھڑے ہوئے پی لیا ام سلیمؓ اٹھی اور حضورؐ کے پینے کے بعد منہ لگی جگہ کو کاٹ کر کہا کہ حضورؐ کے پینے کے بعد کوئی اس سے نہیں پیے گا۔ (جمع ص ۳۱۳) حضرات صحابیاتؓ کے دلوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ولہیت کے کس قدر جذبات تھے۔ یہ بھی گوارا نہ تھا کہ جس مشکیزے پر آپؐ کا دہن مبارک لگا ہو، وہاں کوئی دوسرا منہ لگائے۔

(۲۰۸/۱۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَابِلٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ عَنْ أَبِيهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَالَ أَبُو عَيْسَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَابِلٍ

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن نصر نیشاپوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا اسحاق بن محمد فروی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبیدہ بنت نائل نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے ان کے باپ کے واسطے سے اخذ کی۔ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرمالتے تھے۔“

راویان حدیث (۴۶۴) احمد بن نصر النیشاپوری (۴۶۵) اسحاق بن محمد (۴۶۶) عبیدہ بنت نائل (۴۶۷) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص اور (۴۶۸) ابیہا کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### شُرب قائماً کی توجہیات :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرب قائماً. ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، ای احیاناً او بعد فراغ الوضوء او ماء زمزم یعنی کبھی کبھار یا وضوء سے فارغ ہونے کے بعد اور یا زمزم کا پانی (کھڑے ہو کر پینا مراد ہے) (جمع ص ۳۱۳) کان اگرچہ دوام کے لئے آتا ہے۔ مگر حضرات محدثین اس پر متفق ہیں کہ فن حدیث میں استمرار کے لئے نہیں آتا۔ بعض اوقات تو اتفاقی فعل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وکان لا تفسد التکرار علی التحقیق فتصدق بمرءة. لفظ کان تحقیقی قول کے مطابق تکرار اور دوام کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے ایک بار کام ہونے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے۔ (مواہب ص ۱۵۶) یہاں بھی وہی توجہیات کی جاسکتی ہیں، جو اس سے قبل کی جا چکی ہیں کہ شرب قائماً یا تو بیان جواز کے لئے تھے، یا پھر بیٹھنے کی جگہ نہ تھی یا کوئی شدید ضرورت تھی یا بیٹھنے کی صورت میں نیچے کیچڑ تھا اور کپڑوں کی تلویث کا خطرہ تھا۔ قال بعضهم: ای بعض المحدثین او بعض اصحاب اسماء الرجال وفي نسخة قال الترمذی وفي اخرى قال ابو عیسیٰ و قوله عبیدة بنت نابل ای بالباء الموحدة من نابل والمذکور اولاً نائل بالهمز كما مر۔ قال بعضهم یعنی بعض محدثین یا مصنفین اسماء رجال نے کہا اور ایک نسخہ میں قال الترمذی ہے (یعنی امام ترمذی نے کہا) اور دوسرے نسخے میں قال ابو عیسیٰ منقول ہے اور اسکا قول عبیدة بنت نائل (یعنی باء) کے ساتھ

ہے اور جو قول پہلے مذکور ہے وہ نائل ہمزہ کیساتھ ہے۔ (مواہب ص ۱۵۶)

خلاصہ باب :

وفی الباب عشرة احادیث ومنها علمنا ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرّب قائما وقاعدا توسعة لامته وکان یشرّب فی ثلاثة انفاس لما فی ذلك من فوائد صحیة جمّة . اور اس باب میں دس احادیث ہیں اور ان سے ہم نے یہی معلوم کیا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر توسع اور آسانی کے لئے کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پیا کرتے تھے اور آپ تین سانس نکال کر اس لئے پیا کرتے کہ اس میں بدن کی صحت و سلامتی کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ (اتحاف ص ۲۶۲)

تم الجزء الاول ویلیه الجزء الثانی اوله باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد والہ وصحبه اجمعین .

=====



القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش



# شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک عظیم خوشخبری

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک نادر تحفہ

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر ..... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 ..... ریگزیں ..... قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

# اسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیِ اخلاق و خصائل، محبت و اطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت و اتحادِ اُمت، خدمتِ انسانیت ..... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل و احکام، سلیس اور با محاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے متنوع، تفہیم و تسہیل، افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 ..... ریگزین ..... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسر قرآن، شارح حدیث  
حضرت العلامة مولانا قاضی محمد زاہد الحسنیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

# کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون و وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست  
کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت  
کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 ..... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ  
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

# توضیح السنن

شرح

## آثار السنن للامام النبیویؐ

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکتہ لاء آراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ..... ریگزین ..... قیمت : 600 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ  
برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان



القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

## اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر!

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹر ائرز ڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 ..... قیمت : 75 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

# خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

نام کتاب

صفحات

۱۶۰۸	شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱
۲۰۶	جمال محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲
۱۵۶	روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۳
۲۱۰	ماہتاب نبوت ﷺ کی ضو افشانیوں	۴
۲۰۲	آفتاب نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۵
۱۹۷	محبوب خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۶
۱۸۷	محبوب خدا ﷺ کی عبادت و اعتدال	۷
۱۶۶	خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۸
۱۵۳	شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۹

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون و فیکس ! 630094 --- (0923)630237



# جبرائیل القیوم حقانی کی تصنیفات

